قصائد عزیز

صحیفہ ولا مطبوعہ
صحیفۂ ولا
عزیز

صحیفۂ ولا

مجموعۂ قصائد و مدحیات

از مولانا میرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

فہرست مضامین

مقدمہ

بہارِ گلشن الفقر فخری

نگین خاتم سلمان منا

محمدؐ شہسوارِ ملکِ ہستی

محمدؐ سرور و سردار عالم

خدیوِ کشورِ کن شاہِ لولاک

ہر اک ذرہ تھا جس پانی کا ترسا

دکھایا زور تسخیر نظر کا

کہاں اس خاک خار آگیں کا منظر

زہے تقدیر تیری خاکِ تیرہ

ہوا رونق فزا با زینت و زین

شرف اُسکے درِ دولت نے پائے

اُسی چوکھٹ پہ میں بھی جبہ سا ہوں

ازل سے ہے مجھے شوقِ غلامی

طرازِ دامنِ الفقر فخری

خدیوِ عالم سلمان منا

محمدؐ شہریارِ ملکِ ہستی

محمدؐ رونق گلزار عالم

کہ جس کے فرش پا انداز افلاک

عرب کی خشک ریتی پروہ برسا

لگا کر سرمہ مازاغ البصر کا

کہاں دامانِ وحدت کا گلِ تر

تیرے انوار سے آنکھیں ہوں خیرہ

پہنکر پاؤں میں نعلین کونین

ملائک بھیس میں سائل کے آئے

اُسی در کا فقیر بے نوا ہوں

مری گردن میں ہے طوق غلامی

تعلق میرا اصحابِ کسا سے
تمسک دامنِ آلِ عبا سے

دلِ افسردہ گو بیت الحزن ہے
رگوں میں دورِ صہبائے سخن ہے

تپک ہے کب سے دل کے آبلے میں
کٹے پینتیس سال اس مشغلے میں

ہوئے ہیں گو دماغ و دل معطل
حواس امراضِ دیرینہ سے مختل

نفس کی آمد و شد کا مزا کیا
شکستِ شیشۂ دل کی صدا کیا

جہاں تک میری حدِ شاعری ہے
بساط آرا شکستہ خاطری ہے

غرور فہم و فطنت مجکو کب ہے
نہ دعوائے سخن جب تھا نہ اب ہے

بھلا کیا ادعائے خوش مقالی
باایں عجز و کمالِ بے کمالی

خدا جانے نظر میں اپنی کیا ہوں،
مگر مداحِ آلِ مصطفےٰ ہوں

فقیر مست بابِ میرِ کوثر
جیسے موجِ شرابِ ناب رہبر

وفورِ نشہ میں آنکھیں گلابی
نجف کے میکدہ کا اک شرابی

جسارت ہوگی حیدرؑ کی غلامی
مجھے کافی ہے قنبر کی غلامی

بڑھا جب شوق مدحت گستری کا
پڑا چسکا شرابِ بوذری کا

ہوئی صہبائے گلناری کی خواہش
مئے سرجوش عماری کی خواہش

"دل اس دریائے بے پایاں میں ڈالا
توکلتُ علی اللہِ تعالیٰ"

کہے ہیں آج تک جتنے قصائد
محاسن سے نہیں سب دوش بردوش
کہیں کانٹے بھی اس گلشن میں ہونگے
عیوب شعر سے ہیں پاک اشعار
جہاں تک ہوسکا داغوں کو دھویا
خطا ہے دعوےٰ عصمت یقینی
سمجھتا ہوں یہ ہدیہ ہے محقّر
جہاں میں کیا رہا تیرا وظیفہ
یہ مجموعہ کہ ہے جنت در آغوش
مکافات عمل کا اک ذخیرہ

ذخیرہ بہر اظہار عقائد
نہیں یہ تحفۂ گلزار گلپوش
خزف پارے بھی اس معدن میں ہونگے
یہ دعوےٰ اور اِنسان خطاکار
نگاہیں ہیں مگر عیبوں کی جُویا
ہنر اس دور میں ہے عیب بینی
اگر پوچھے گا کوئی روز محشر
کروں گا پیشکش میں یہ صحیفہ
کرم گستر عطا پاش و خطا پوش
حجاباتِ گناہانِ کبیرہ

معنون ہے بنام پاک اسعد
جنابِ قائم آلِ محمدؐ

"عزیز"

مئے کہنہ

نہ گفتن و نہ شنودن زبان و گوش منست ہزار نغمہ گرہ در لب خموش منست
عزیز ۱۱/۳۰ ۲۰

قصیدۂ بہاریہ نوروزیہ در مکالمۂ حسن و عشق تخلص و نعت حضرت سرور کائنات پیرایۂ تغزل

بہار آتے ہی اُن کو ہو گیا نازِ خود آرائی
لہو کچھ بڑھ گیا جب فصد دیوانوں نے کھلوائی

حمل کے نقطۂ اول پر آیا خسرو خاور
ربیعِ معتدل لے کر نوید نو بہار آئی

ہوئی باطل وہ دی دبہمن کی وہ تقویم پارینہ
خزاں کے نام سے آتی ہی فوالے کو اُبکائی

چلی وہ بادہ نوروزی وہ تازہ کونپلیں پھوٹیں
گلوں کو دیکھ کر صحنِ چمن نے گود پھیلائی

صدائے خندۂ گُل سے کھلا قفل در زنداں
جنوں میں وحشیانِ عشق نے زنجیر کھڑکائی

ہوئی پھولوں کی کثرت جوش مارا موسمِ گل نے
کسی مستِ جوانی نے زمیں جسوقت ٹھکرائی

مکمل کیوں نہو دورہ بروجِ آسمانی کا
ازل سے مہر ہے بارہ اماموں کا تولّائی

عظامِ کہنہ زندہ ہوگئے پانی چھڑکنے سے | دکھایا عنصرِ آبی نے اعجازِ مسیحائی

بنایا فصلِ گل کا زائچہ اختر شناسوں نے | طبیعت بیٹھ کر صحنِ چمن میں اپنی بہلائی

نشیلی انکھڑیاں ساقی کی زاہد سے بھی کہہ اٹھیں | یہ پہلا روز فروردیں کا ہے پی جامِ صہبائی

چھڑا ہے ساز پھر آوازۂ چاکِ گریباں کا | مدد اے روحِ مجنوں کہہ کے پھر نکلے ہیں سودائی

گھنے بال اس طرف سنبل نے کھولے بہرِ آرائش | گلابی مدبھری آنکھ اس طرف نرگس نے دکھلائی

نگارِ سبزہ نے مہدِ زمیں پر کروٹیں بدلیں، | ادھر آغوش میں گلشن کے لی بیلوں نے انگڑائی

جوانانِ چمن زندہ ہوئے اعجازِ موسم سے | غبارِ دشت نے اٹھ کر خزاں کی لاش کفنائی

جماہی آئی پھولوں کو ادھر ذکرِ صراحی سے | ادھر غنچوں نے شاخوں پر ہر اک بولی نئی چٹکائی

اثر پیدا ہوا اس طرح کا روحِ نباتی میں | کہ روح اللہ بھولے درسِ اعجازِ مسیحائی

شہیدانِ وفا کا بخت جاگا کثرتِ گل سے | ستمگاروں کو پھر آیا خیالِ مشہد آرائی

بھرا تھا صوف جتنا زخمِ دل میں چارہ سازوں نے | رطوبت خون سے پا کر بنا نخلِ تمنائی

نسیمِ عطر بیزِ گل نے کھولا بابِ میخانہ | جہاں تک بس چلا ساقی نے پی اور خوب پلوائی

رقیبِ توبۂ زاہد ہوئیں کلیاں چٹکتے ہی | ہر اک گھنڈی قبائے شیخ کی غنچوں نے کھلوائی

دلِ بلبل سے بھی آئی صدا الحمد للہ کی | قریب آ کے جو صبح دم کسی غنچہ کو چھینک آئی

ملا نہروں کو عہدہ باغ میں عکاس باشی کا | اکڑ کر دیکھتے ہیں نخل اندازِ خود آرائی

اُٹھے بالیں پرستان شب غم اپنے بستر سے
ہرے ہوتے گئے جتنی کہ گلشن کی ہوا کھائی

نمو کے یہ مناظر دیدنی ہیں دیکھنے والو
نگہ جس شے پہ ڈالی پھول بنکر وہ اُبھر آئی

درخت طیب اسلام میں بھی ہے نمو پیدا
تماشا دیدنی ہے دیکھ لے چشم تماشائی

ہے ثابت اصل اسکی فرع اسکی آسماں پر ہے
دکھائے گا نمو اب اور کیا شان خود آرائی

مبارک بادہ آشامو یہی وہ روز ہے جسدن
غدیر خم میں ساقی نے شراب تازہ کھچوائی

نیا دن اور نئی محفل نئے ساغر نئی صہبا
تخیل جدید اب چاہیے ہر بادہ پیمائی

سُرور افزا چمن میں جمگھٹا ہے مہ جبینوں کا
کہیں معشوق تبریزی کہیں ترکان یغمائی

میان صحن گلشن حسن و عشق آپس میں نازاں ہیں
ہر اک مست خودی اپنی جگہ مدہوش رعنائی

رہی دن بھر یہ صحبت گرم حسن و عشق میں باہم
ہوئی جب رات در صحن چمن میں چاندنی آئی

اُٹھے خدام بہر انتظام نذر نوروزی
سمٹ آئے وفور شوق میں سارے تولائی

عروسان چمن آنچل سروں پر ڈال کر بیٹھے
دعا کا وقت آیا سب نے کی سجادہ آرائی

خلوص دل سے بیٹھے یوں حضور حسن جاں پرور
لئے تسبیح فیروزہ کوئی تسبیح حمرائی

دم تحویل آیا رو بقبلہ ہو گئی محفل
جھکے ابروئے حسن شوخ کی جانب تماشائی

جناب عشق جو اُسوقت تھے اک مرشد کامل
اشارہ حسن کا پاکر اُنھیں سے نذر دلوائی

ہوئے جب نذر سے فارغ تو موقع پاکے حضرت نے
دعائیں بارگاہ ایزد باری میں فرمائی

بدل[1] دے حسن کا دل اے پلٹنے والے قلبوں کے ۔ بڑھا دے بار الٰہا میرے چشم دل کی بینائی

ہر روز و شب کے اے محول حالت دل کے ۔ نگاہ حسن میں کبتک رہونگا اب میں سودائی

پھروں میرے بھی دن برگشتگی قسمت کی زائل ہو ۔ کروں تا چند صحرائے جنوں میں جادہ پیمائی

کہاں تک اسکی چوکھٹ پر کروں دن رات میں سجدے ۔ گوارا اب نہیں ہوتی خداوندا یہ رسوائی

یہ سُنکر حسن خود آرا کو فوراً آگیا غصہ ۔ کہا ذلت سمجھتا ہے مرے در کی جبیں سائی

جسارت کر کے اتنا عشق نے بھی کہدیا آخر ۔ اگر ذلت نہیں اسمیں تو ہو کیا عزت افزائی

کہا یہ حُسن نے نازش ہی مجھ پر ماہ کنعاں کو ۔ کہا یہ عشق نے ہوں زینت بزم زلیخائی

کہا یہ عشق نے خوئے فریب و عشوہ ہی تجھ میں ۔ کہا یہ حُسن نے ہی تجھ میں خوئے ناشکیبائی

کہا یہ حُسن نے تو شکوہ سنج سوزش دل ہے ۔ کہا یہ عشق نے یہ آگ ہی تیری ہی بھڑکائی

کہا یہ عشق نے ای کاش میں ہوتا نہ یوں رُسوا ۔ کہا یہ حُسن نے یہ فعل ہے ماضی تمنائی

کہا یہ عشق نے وعدہ خلافی تیرا شیوہ ہی ۔ کہا یہ حُسن نے سن ای حریف ننگ و رسوائی

دروغ مصلحت آمیز بہتر راستی سے ہی ۔ کہ دیوانوں کی صحبت ہی خلاف عقل و دانائی

کہا یہ عشق نے میں مر گیا یہ تھی وفا میری ۔ کہا یہ حسن نے میرے لبوں نے کی مسیحائی

کہا یہ عشق نے پیغمبری موسیٰ کو دی میں نے ۔ کہا یہ حُسن نے وہ آگ تھی میری ہی سُلگائی

[1] اشارہ بدعائے یا محول الحول والاحوال الخ

کہا یہ عشق نے غش مجھ کو آیا طور سینا پر
کہا یہ حسن نے وہ آنکھ تھی میں نے ہی جھپکائی

کہا یہ عشق نے پاے علی میں تیر تھا میرا
کہا یہ حسن نے اور میں نے دلمیں تھی جگہ پائی

ہوا جب طول آزادی میں تھوڑا سا خلل آیا
طبیعت بحث میں عشق جنوں مشرب کی گھبرائی

کہا اچھا چلو اب خدمت محبوب خالق میں
یہ نام آتے ہی لب پر حسن نے لی ایک انگڑائی

لبوں پر مسکراہٹ آگئی شرما کے فرمایا
نقاب اب میں الٹتا ہوں تقریب شناسائی

ذرا ہشیار رہنا ضبط کا ہنگام آیا ہے
مرقع جذبۂ دل کا ہوں دیکھ اے میرے سودائی

غرض یا اللہ جانے کیا ہوا ہمنے تو یہ دیکھا
اٹھا کر عشق کو خلوت میں لائے کچھ تماشائی

ہوا جب تخلیہ تجویز چند ارباب شوریٰ میں
یمانی اک کسا اس مست عنائی نے بھجوائی

ہوا جب کچھ افاقہ آہ کھینچی دل سے اک ایسی
در و دیوار پر صورت محمد کی نظر آئی

اسی طاقت ربا تک لوگ دیوانے کو پھر لائے
بہلنا تھی نہ بہلی گو طبیعت لاکھ بہلائی

کہا یہ عشق نے بڑھ کر کہ اے سر دفتر عالم
ازل سے منتظر تھا آج صورت تمنے دکھلائی

حجاب قدس میں اتنے دنوں سرگرم خلوت تھے
گوارا کس طرح تم کو ہوئی بندے کی تنہائی

دوئی کا نقش بھی میں نے مٹایا یوں تصور میں
جھلک مہر نبوت کی مرے داغوں نے دکھلائی

یہ میری چشم تر اک آبشار طور سینا ہے
ہر اک موج اسکی دکھلاتی ہے شان بحر یکتائی

کیا جبریل نے آکر وضو اس آب خالص سے
کبھی رونے کی فرصت ہجر میں میں نے اگر پائی

پرستش میرے داغوں کی ہوئی ہے اہل عرفاں میں
یہاں تک عشق میں کامل ہوا اے جان شیدائی

مجھے اتنے دنوں بسمل بناکر کیا ملا تم کو
کہا یہ حسن نے اے دشمن ادراک و دانائی

حدیث آفرینش میری کچھ معلوم ہے تجھ کو
بہم اک نور سے پیدا ہوا میں اور مرا بھائی

رہی ہم سبحہ گرداں عرش اعظم پر زمانے تک
ہمارے نور نے پھر پشت آدم میں جگہ پائی

بہت دن نوح و ابراہیم کی یوں پشت بانی کی
کہ ان اصلاب پاکیزہ میں کی ہے جلوہ آرائی

جب آیا صلب عبدالمطلب تک رفتہ رفتہ میں
ہوا قدرت کو تازہ پھر خیال بزم آرائی

جگہ دی صلب عبداللہ میں مجھ کو مشیت نے
ادھر صلب ابوطالب میں حیدر نے جگہ پائی

بھرا ہے رنگ جلووں نے مرے نقش نبوت میں
مصور نے بنائی تھی فقط شکل ہیولائی

مداوائے دل بیتاب کیونکر مجھ سے ممکن تھا
میں تجھ سے کسطرح ملتا بتا اے عشق سودائی

یہ سنکر عشق کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے
کہا اچھا کریں تا چند اب صبر و شکیبائی

امید وصل سے وابستہ تھی یہ ہستی فانی
وگرنہ کب کے مرجاتے اسیر قید تنہائی

زبان عشق پر جاری ہوئیں جب یاس کی باتیں
کہا حسن حجازی نے بانداز مسیحائی

نبوت کو مری گزرینگے بارہ سال جب کامل
ملونگا تجھ سے پھر اک مرتبہ اے میرے شیدائی

یہ فقرہ سنکے عشق بدگماں کو ہو گئی الجھن
بلائیں لیکے پائے حسن پر کی ناصیہ سائی

کہا حسن خود آرا سے بتا اے پردہ سوز دل
کہاں جائیگا دکھلانے یہ انداز خود آرائی

مرے دل سے زیادہ کوئی اچھا ہے مکاں تیرا
مری آنکھوں سے بہتر ہے کوئی تیرا تماشائی

کوئی بہتر ہے مجھ سے اور تیرا چاہنے والا
کہا یہ حسن روزافزوں نے ہاں اے میرے شیدائی

دیے ہیں جسنے یہ جذبات تجھ کو بُدِ فطرت میں
حرارت بھر کے جسنے یہ طبیعت تیری گرمائی

گراں سنگ و بلند اقبال و چابکدست و دریادل
دل افروز و غیور و شور انگیز و تمنائی

وفا پیشہ جنوں مشرب جگر سوز و جواں ہمت
دیے ہیں جسنے تجکو یہ صفات اے محوِ رعنائی

ترے قدموں کے نیچے خود جنوں نے فرش کیں آنکھیں
دیا غربت میں جسنے تجھ کو ذوق آبلہ پائی

وہ صورت گر کہ جسنے داد چاہی نقش اول کی
نمایش میں ازل کی میری صورت تجھ کو دکھلائی

وہ صورت گر کہ جسکو عشق تھا یہ اپنی صنعت سے
مری پرچھائیں تک اُسنے زمانے کو نہ دکھلائی

بتا انصاف سے محبوب میں اُسکا ہوں یا تیرا
محبت وہ کریگا مجھ سے یا تو ہوگا شیدائی

یہ سُنکر جوش پیدا ہوگیا نالہ فروشی کا
جناب عشق کے چہرے پہ اک افسردگی چھائی

لگا کر عینک اندیشہ دیکھی حُسن کی صُورت
خیالات اور آئے دل میں سودائی تو سودائی

بہا کر ایک رودنیل چشم حیرت افزا سے
کہا تسلیم ہے جو بات تم نے مجھسے فرمائی

قبا بوتی ہی سُبحانَ الذی اسریٰ بعبدہٖ کی
کسی نے دیکھ کر اس قامت رعنا کی زیبائی

یہ مانا میں نے بام قاب قوسین آپ کی منزل
یہ مانا عرش کی ہی آپ ہی سے عزت افزائی

دل زخمی کو میرے آپ اچھا کر نہیں سکتے
کرینگے جاکے خرق والتیام چرخ مینائی

براق نفس میرا آپ کے رفرف سے اچھا ہے — فضائے لامکاں ہے تنگ بہر جادہ فرسائی

کہاں دل اور کہاں اللہ اکبر مسجد الاقصیٰ — گھر اپنا ترک کرکے وہ عمارت کیوں پسند آئی

پسند طبع نظارہ ہوا چشم ثوابت کا — کہیں زائد ہے جس سے میرے چشم دل کی بینائی

وہاں تو دوش نازک کو چھوا دست تمنا نے — یہاں ہوتی نہیں ہم سے گوارا تم کو یکجائی

مرے زخموں سے اچھا ہی تماشا باغ جنّت کا — میری اشکوں سے بہتر شان کیا کوثر نے دکھلائی

سخن دیوانگی کے عشق سرگشتہ سے سُن سُن کے — لب نازک پہ حُسن روح پرور کے ہنسی آئی

نگاہ مسرسا دکھلا کے دیوانے سے فرمایا — سمجھ کر بات کر باطل ہے یہ سب تیری گویائی

معاذ اللہ خدا سے بھی ہے آمادہ رقابت پر — میں کرتا تجھ پہ حد جاری اگر ہوتا نہ سودائی

کہا یہ عشق نے اب اور حد شرع کیا ہوگی — بنا کر مجھ کو دیوانہ بنے ہو خود تماشائی

یہ گھن لفوں کا اور یہ سرمگیں آنکھیں معاذ اللہ — وہ دیوانہ ہے اسکو دیکھ کر جو ہو نہ سودائی

ذرا آئینہ دیکھو اور اپنے نفس سے پوچھو — بلاؤ تو کہاں ہے وہ تمھارا ابن عم بھائی

کیا شق القمر تمنے تو اک اعجاز دکھلایا — مرا دل توڑ کر تمنے بھلا کیا بات دکھلائی

یہ سنکر حُسن شرم آلود کو خوفِ خدا آیا — کہا اچھا ملیں گے تجھ سے بھی ہم اے تمنّائی

مگر یہ تو بتا منزل کہاں ہے تیری اے بیخود — تجھے تو رات دن رہتا ہے ذوق دشت پیمائی

کہا یہ عشق نے منزل مری ہے قلب حیدر میں — وہیں کرتا ہوں سیر عالم توحید و یکتائی

شبِ معراج اتنی دور جسکے پاس جاؤگے
مِلو گے جس سے جا کر تم منازل اتنے طے کرکے

نہ فصل دو کماں ہے اور نہ اتنی پردہ داری ہے
مرے دلمیں ہو تم میں ہوں علی کے دلمیں پوشیدہ

وہ گھر تو گھر وہاں تو صاحبِ خانہ تمھارا ہے
یہ سُنکر جوش حُسن جانفزا کو ہو گیا پیدا

کہا یہ سب مجھے معلوم ہے جو کچھ کہا تو نے
کہا یہ عشق نے پھر مجھ کو اتنا کس لیے چھیڑا

دکھانی تھی مجھے قوتِ عزیزا مدح گستر کی
ہمیشہ سے مری منزل میں ہے وہ مستِ رعنائی

شب و روز اُس سے مجھسے ہتی ہے اس گھر میں یکجائی
اُسی کی جنبش ابرو کا تنہا ہوں تماشائی

حجاب اس سے زیادہ ہو گا کیا اے جان شیدائی
ضرور اس گوشہ گیر عرش کی ہو عزت افزائی

لگا کر عشق کو اپنے گلے سے لی اِک انگڑائی
تیرے سر کی قسم میں بھی ہوں تیرا دل سے شیدائی

کہا یہ حُسن نے کرنے لگے پھر عقل آرائی
بہت محبوب ہے اے عشق یہ انداز شیوائی

جزاک اللہ عزیزِ نکتہ پرور کیا قصیدہ ہے
ہر اک مضموں ہے الہامی ہر اک مصرع ہے القائی

بہارِ ربیع

در جوش موسم اُردی و برخے از حالات ولادت انسان مکمل عین العالم حقیقۃ الحقایق مرات الصفا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ

ہی تا بالعرش گلستان کا گوشۂ دستار — کہ سرزمین عراق عرب سے آئی بہار

ادا کیا ہے فلک نے فریضۂ سحری — کھلا ہی دہر کے آگے صحیفۂ گلزار

نشاط فصل ربیع و بہار عام الفیل — بساط سبزۂ و گلکار دامنِ کہسار

زوال بہمن و دے جوش موسم اُردی — کمال نامیۂ و سربلندی اشجار

کہاں ہو کون سے گوشو نمیں ہو ذرا نکلو — جہاں ہی قابل نظارہ یا اولی الابصار

میں کیا کہوں سبد گلفروش ہی گویا — جہانِ بو قلموں تا بوسعت انظار

یہ جوش ہی کہ ذرا چھیڑیے تو خوں دیدے — زمیں پہ خود رگ سودا ہی نشتر ہر خار

بساط خاک پہ لیتا ہی کروٹیں سبزہ — کہ مست خواب جوانی ابھی ہی فصل بہار

وہ دلفریبی انداز صورت گلشن — کبھی نہ کھینچ سکے گا مصوّر پندار

جہاں کے سارے عناصر ہیں اعتدال پذیر — جمال عنصر سودا مگر ہے نشتر زار

سماں جو خواب عدم میں تھا تیرے اے نرگس — اب آج دیتی ہے تعبیر اسکی فصل بہار

فضائے عرصۂ گیتی ہے محو آرائش — نثار بخت زمیں ہیں ثوابت و سیار

فلک نے کھولدیے پردہ ہائے زنگاری — کہ اہل خلد کو پہونچائے مژدۂ دیدار

چراغ طور ہے ایک ایک ذرّہ دنیا کا — تمام عرصۂ گیتی ہے مطلع الانوار

بپا ہیں دہر میں ہنگامہ ہای ساز طرب — بقدر شوق تماشائیاں جلوۂ یار

دل تپاں ہی دیار عرب کا ہر ذرّہ — زمیں کے سینہ میں آتا نہیں کسیکو قرار

چمن کی سیر پر اصرار کب ہے اے زاہد — وہ دیکھ سرحد اسلام میں بھی آئی بہار

یہ وقت وہ ہے گلے میں صنم پرستوں کے — کمند جذبۂ وحدت ہی رشتۂ زنار

کہاں وہ نقش کہاں ساز و برگ بتخانہ — کہاں بتوں کی وہ اگلی سی گرمی بازار

نہ راہبوں کی ریاضت نہ کاہنوں کے عمل — نہ شعبدے نہ فسوں سازیاں نہ وہ گفتار

بلند اب نہ وہ آتشکدہ کے شعلے ہیں — کسیکے جلوۂ رخ سے ہوئے ہیں سب فی النار

جہان کفر کی دیکھو تو خانہ ویرانی — کہ منہدم ہیں مدائن کے سب قدیم آثار

گلو گرفتہ ہے ناقوس دم بخود اصنام — زبان شعلۂ آذر ہے خوف سے بیکار

خیال جنکا شغل صنم تراشی تھا
تمام اُنکے دماغی قوائے ہوئے بیکار

فلک نے توس قزح سے لگائے تیر شہاب
جہاں میں آج شیاطین کا ہی گذر دشوار

بذوق سجدہ طاعت جھکا ہی کعبہ میں
خدائیگان برہمن کا وہ بھرا دربار

نشیب لاخ ضلالت کے گوشہ گیر اُٹھے
بذوق سیر و تماشائے عالم انوار

اُلٹ گئے ہیں سلاطین دھر کے دیہیم
لرز رہے ہیں زمانہ کے خواجگان کبار

فضائے خشکی دریائے سادہ کا منظر
نمک فشاں جراحات سینۂ کفار

قصور شام میں مانند شعلۂ آتش
کہ آفتاب قیامت ہے پرتو رخسار

ہوئے ہیں بیچ سے دو حصہ طاق کسریٰ کے
شکست کفر کے دنیا میں ہیں عیاں آثار

قصور بصریٰ نظر آرہے ہیں شام سے اب
یہ کیسا نور ہی عالم میں یا اولی الابصار

بتوں کی طرح سلاطین دہر ہیں صامت
نہ سامعہ کی ہے طاقت نہ قوت گفتار

قصور ابیض اصطخر کے مناظر دیکھ
تمام دھر ہے تیری نظر میں آئینہ دار

دفور جوش طرب میں دہان کوثر سے
اُبل رہے ہیں یواقیت و گوہر شہوار

دل حجاز سے نکلا ہے ایک لمعۂ نور
کہ جسنے سارے زمانہ کو کرلیا ہی حصار

وہ سامنے علم سبز سندس فردوس
محیط ساحت آفاق و گنبد دوار

صدائے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ
سحر سے گونج رہی ہی میان ہر کہسار

درونِ کعبہ ہوئی گوشہ گیر آلِ اللہ
کہ درمیانِ عرب ہو گیا اُسکا عز و وقار

یہ وقت خواب نہیں عبدِ مطلب جاگو
ہوا ہے خانۂ کعبہ بھی آج شکر گزار

سُنو جو نغمۂ داؤد کی تمنّا ہے
ہوئے ہیں جمع وہ دیکھو طیور زمزمہ بار

کھڑا ہے جوشِ مسرت میں ایک ابرِ سفید
قریبِ حجرہ کسی کے بشوقِ بوس و کنار

ہزار رنگ سے آراستہ ہے بزمِ شہود
کہ نفسِ ناطقۂ خلق کا ہے اب دربار

دکھائیں ہم بھی تمھیں آج ایک حسنِ ملیح
اب آؤ اے مہِ کنعاں ذرا سرِ بازار

ترنج و تیغ کے قصہ کو پھر کریں تازہ
سجے دوبارہ جو خاتونِ مصر کا دربار

رواں ہو ہُدہُد شہرِ سبا سوئے بلقیس
کہ آ کے میرے سلیماں کا دیکھے عز و وقار

پھر آج حرصِ جوانی اُسے مبارک ہو
سُنا دے کوئی زلیخا کو مژدۂ دیدار

نویدِ آدم و حوّا کو دے کوئی جا کر
کہ وجہِ خلقتِ دنیا کا اب ہوا اظہار

ذرا کوئی ارنی گوئے طور سے کہہ دے
دکھائیں آج یہاں آ کے طاقتِ دیدار

وہ بابِ شہر پناہِ طلسمِ فطرت ہے
وفورِ جوش میں باندھا گیا ہے بندِ [illegible]

نگار خانۂ ابداع میں ہے بزمِ سرور
حریمِ کن میں بپا مجلسِ طرب آثار

وہ گل کھلایا ہے فطرت کے موقلم نے آج
کہ گر گئے ہیں نگاہوں سے سارے نقش و نگار

ہوئی خموش کہ دیر آید و درست آید
وگرنہ جوش میں شق ہوتی کعبہ کی دیوار

گھٹا اُٹھی ہے وہ بالائے خانۂ کعبہ
ٹپک رہی ہے اشاروں سے داروے مستی
خطوطِ ساغرِ جم ہوں تو دیکھ لے انساں
عزیز جانِ سخن اور تو ہے جانِ عزیز
پکارتے ہیں خراباتیانِ میخانہ
وہاں ملک اور تو ساقی وہ شاہ تو ہے وزیر
تری جناب میں سب بے تکلف ہیں
مے دوآتشہ دے تا علاج ہو بالمثل
دکھائے جادۂ میخانہ حریمِ قدس
دکھائے مسئلۂ خرق و التیام مجھے
عروجِ بادہ پرستی کا ہے یہی ہنگام
ذنب ہے قوس میں مریخ اپنے برج میں ہے
ادھر تو برجِ حمل میں ہے طلعتِ خورشید
بنا ہے شعب ابیطالب اب زچا خانہ
لیے ہے طشت زمرد کوئی کوئی ابریق

اِدھر بھی ہاں مرے ساقی کہ ہوں ابھی ہشیار
ہزار جام و صراحی تری نگہ پہ نثار
یہ کون دیکھ سکے چشمِ سرمگیں کا خمار
پلا کے بادۂ سرجوش اسکے سن اشعار
تجھی کو یا اسد اللہ حیدرِ کرار
خلافِ رسمِ ادب شاہ سے ہے یہ گفتار
اُٹھا کے دے کوئی کوثر سے جامِ مینا کار
فرو ہوں دل کے وہ شعلے ذرا تو آئے قرار
بہک نہ جائیں کہیں تیرے رند بادہ گسار
ابھی سے کھولدے ابوابِ گنبدِ دوّار
کہ برجِ سعد میں ہیں سب ثوابت و سیّار
قمر ہے اول میزاں میں آج آئینہ دار
شکم ہے آمنہ کا اسطرف تجلی زار
کھڑے ہوئے ہیں مودب پیمبرانِ کبار
مودبانہ کھڑی ہے ملائکہ کی قطار

ق بسوئے حجرہ ادھر عبد مطلب پہونچے ۔۔۔ فضائے حرم میں دیکھے جو یہ عجیب آثار

جناب آمنہ سے پوچھتے ہیں گھبرا کے ۔۔۔ میں جاگتا ہوں کہ سوتا ہوں کیا ہیں یہ اسرار

مشاہدہ جو کیا آمنہ نے یہ نقشہ ۔۔۔ کہا نہیں نہیں سوتے کہاں ہو بیدار

کہا انھوں نے ہوا کیا تری جبیں کا نور ۔۔۔ کہا وہ نور ہے بیٹے کا میرے آئینہ دار

یہ سنکے جوش میں یہ عبد مطلب نے کہا ۔۔۔ دکھاؤ مجھ کو بھی فرزند کا مرے دیدار

کہا انھوں نے ابھی تین روز صبر کرو ۔۔۔ ہجوم شوق ملائک ہے مانع دیدار

کہا کہ لاؤ اسے ورنہ قتل ہوگی تم ۔۔۔ یہ کہہ کے میان سے غصہ میں کھینچلی تلوار

کہا یہ آمنہ نے جاؤ حجرے کے اندر ۔۔۔ گئے جو یہ تو کسی نے یہ انسے کی گفتار

کرے نظارہ نہ جبتک کہ عالم ملکوت ۔۔۔ نہ دیکھے کوئی بنی آدم اسکے رخ کی بہار

صدا یہ سنکے پڑا انکے جسم میں رعشہ ۔۔۔ پھرے لیے ہوئے طومار شوق کو ناچار

عزیز پھیر عنان سخن سوئے ایجاز ۔۔۔ کہ طول اب ہے زیادہ قصیدے میں بیکار

دعا پہ ختم کر اب اپنی بذلہ گفتاری ۔۔۔ جواب دے رہی ہے تیری طاقت گفتار

جہاں میں رونق اسلام تا بہ حشر رہے ۔۔۔ بحق سید سادات و آلہ الاطہار

(۱۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ)

معراجیہ

در مذاق تغزل و نعت ہادی سبل حضرت ختم الرسل

قسمت پہ عزیز اپنی کروں یوں نہ مباہات
کس عربدہ جو سے ہوئی ہے آج ملاقات

توڑی اثر نالہ نے جب مہر لب ضبط
کس شوق سے کھلنے لگے طومار شکایات

کام آہی گیا گریۂ بیتابی فرقت
اک عمر سے نکلے ہی نہ تھے دل کے بخارات

دن ختم جو ہوتا تھا تو کرتا تھا دعائیں
اللہ کرے خیر سے کٹ جائے کہیں رات

بیربطی شیرازۂ اجزائے طبیعت
اس طرح کہ جیسے ہو پریشانی ذرات

اک قہر تھا مجبوری و دعوائے محبت
برسوں سنی ناصح کی وہ تقریر خرافات

کیا پوچھنا ہے لذت آزادگی عشق
جکڑے ہوئے تھی پاؤں کو زنجیر خیالات

دل تا جگر اک ایسا بیاباں تھا کہ توبہ
رونے کی فقط ایک صدا آتی تھی دن رات

گہ لب پہ مرے بتکدے میں یا صنم آیا
کعبہ میں پکارا کبھی یا قاضی حاجات

ہر شب تھی پرستاری اوہام جنوں خیز
ہر صبح تھی درگاہ محبت میں مناجات

اللہ رے وہ بیخودی شوق کا عالم
کوشش تھی کہ ہو جائے کہیں تم سے ملاقات

وہ دل جو تھا خمیازہ کش لذت وصلت
اسوقت نہ پوچھ اس دل سرگشتہ کے حالات

تجکو اثر جذبۂ عاشق کی قسم ہے
اب دے مرے ان چند سوالوں کے جوابات

کیا عشق کی تقدیر میں ہے ذلت و خواری
کیا شان نہیں ہے مری شایان مراعات

تا چند سراسیمہ رہوں صورت سیماب
فرمایا کہ جبتک ہے یہ شوخی اشارات

میں نے یہ کہا ہوگا ستم مجھپہ کہاں تک
فرمایا کہ جبتک رہیں تجھپر یہ عنایات

میں نے یہ کہا آئے ہو مقتل میں تہی دست
فرمایا کہ کافی ہیں مرے چند اشارات

میں نے کہا زندہ ہیں شہیدان محبت
فرمایا تجھے قتل کروں گا پئے اثبات

میں نے یہ کہا دلمیں بھڑکتا ہے جہنم
فرمانے لگے ہے یہ محبت کی مکافات

میں نے یہ کہا جاؤنگا اب میکدہ کو میں
اک جام پیوں گا پئے تردید خیالات

غصہ سے کہا چشم فسوں ساز کو ہل کے
لے دیکھ لے سب کیفیت بزم خرابات

میں نے اثر نالۂ مجنوں جو سنایا
بولے کہ نہیں معتبر اب ایسے حکایات

دریافت جو کی ماہیت برق تجلی
فرمایا یہ ادنے تھے مرے رمز و کنایات

پوچھا دل گم گشتہ کو اپنے کہ ہوا کیا
فرمایا کہ لازم نہیں اندیشۂ مافات

میں نے یہ کہا وصل تو ممکن ہے پس مرگ
بولے مرے نزدیک ہے تاویل خیالات

میں نے جو کیا وصفِ جمالِ مہِ کنعاں — فرمایا ملاحت ہے نہیں حسب تو ہی کیا بات

میں نے یہ کہا عشق کی خلقت ہوئی پہلے — فرمایا غلط سب سے مقدم ہی مری ذات

میں نے یہ کہا وصل تو ثابت ہی مرے جاں — کیا بھول گئے تم شب معراج کی حالات

فرمایا کہ ابرو تھے وہاں بھی تو کشیدہ — تھی دونوں کمانوں میں جدائی کی اشارات

میں نے یہ کہا تھا سر دوش تھا کس کا — فرمایا نہ پوچھ اسکو وہ تھی اور ہی اک بات

کسنے لیا تھا بوسہ پاہائے مبارک — یہ تو مجھے بتلائیے اے قبلۂ حاجات

فرمایا وہ تھی عرش الٰہی کی جسارت — مانع ہوئی مجھکو روش حسن مراعات

میں نے کہا فرمائیے خلوت میں ہوا کیا — فرمایا یہ ہیں راز نہ کر ایسے سوالات

بہتر ہی کہ پڑھ مدح میں میری کوئی مطلع — تا خلق پہ ظاہر ہو ترا جوش موالات

مطلع

سایہ بھی جدا جسم سے ہوتا نہیں زرات — زور کشش حسن خداداد کی کیا بات

یہ کہکے ترے حلقۂ گیسو میں چلا دل — ہی آج ہمارے لیے معراج کی یہ رات

کیا ذکر مرا دل بھی ہی میرے تو زباں بھی — مشتاق رہے تیرے تکلم کے جمادات

سونے میں بھی وا چشم حقیقت نگری ہی — یکساں ہی ترے واسطے سب دن ہو کہ ہو رات

ہوں راز جلی یا کہ خفی تجھپہ ہویدا — تو دیکھ رہا ہی عقب و پیش کے حالات

تو شارحِ آیاتِ کتاب فتدلیٰ
خلوت کدۂ حُسن کی ہمراز تری ذات

ہر جامۂ نو قامتِ موزوں پہ مزیّن
کرتا ہے ترے پیکرِ نازک پہ مباہات

اللہ ری شوخی تری اک چشم زدن میں
طے تو نے کیے ہیں حجبِ عرش و سماوات

کس مُنھ سے کہوں کیفیتِ لذتِ تقریر
واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات

زلفوں سے تری چینِ جبیں کا ہے اشارہ
ہو معجزۂ شق قمر آئی ہے اب رات

کہتے ہیں اسی واسطے تجکو ابو الارواح
تھا نور ترا مظہرِ ارضین و سماوات

وہ مہرِ نبوت ہے نہیں سنگِ حرم کچھ
ہاں تو ہمہ تن کعبہ ہے اے قبلۂ حاجات

ہے قصد بناؤں گا الگ عرشِ محبت
کرتا ہوں بہم جمع تری راہ کے ذرات

کرتا ہوں ترے نام پہ ختم اپنا قصیدہ
دور صلوات اب ہو کہ ہے جوشِ موالات

محمود و محمد شرفِ عالم و آدم
میرِ عرب و میرِ عجم سیدِ سادات

نوید بعثت

کسی دن رونے والے بھی کوئی تمکو دعا دینگے
یہ کیا انداز ہے پہلو میں بیٹھیں گے رُلا دینگے

فلک کے مدّعی ہیں یہ نہ ان کو عرش سے مطلب
یہ وہ نالے ہیں جو سب دل کے پردوں کو ہلا دینگے

یہاں آئے تو خود آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے
جنھیں دعوےٰ یہ تھا ہم رونے والونکو ہنسا دینگے

نہ ہے قسمت توقع اُسنے اتنی بھی نہ تھی ہمکو
ہمارے شوق دیرینہ کو سُنکر مُسکرا دینگے

تصدق جائیے اس طرز دلجوئی کے اے حضرت
کسی کا خوں بہا لینگے پھر اُسکا خوں بہا دینگے

یہ سمجھے تھے کہ مر کر داد جانبازی ملے گی کچھ
یہ کیا امید تھی وہ شمع تربت بھی بجھا دینگے

خبر تو میرے مرنے کی کر دا اُنسے جو کہتے ہیں
صدائے قم باذنی دیکے مردوں کو جلا دینگے

لکھے جانامۂ پُر شوق کیوں مایوس ہوتا ہے
کسی اللہ کے بندے کو پیغمبر بنا دینگے

کہیں کیوں منھ سے ہم خود دیکھ لیں گے دیکھنے والے
مقابل حضرت یُوسف کے ہم تم کو بٹھا دینگے

جوانی کی ہے نیند اے سونے والے چین سے سونا
رسول اللہ کہہ کر خواب سے تجکو جگا دینگے

یوہیں بستر پر اپنے چین سے سوتا رہے گا تو
بشارت دینے والے تجھ کو پیغمبر بنا دینگے

مُبارک تجکو ہو کارِ نبوت جا مُبارک ہو
شب ہجرت کسی کو تیرے بستر پر سلا دینگے

سر کہسار چل تو لے کے اغنام ابو طالب
خدائی کا تماشا ہم وہاں چل کر دکھا دینگے

نبوت کی قبا بیوتی ہی جو خیاط قدرت نے
وہی پہنا کے تم کو صدر مجلس میں بٹھا دینگے

تماشا دیکھنا چاہو گے گر اسرار قدرت کا
تمہارے سامنے پردے حقیقت کے اٹھا دینگے

جو مشکل ہو گی کچھ تبلیغ احکام رسالت میں
ید اللہ کو تمہارا قوتِ بازو بنا دینگے

خدا کی سلطنت سے پاؤ گے تمغائے اعزازی
تمہاری دوش پر مہر نبوت بھی لگا دینگے

چلے مبعوث ہو کر تو نرالے ہو گئے تیور
نگاہیں بول اٹھیں ہم کفر کی ہستی مٹا دینگے

ستائشگر خدا ہے خود یہ جہال عرب کیا ہیں
تری جانکاہیوں کی داد یہ نا اہل کیا دینگے

کہا اسلام نے تاج رسالت سر پہ جب دیکھا
یہی وہ ہیں جو میرے نام کا سکہ بٹھا دینگے

پڑھے لکھے نہیں ہیں گو مگر یہ یاد رکھنا تم
علوم انبیا کے سیکڑوں دریا بہا دینگے

عبا میں لیکے اپنی پاک اولادوں کو یہ اکدن
نہیب رخ سے دل نجران والوں کے ہلا دینگے

انھیں کا حسن دلکش یہ سب معراج کہتا تھا
کرو گے ضد تو یہ ہلکا سا پردہ بھی اٹھا دینگے

جب آئیگا تمہارا روز بعثت دنیا میں
خدا رکھے عزیز مدح گستر کو بلا دینگے

سرجوشِ حرا

در حالات بعثت حضرت سرور کائنات ؐ

حُسن اے حُسن دل آویز ملاحت والے — ہوش میں آئینگے ہرگز نہ ترے متوالے

جلکے دکھلائیں ابھی جلوۂ گلزار خلیل — دیکھ لیں تجھ کو اگر سوز محبت والے

دیکھ لیں تیری جہانتاب تجلّی کو اگر — نقش دیوار بنیں عالم حیرت والے

سبزہ رنگی تیری سادہ نگاری پہ تری — زہر کھائے ہوئے بیٹھیں ہیں صباحت والے

صندلی رنگ ہوا ہو کہیں مہتابی حُسن — اب نظر میں نہیں جچتے ہیں یہ طلعت والے

ساختہ حُسن کجا حُسن خدا داد کجا — جانچ لیتے ہیں اِسے چشم بصیرت والے

حُسن جاوید بتا اب یہ تغافل کبتک — کروٹیں لینگے کہاں تک ترے فرقت والے

دل کا ہر داغ دہکتا ہوا انگارا ہی — تو سہی آگ لگا دیں نہ محبت والے

حشر میں تیری ضرورت ہی مگر ہی یہ خیال — آنکھ بھر کر تجھے دیکھیں گے قیامت والے

ہاں دُکھائینگے یہی آپکے نازک دل کو — قہر ڈھائینگے یہی آپ کے صحبت والے

دل کے زخموں پہ نمک تو نہیں چھڑکا جاتا
ڈال دے رخ پہ نقاب اپنی ملاحت والے

التیام دل گردوں سے فقط کیا ہوگا
در پہ بیٹھے ہیں ابھی اور جراحت والے

لے گیا جذبۂ دل تا بہ حجاب قدرت
پھر بھی پردے میں رہے ہیں شب وصلت والے

حسن اور حسن میں اک شان خود آرائی بھی
جان دیں تجھ پہ نہ کیوں وہ وحدت والے

راز داران محبت سے بیاں کر دینا
تم سے معراج میں جو کچھ کہیں خلوت والے

عمر بھر اُن کو نہ آئی تھی کبھی نیند ایسی
سوئے بستر پہ ترے یوں شب ہجرت والے

کی جو تیرے نگہ معجزہ پیما پہ نظر
دم بخود ہو گئے سب کشف و کرامت والے

دل کے داغوں کی نمائش مجھے منظور ہے آج
دیکھ لے ایک نظر مُہر نبوت والے

فرق نقطہ کا فقط ہے احد و احمد میں
کیا کہیں کیا نہ کہیں عالم کثرت والے

ہے یہی وقت پڑھیں آل محمد پہ درود
آج خاموش ہیں کیوں محفل عشرت والے

آج مکہ کی زمیں نے وہ شرف پایا ہے
دیکھتے ہیں نظر غور سے جنت والے

سر پہ آئے گا کوئی تاج نبوت رکھ کر
منتظر دیر سے ہیں سب در دولت والے

دل میں ہے شوق زباں پر ارنی کے نعرے
آج کچھ سوچ کے پھر آئے ہیں لکنت والے

مژدہ اے اہل نظر غار حرا سے نکلے
لے کے قانون خدا ساز شریعت والے

حب وصی کو ترے اک قوم نے مانا ہے خدا
کیا کہیں تجھ کو بتا عالم حیرت والے

تیرے ہر جلوہ رنگیں میں ہے برقی قوت
کیا نہ کھنچ آئینگے سب پردہ ظلمت والے

اگوندھی جائیگی پھر اب کوہ حرا کی چوٹی
تار نظروں کے لئے جاتے ہیں زینت والے

کپکپی جسم میں دل منزل اجلال خدا
آرہے ہیں عجب انداز سے بعثت والے

دل میں ہو جسکے خدا اسکا یہ نقشہ ہوگا
دیکھ لیں آکے ذرا معنی و صورت والے

تو وہ امی نہ پڑھا تو نے نہ اک حرف لکھا
نرگسوں تیری حضوری میں ہیں حکمت والے

وحی لیکر کوئی کہتا ہوا آتا ہے رسول
چونک اٹھتے ہیں صدا سنکے رسالت والے

لائے ہیں عرش معظم سے جو مکتوب حریر
سامنے آپ کے رکھتے ہیں امانت والے

جب ادھر علم الانسان زباں سے نکلا
شہر آباد ہوا ہو گئے حکمت والے

دل سے جس وقت پڑھا کلمہ مالم یعلم
عالم الغیب ہوئے مہر نبوت والے

سن صدا آتی ہے کیا رات کے سناٹے میں
کچھ بشارت تجھے دیتے ہیں بشارت والے

دشت ظلمت میں چراغ منزل بجھا
تجھ سے پائینگے مدد وادی غربت والے

روشنی تیز کر اے شمع شبستان عرب
تیرے محتاج ہیں اب پردہ ظلمت والے

بزم کثرت میں اٹھا چہرہ وحدت سے نقاب
منتظر دیر سے ہیں راہ ہدایت والے

اپنی قوت بھی تجھے دینگا جسے دیکھیں گے
چشم حق بین عبادت سے عبادت والے

کون وہ قائمۃ الدین علی اعلیٰ
جسکے بندے ہیں سب اقلیم شریعت والے

المدد یا اسد اللہ امام اوّل — تیرے محتاج ہیں یہ فاضل طینت والے

دور صہبائے سخن ختم کرو ختم عزیز
ہو گئے مست طرب محفل عشرت والے

نور ہدایت

در نعت زینت افزائے کاخ افلاک مخاطب بخطاب لولاک خاتم النبیین سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نہیں کٹتی شب فرقت لبوں پر گھٹ کے جان آئی
کہاں تک اے دل رنجور دعوائے شکیبائی

لکھی تھی تلخ کامی کیا ہمارے ہی مقدر میں
ہمیں اس دہر کے قابل تھی کیا ای چرخ مینائی

بلا سے کوئی مر جائے بلا سے کوئی رسوا ہو
اگر ہے امتحاں منظور تو کیا خوف رسوائی

بلا کا جذب ہر کافر ادا اس حسن دلکش میں
تری جانب سے پھرتی ہی نہیں چشم تماشائی

علاج داغ کرتا ہے بسعی کاوش ناخن
مقدر سے ملا ہے چارہ گر بھی مجکو سودائی

وہ کم ہی جو نہ ہو اس دل کا عالم وقت نظارہ
ترے نقش قدم کے جب ہزاروں ہیں تماشائی

مطلع

قدم رکھتے نہیں وہ ناز سے اللہ ری رعنائی
نظر یہ آگیا کس کا نشان ناصیہ سائی

خوشا قسمت کیا شرف زینت بزم میں اپنی
دل عشاق سے شیشوں کی جا ہی محفل آرائی

کسی پہلو قرار آتا نہیں اللہ ری بیتابی
ہوا ہے جب سے یہ دل اُس بُتِ کافر کا شیدائی

مطلع

میان رہگذر بیدم پڑا ہے تیرا شیدائی
دکھا دے جانے والے آج اعجاز مسیحائی

پڑے ہیں ہجر کے صدمے سے اتنے داغ سینے میں
کہ گن سکتا نہیں چاہے اگر کوئی تماشائی

اگر ہاں کر سکے احصا جو احمد کے فضائل کا
وہ احمد بعد حق زیبا ہے جس کو ناز یکتائی

پڑھوں رنگیں وہ مطلع بزم میلاد مُبارک میں
کہ سنکر وجد میں آجائے جس کو رُوح صہبائی

مطلع

مئے گلرنگ سے لازم ہے تجکو جام پیمائی
پلا دے پھول ساقی دیکھ وہ فصل بہار آئی

نظر ہے ہم سیہ کاروں کی ساقی جوش رحمت پر
خدا کا شکر قبلہ کی طرف کالی گھٹا چھائی

چھکا دے تشنہ کاموں کو جما دے رنگ محفل میں
پلا دے ساقیا سر جوش ریحانی و حمرائی

بفیض مدح ہو معراج آوازوں کو مستوں کی
سُنے صل علےٰ کا شور گوش چرخ مینائی

عزیز بادہ پیما دورِ مے کا وقت آپہونچا
پڑھو جب تک کوئی مطلع برائے محفل آرائی

مطلع

کسے زیبندہ ہی کون و مکاں کی مسند آرائی ۔ محمد رحمۃ للخلق آقائی و مولائی

یہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ سے ہوا ظاہر ۔ کہ تھی منظور حق کس درجہ ان کی عزت افزائی

ہوا کرتی تھیں باتیں راز کی پردے ہی پردے میں ۔ خدا تھا انکا شیدا اور خدا کے تھے یہ شیدائی

ابوالقاسم محمد شہسوار عرصۂ ایماں ۔ کہ جن کی خاک پا ہے چشم دل کو کحل بینائی

انھیں کے فیض سے ادریس علموں کے ہوئے واضع ۔ سلیماں نے کیا حاصل انھیں سے درس دانائی

دوبالا کیوں نہ شان و شوکت اسلام ہو جائے ۔ علی سا جب محمد کو برابر کا ملے بھائی

ملائک کہتے ہیں یا لیتنی کنت تراب آکر ۔ شب و روز انکے چوکھٹ پر ہی شغل ناصیہ سائی

چمکتا تھا انھیں کا نور پیشانی یوسف میں ۔ انھیں سے دیدۂ یعقوب نے پائی تھی بینائی

پلٹ آئے نبی معراج کی شب اتنے عرصہ میں ۔ کہ بستر گرم اور زنجیر در ہلتی ہوئی پائی

زہے عز و شرف کایں ہدیہ احقر قبول افتد ۔ طبق میں گوہر انجم لیئے ہی چرخ مینائی

گلستاں اُن پہ کیونکر آتش نمرود ہو جاتی ۔ نہوتے گر محمد کے خلیل اللہ شیدائی

پئے احیائے اموات آپ جنبش دیں اگر لب کو ۔ ابھی تو مردۂ صد سالہ میں پیدا ہو گویائی

وہ اندھے ہیں جو اسکو گردش گردوں سمجھتے ہیں ۔ نثار روضۂ شہ ہو رہا ہی چرخ مینائی

پڑھی ہی اسقدر اوراق گل میں مدح حضرت کی ۔ کہ ابتک خشک ہی نوک زبان خار صحرائی

عزیز آخر کہاں تک دورِ صہبائے سخن بس بس	دعا وہ مانگ اسدم خود اثر جسکا ہی شیدائی
الٰہی یہ خرابات جہاں آباد ہی جب تک	رہی جب تک کہ گردش میں فلک کا طاس مینائی
جناب مولوی ناصر حسین پاک طینت کو	بحق احمد مرسل مبارک محفل آرائی

شمع رسالت

آراستگی عروسِ مضامین بمدحت رحمۃ للعالمین المخاطب بطٰہٰ و یٰسین

اگر دیدار کا ہو شوق کہدو جا کے موسیٰ سے	لڑائیں کچھ دنوں آنکھیں کسی محو تماشا سے
خرام ناز نے کس کے یہ کی مشق مسیحائی	صدا آتی ہی کانوں میں لب نقش کفِ پا سے
ہماری خاک کے ذرے بہت بیتاب رہتے ہیں	قیامت ہی لگانا دل کسی خورشید سیما سے
کوئی یوسف لقا جب سے کہ آنکھوں میں سمایا ہی	اُچٹ جاتی ہی نیند افسانۂ خواب زلیخا سے
ہوئی ہے کسقدر گستاخ اے گرد نظر تو بھی	لپٹتی ہی جو دامان نقاب روے زیبا سے
ارادہ ہی کہ چل کر جلوہ گاہ ناز جاناں میں	ملے تو صبر یوں قرض اب کسی محو تماشا سے

کھٹکتے کب نہیں اے دوست دشمن کی نگاہوں میں
وہ تن جو ہو گئے ہیں سوکھ کر فرقت میں کانٹا سے

مطلع

لڑائے ذرہ ذرہ کیوں نہ آنکھ آہوئے صحرا سے
کہ اُبلی پڑتی ہے شوخی کسی نقش کف پا سے

خیال جنبش مژگاں لیلیٰ ہے جو صحرا میں
چلا جاتا نہیں کانٹوں پہ قیس برہنہ پا سے

اُسی کو ڈھونڈھتا ہے جلوہ گاہ ناز ہے جسکا
میں عاجز آگیا ہوں اب تو دل کے جوش سودا سے

وہ آئیں یا نہ آئیں شوق سے نے کی خانہ آرائی
ہوئی گلکاری دل خون ارمان تمنا سے

غبار اسکا ابھی تک ڈھونڈھتا پھرتا ہے لیلیٰ کو
الٰہی کیا تعلق تھا دل مجنوں کو لیلیٰ سے

وہ محو بیخودی تھے دیکھتے کچھ ہوش ہی کب تھا
عبث ہے پرسش انداز حسن یار موسےٰ سے

بہار آنے پہ جب کوئی کلی کھلتی ہے لالے کی
شکست قلب مجنوں کی صدا آتی ہے صحرا سے

جمال شاہد وحدت نے باندھی ہے ہوا ایسی
اُڑا جاتا ہے دل بن بن کے ہر اک ذرہ صحرا سے

ہے حسن و عشق میں اک اتحاد معنوی باہم
برآمد دونوں یہ گوہر ہوئے ہیں ایک دریا سے

بظاہر عشق ہے سرگشتہ صحرائے بیتابی
بباطن یہ نہیں لیکن جدا حُسن خود آرا سے

اِدھر ہے شوخیوں سے حُسن کو شوق حنا بندی
اُدھر رنگینیاں ہیں عشق کی خون تمنا سے

قیامت کی کشش رہتی ہے حسن و عشق میں باہم
اِک آفت کا تعلق عشق کو ہے حُسن زیبا سے

شب معراج کس خلوت میں محبوب خدا پہنچے
یہ جذب عشق تھا جسنے ملایا حُسن یکتا سے

حبیب کبریا جب پردۂ اسرار تک پہونچے
نثار اس جذبۂ بے اختیار شوق پر ہر دل
محمد رحمۃ للعالمین حسن خلق فطرت

اگر دریا دلی سے دین یہ قوت ناتواں کو
تمازت سے اگر خشکی میں ہو تکلیف زائر کو
مثال ہوش رنگ چہرۂ تصویر اُڑ جائے
اگر لے سبحۂ تزویر کوئی عہد میں انکے
کریں حکم سکوں جسدم رواں سیال فطری پر
زرافشانی کبھی حضرت نے کی ہوگی مگر ابتک
لکھے کوئی ستم تو تبسم کی صورت کریں پیدا
چمک تاروں میں خورشید و قمر میں روشنی آئی
سخاوت پر جو دست فیض گستر انکا مائل ہو
نہوتی آفرینش آپ کی مقصود اگر مولا
نہ رہتا بدر کو کاہیدگی کا خوف ہی بالکل
خلیق ایسے کہ سب اصحاب کو اپنا سمجھتے تھے

جدائی دو کماں یا کم کی تھی کچھ حق تعالیٰ سے
پلٹ کر ایک دم میں آگئے ہیں عرش اعلیٰ سے
محلّے جو ہوئے ہیں خلعت لیسین و طہ سے
عمود آسماں بنجائیں موجیں اُٹھکے دریا سے
چھپا دے مہر کو اک اک ذرہ اُٹھکے صحرا سے
بیاں ہو ایک شمہ گر نہیب روئے زیبا سے
جکڑ لے ہتکڑی بنکر وہ فوراً حکم مولا سے
نہ جنبش ہو قیامت تک کبھی پانی کو دریا سے
نکل سکتی ہے چاندی ذرہ ہائے ریگ صحرا سے
لکھیں عسرت تو عشرت ہو نمایاں فیض مولا سے
یہ پہونچا فیض طلعت آپکے رخسار زیبا سے
طلا معدن سے نکلے گنج گوہر قعر دریا سے
قیامت تک نہ پیدا کوئی ہوتا بطن حوا سے
جو کرتا اکتساب نور حضرت کے کف پا سے
ٹپکتی ہے محبت فقرۂ سلمان منا سے

جب اِنکے جسم کا سایہ امیر المومنیں خود تھے
زمیں پر کس طرح پھر سایہ پڑتا جسم والا سے

نہ کیونکر دوست سر سے فیض پہونچے خاکساروں کو
زمیں کا رزق ہے قطرہ نکلتا ہے جو دریا سے

غبار راہ حضرت ناز سے اُٹھ اُٹھ کے کہتا ہے
مجھے نسبت نہیں گلگونۂ رخسار حوا سے

گدائے آستان شاہ کو قدرت یہ حاصل ہے
بنائے کاسۂ دریوزگی اکلیل دارا سے

نبوت پر دلیل روشن و برہان قاطع ہے
قمر جو ہو گیا شق جنبش انگشت مولا سے

جو انکا فیض ہمت زور بخشے خاکساروں کو
ستون چرخ بنجائیں بگولے اُٹھکے صحرا سے

ابھی ہو ردکش آئینۂ خورشید ہر ذرہ
اگر حضرت بڑھا دیں مرتبہ ادنیٰ کا اعلیٰ سے

زمیں کو آپ کی تعظیم کی سجدہ عادت تھی
بگولے سرو قد اُٹھتے ہیں اب تک خاک صحرا سے

عزیزی نکتہ سنج آخر کہاں تک بدلہ گفتاری
سُن آواز قبول آتی ہے عرش حق تعالیٰ سے

بحسن فکر معشوق دعا کو دے وہ آرائش
اثر جاتے ہی لپٹا لے گلے شوق و تمنا سے

جہاں میں ہے جہاں تک ربط حسن و عشق کو باہم
تعلق روح وامق کو رہے جبتک کہ عذرا سے

رہے طاقت رہا جب تک اشارہ چشم دلبر کا
رہے بیچین روح قیس جبتک نام لیلیٰ سے

رہے اسلام روشن دہر میں خورشید کی صورت
الٰہی تیرگی ہو کفر کی نابود دنیا سے

مرات الصفا

در نعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہاں تک کی ہے اس طول شب فرقت نے غمخواری
جواب کاکل شبگوں بنی ہے رات اندھیاری

کسی آئینہ رُخ کا تصور اور بڑھتا ہے
مخالف دیکھ کر رنگ ہوائے چرخ زنگاری

کسی کی سُرمگیں آنکھوں سے مژگاں کی درازی کا
اِشارہ ہے کہ راتیں ہیں ترے بیمار پہ بھاری

سمایا ہے جو اِن راتوں کا سودا عشق کے سر میں
زمیں سے آسماں تک حُسن کی ہے گرم بازاری

وہ راتیں جو لگائیں نرگس مخمور میں سُرمہ
وہ راتیں جو بڑھائیں دیدۂ عاشق کی بیداری

یہاں مُنھ دیکھتی ہے زلف آئینہ میں عارض کے
نگار شب کی کرتا ہے قمر واں آئینہ داری

عرق بنکر ادھر جوشِ شباب اُبلا ہی پڑتا ہے
اُدھر پیشانی شب سے ہے شبنم کی گہرباری

معطر ہے یہاں پھولوں سے فرشِ خواب معشوقاں
مزیّن واں ستاروں سے فلک پر انجمن ساری

حسیں انگڑائیاں لیتے ہُوئے سونے کو جاتے ہیں
قیامت ڈھارہی ہے نیند میں وہ تیز رفتاری

بڑھائے جاتے ہیں سامان زینت پردۂ شب میں
چلی آتی ہے نیند آنکھوں میں کرنے ناز برداری

صبا زلفوں سے نکہت لے اُڑی تاریکی شب میں
بسانے کو دماغ نافہ ہائے مشک تاتاری

نہ سمجھو خال مشکیں اے حسینو اپنے عارض پر
دل شب آگیا ہے دیکھ کر انداز دلداری

وہاں پھولوں کو رنگ رُخ کسی کا کھینچ لایا ہے
یہاں ہی خون دل سے بستر فرقت پہ گلکاری

وہاں سر سرکشی ہنگام خواب ناز ہوتی ہے
گلوگیر اس طرف اپنی صدائے گریہ و زاری

یہاں ہی نالہ ہائے دل کو شوق آسماں گردی
نزاکت کو اُدھر آواز سے ہے میری بیزاری

یہاں اک شمع ہی وہ بھی بجھی جاتی ہی قسمت سے
وہاں ہی جلوۂ رُخ سے ہر اک جانب ضیا باری

وہاں امروز و فردا وصل کے وعدوں پہ ہوتا ہی
یہاں گن گن کے تارے کٹ رہی ہی زندگی ساری

وہاں وہ چھاؤں میں تار زلف کی مست خواب آسائش
یہاں لذت کش ایذائے فرقت محو بیداری

وہاں دور شراب سرخ سے محفل طرب آگیں
یہاں سیلاب خون دل ہی وقف شغل بیکاری

مطلع

خیال نرگس مخمور میں ہے بیخودی طاری
مری دیوانگی کو بھی سمجھیے عین ہشیاری

وہ چشم سرگیں رحمۃ للعالمیں جس کی
محبت اہل دل کو ہی دلیل بخت بیداری

ابوالقاسم محمدؐ یکہ تاز وادی ایماں
جو تھا معراج میں خلوت نشین ایزد باری

وہ ہی فرمانروائے کشور دیں باعث فطرت
ملائک کے لئے ہی فخر جسکی کفش برداری

نگارستان کن میں ذات اُسکی نقش اول ہی
اسی کے کلک نے کی صفحۂ فطرت پہ گلکاری

نہ معمار ازل کرتا جو شرکت نور حضرت کی
عناصر کی نہ اُٹھتی تا قیامت چار دیواری

عناصر میں اگر جاری ہو حکم اتحاد ان کا
فروزاں صورت اصلی رہے پانی میں چنگاری

نہ ہوتا انفکاک سایہ گر جسم منور سے
کہاں یہ چادر مہتاب میں ہوتی ضیا باری

دل ہر ذرہ رشک گنج قاروں ہو زمانے میں
کرے گر جود حضرت خاکساروں کی مددگاری

شمیم عطر لطف انکی اعانت گر نہ دے اُس کو
نہ ممکن ہو کبھی غنچوں کو نکہت کی گرفتاری

بتوں کی طرح ہو جاتے دل عشاق بھی پتھر
سکھاتے گر نہ اخلاق آپ کے طرز وفاداری

اگر ہو شام مدفن ناگواران کے محبوں کو
تو صبح خلد سے بدلے سفیدی کفن ساری

زلیخا دیکھ لے چشم بصیرت سے جو حُسن انکا
نظر یوسف پہ شرع عشق میں ہو پھر گنہگاری

حجاب ناز نے پیدا کیا انداز محبوبی
شب معراج فصل دو کماں تھا گو بدشواری

نہ پائی کوئی رہنے کی جگہ جب عہد حضرت میں
حسینوں کی نگاہوں میں چھپی جا جا کے عیاری

شمیم زلف عنبر بار حضرت عاریت لیکر
رکھی ہی مشک نے تاتار میں دکان عطاری

نوید آمد شہ سُن کے میدان قیامت میں
کرینگے سب سے پہلے حضرت آدم جلوہ داری

ہوا کا بھی گذر مشکل ہو یوں مملو ہو سب عالم
جو ہو دست عطائے شاہ سرگرم گہر باری

قمر جو شق ہوا تھا جنبش انگشت حضرت سے
اسی کے ڈر سے ہی کاہیدگی کی اُس کو بیماری

پڑے گر تیرہ رویوں پر ضیائے نقش پا انکی
رُخ زنگی کرے مہر مبیں کی آئینہ داری

مقابل نور احمد کے نہ یکتائی کا دعوے ہو
عیاں شق القمر سے ہے یہ راز ایزد باری

مٹا دیں صفحۂ ہستی سے حرف ظلم اگر حضرت
کریں معشوق خود عاشق کی اپنے ناز برداری

جو اس عنصر خاک و ہوا اب تک پریشاں ہیں
دکھائی تھی فرس نے انکے اک دن تیز رفتاری

اسی سے آج تک دیتے ہیں بوسہ سنگ اسود کو
کہ شاید سایۂ چشم رسول اللہ ہو ساری

نہ ہوتا گر احد سے فرق اک نقطہ کا احمد میں
تو بیشک ذات حضرت تھی شریک ایزد باری

زکوٰۃ حسن حضرت روز فطرت حق نے بخشی تھی
اسی سے خسرو خاور کی ہے یہ گرم بازاری

جلا دے آتش برق اسکو مثل پنبہ اک پل میں
خلاف مرضی مولا جو برسے ابر آزاری

مثال ذرہ ہو وسعت گہ تخییل سب عالم
دکھائے اسپ تازی آپ کا گر تیز رفتاری

نہ بنتا سنگ و آہن میں جو سایہ آپ کا جوہر
نہ آئینوں میں ضو ہوتی نہ تیغوں میں شرر باری

اگر کچھ حسرتیں ہوں دل میں ان کو بھی بیاں کر دو
غنی بذلہ گو تا چند اب یہ بذلہ گفتاری

شکست رشتۂ جاں سے محمدؐ کی صدا آئے
محبت آپ کی تا نزع یوں تن میں ہو ساری

حریر خلد ادھر روح الامیں ہاتھوں پہ رکھے ہوں
ادھر ہو روح کو شوق لقائے رحمت باری

بلاتی ہوں ادھر اٹھ اٹھ کے موجیں حوض کوثر کی
ادھر ہو تربت دیدار حضرت کی طلبگاری

سنگھاتی ہوں ادھر گھبرا کے حوریں نکہت گیسو
مشام جاں ادھر خوشبو سے انکی مشک تاتاری

ہنیئاً کہہ رہے ہوں جام بر کف ساقی کوثر
ادھر مخمور حب مصطفی کو جوش میخواری

ید قدرت ادھر دیتا ہو چھینٹے آب کوثر کے
ادھر ہو طالب دیدار حضرت پر غشی طاری

شارع الاسلام

نادم ہیں بتکدے کے جلوہ دکھانیوالے
اے طور دل پہ ہنسکر بجلی گرانے والے

خوش ہیں کہ التیام زخم فلک کرینگے
ہنس ہنس کے زخم دل میں ٹانکے لگانیوالے

اب ہو گئے ہیں وہ بھی نذر شب جدائی
تھے دلمیں چند قطرے طوفاں اُٹھانیوالے

کیونکر بڑھا رہا ہے تو نور معرفت کو
اے میری خاک دل کا سُرمہ لگانیوالے

انگشت حیرت اپنے دانتوں میں کیوں دبائی
مایوس دل میں یہ تیر ناوک لگانیوالے

ہے وقت دم شماری بھیجیں کسیکو جلدی
یا خود ہی آئیں دم بھر بالیں پہ آنیوالے

اللہ رے حسن تیرا تجھ پر کا دل یہ سیجا
اللہ رے تیرا جلوہ جلوہ دکھانیوالے

دل سے ہمارے بڑھ کر کیا عرش میں ہیں جلوے
اے حسن خود نما کو ہم سے چھپانیوالے

قوسین تک بلایا اب کیا گلے لگالیں
کب تک منانے جائیں آخر منانیوالے

ہوتا ہے خاص لہجہ کرتے ہیں جبکہ باتیں
شیرینی سخن کا سکہ بٹھانیوالے

سب راز کھلگئے جب اتنا سا پردہ کیوں ہو
وہ بھی حجاب اُلٹ دے اے ناز اُٹھانیوالے

محبوب نے ترے کی یوں دین کی اشاعت
ہیں دل ہی دل میں نازاں اسلام لانیوالے

گہری نظر سے دیکھو تاریخ کو عرب کی
تھے کیسے کیسے ظالم فتنے اُٹھانیوالے

انسان تھے بظاہر باطن میں تھے بہائم
دن رات بدعتوں کے طوفاں اُٹھانیوالے

تو نے بدل دیئے سب اخلاق اُن کے آکر
تاریک جنگلوں میں مشعل دکھانیوالے

بیشک تری ضرورت تھی کور باطنوں کو
ہاں اے عرب کے دل پر سکہ بٹھانیوالے

اسلام نقش تیرا وہ نقش دیر پا ہے
مٹ جائیں گے جہاں سے تجکو مٹانیوالے

اے جلوۂ مجسّم جذبات صادقہ کے
کھنچتے نہ تیری جانب کیونکر زمانیوالے

اخلاق کے اثر سے کرتے ہیں دل مسخّر
شیرینی سخن کا شربت پلانیوالے

اے آب تیغ تجھ سے کیوں سینچتے یہ گلشن
نرمی سخن سے کلیاں کھلانیوالے

اسلام کی اشاعت باتوں میں کر رہے ہیں
اعجاز لب سے اپنے مردے جلانیوالے

نامی مورخوں نے یورپ کے کیا لکھا ہے
دیکھیں تو چشم دل پر عینک لگانیوالے

قدسی صفت عرب کا وہ اک یتیم بچہ
کسطرح لائے ایماں اُس پر زمانیوالے

صرف اسکی راستی پر صرف اُسکے موعظے سے
آئے ہیں راہ حق پر دنیا میں آنیوالے

شدت سے ایک قوت تھی موعظ میں اُسکے
دبدب گئے جہاں میں سب کو دبانیوالے

جو کچھ کہا زباں سے دل سے کیا وہ تو نے
تھرّا کے رہ گئے سب تیغیں اُٹھانیوالے

پڑھوا دیا ہے کلمہ تو نے بڑے بڑوں کو
ہنگام گل فشانی کو شر بہانیوالے

مقیاس دین کامل کرتا ہے ناز تجھ پر — اے گرمی نگہ سے پارہ بڑھانیوالے

اے روح ذی سکینہ اے راستباز بندے — ہوتا نہ تو تو لاشے تھے یہ زمانیوالے

انسان فطرتاً تھا محتاج رہنمائی — اے خضر راہ بنکر رستہ بتانیوالے

روحوں کو اہل دل کی چونکا دیا ہے تونے — صبح الست اٹھکر جلوہ دکھانیوالے

تکبیر کی صدا کو دل سے کبھی سنا ہے — مغرب کے فلسفے کا ڈنکا بجانیوالے

تلوار سے زیادہ خنجر سے تیز تر تھے — توحید کے وہ فقرے دلمیں درآنیوالے

قرآن دین حق کا وہ زندہ معجزہ ہے — ابتک تو مثل اسکا لائے نہ لانیوالے

فاتوا بسورۃ کا جب اشتہار نکلا — عاجز ہوئے ادب کے دریا بہانیوالے

ہے محضر رسالت ہر ایک صفحہ اسکا — کرتے نہ پیش کیونکر اسناد پانیوالے

آخر لبید نے بھی کی ترک بت پرستی — حیران تھے شاعری کے جھنڈے اڑانیوالے

سمجھے کہ تجکو قدرت کتنی ہے اور کہاں تک — اے حسن سے قمر کے ٹکڑے اڑانیوالے

اللہ رے حسن تیرا اللہ رے نور تیرا — اے بتکدہ کی رونق سمعین بجھانیوالے

اس چشم سرمگیں سے ہوں کانظر ادھر بھی — ہاں اے بنا و کر کے خلوتمیں جانیوالے

پتلی ہے سنگ اسود اور اسکا نور تو ہے — نور نظر پہ نازاں کعبہ بنانیوالے

آنکھوں میں خیرگی ہے وہ نور دیکھتے ہیں — تحت کسا اجازت پاتے ہی جانیوالے

دیکھو تو انکے چہرے اللہ ری جلالت — کوہِ گراں کو حسنِ رُخ سے ہلانیوالے

اِک نفسِ مطمئن کے مرکب بنے ہوئے تھے — بالواسطہ تبانِ کعبہ گرانیوالے

پیدا ہوئے محمدؐ دی کفنے کے صدایہ — زندہ رہیں الٰہی میرے مٹانیوالے

تجھ سے ملی خدا کو اِک لذتِ خدائی — اے جوشِ معرفت کے دریا بہانیوالے

تھی نفسِ مطمئن کی یہ بھی کرشمہ سنجی — ہجرت کی شب کسی کو تنہا سُلانیوالے

اے بیت اُم ہانی تیرے بلند معنے — سمجھے ہیں دل ہی دل میں معراج پانیوالے

کعبہ تھا لفظ مہمل نقطہ اگر نہ ہوتا — قربان اہلِ معنی معنے بنانیوالے

نقطے سے ہو رہے ہیں اِک مُہر کو فروغ اب — نقشِ قدم سے اپنے سکہ بٹھانیوالے

مُہر نبوت اُس پر یہ نقطہ ہے نگینہ — صنعت پہ اپنی نازاں خود ہیں بنانیوالے

کب تک عزیزؔ آخر دورِ سخن بس
خود لڑکھڑا رہے ہیں اب مے پلانے والے

درۃ البیضا

گہر ریزی خامہ بمدح انسیہ حور شفیعہ روز جزا سلام اللہ علیہا

بہار برشکال آئی کدھر ہے ساقی مہرو
جگا دے آج کی شب تو ذرا چلتا ہوا جادو

گھٹائیں ہر طرف اُمڈی ہوئی برسات کی راتیں
معاذ اللہ پھر اسیر دل اسیر حلقۂ گیسو

برستا ہو لگاتار آج پانی بھر گئے جل تھل
ستم ہو اب بھی پیمانہ ہمارا گر نہ ہو مملو

بہار آ کے جوشِ باطنی کو تیز کرتی ہے
میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے ہیں متصل آنسو

نتیجہ دیکھئے کیا ہو نمو کے جوش کا یارب
کہ ہر ہر سانس میں بڑھ جاتا ہو خون اب کئی چلو

نوید فصل گل سے ہو گئیں روحیں طرب آگیں
رگوں میں خون تازہ دوڑنے پھرنے لگا ہر سو

چلے ہیں جھومتے سر در ہوا مستانِ میخانہ
گلابی سا خمار آنکھوں میں ہو دیپہر نہیں جا بو

مرتب ہو چکا ہے ساز و برگ بادہ پیمائی
میں پیتا جاؤں اور پیمانہ دیتا جائے مجکو تو

نشاط روح کا اندازہ کر متوالی آنکھوں سے
کہ ہیں ہر رنگ کے پھولوں سے آغوشیں میں مملو

قبا کی آستینیں دوش تک الٹے ہوئے زاہد
چلے ہیں جدول گلشن کی جانب بہر شست و شو

بسیرے لے رہیں شاخ گل پر طائر آ آ کے
وہ زیر و بم صداؤں میں وہ اُنکے نغمۂ دلجو

اُڑائے دیتے ہیں دل کو ہوائے سرد کے جھونکے
گناہ بادہ نوشی واعظ اب بھی کیا نہیں معفو

اُٹھا لائی ہے بستر سے مریضان محبّت کو
صدائے بلبل شیراز و صوت نغمۂ تیہو

دم نظارگی خونِ جہندہ جوش کھاتا ہے
فضائے سبزہ ریوں بھر رہی ہیں چوکڑی آہو

شعاعِ مہرِ عالمتاب گویا نقش زریں ہے
کیا کرتی ہے زحمت نوجوانان چمن اُتو

حسینوں کو دم گلگشت ہے یہ شغل دلچسپی
قبائے سبز کے دامن میں باندھے جاتے ہیں جگنو

سنی سنبل کی شہرت ساعت مشاطگی آئی
اُٹھے معشوق بہر اہتمام زینت گیسو

ادب سنجان میخانہ ہوئے ہیں جمع اُٹھ ساقی
وہ ڈیرے بادہ آشاموں نے ڈالے ہیں کنار جو

میان مجلس دُردی کشاں اِک طرفہ صحبت ہے
ہوا ہے جمع ہر طبقے کا اک اک شاعر خوشگو

لئے اک ساتگیں اور اک صراحی ہاتھ میں اپنے
ہم ایسے لاابالی رند بھی بیٹھے ہوئے اِک سُو

کہ لائے چند شاعر اک نگار ایشیائی کو
کہ جسکے چشم وحشت خیز سے رم خوردہ ہو آہو

مگر ہنستے ہوئے کچھ مغربی شاعر بھی آئے ہیں
کہ دیکھیں حُسن سے ہوتا ہے دل کسطرح بے قابو

یکایک اُس ستم پیشہ نے چہرے سے نقاب اُلٹی
ہوئی وہ بزم عشرت رشک بزم گلشن مینو

نگاہیں ہیں کہ اِک پیمانۂ زہر ہلاہل ہیں
ہیں افعی کاکلیں اور عقرب جرّارہ ہیں ابرو

ہے خال اِک مشکدانہ اور بادام سیہ آنکھیں
رُخ رنگیں ہے سیب اور شمع بینی ہے گل شبو

بنفشہ زار ہے رُخِ مخطط اُس ستمگر کا
دہن پستہ ہے لب خرما زنخداں مثل شفتالو

وہ چشمک چشم افسوں ساز کی اللہ ہی اللہ ہے / جگاتی رہتی ہیں جو رات بھر سوتا ہوا جادو

حنائی ہاتھ ہے اللہ ایسا پنجۂ مرجاں / دماغ اہل مشرق حسن سے جسکے ہے بے قابو

ہیں ساعد شاخ گل غبغب بھی بازو ترازو ہیں / کہ جس میں تولتا ہے حسن کے انبار وہ دلجو

وہ دنداں دانہائے نار ہیں یا گوہر و ژالہ / تبسم شکریں لیکن سخن میں ترشی لیمو

یہ سب کچھ ہے مگر غائب دہن بھی ہے کمر بھی ہے / وہ ہے صفر عدم اور یہ ہے اک باریک تار مو

کبھی وہ جوہر فرد اور کبھی ہے نقطۂ فرضی / کبھی یہ اک خیالی خط کبھی عکس رگ گیسو

سراپا میں کبھی ہے چشم دکان دارو فروشی کی / مسیحا وہ کبھی بیمار کا اپنے کبھی دارو

کبھی اُس سبزہ زار حسن میں پیدا جڑی بوٹی / کبھی وہ نخل قامت اک طلسم گلشن مینو

خدا رکھے ہم ایسے چاہنے والوں کو دنیا میں / چھپایا خود ہی دل اور جس کو چاہا کر دیا دلجو

مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ گویائی / مگر تشبیہ کا اُٹھانا خطا اے شاعر خوشگو

نظر کر جادۂ فطرت سے کتنا دور جاتا ہے / یہ مانا ہمنے اغراق و غلو ہیں صنع کے پہلو

ہزاروں بار خود دن بھر میں مرتے اور جیتے ہیں / خوارق تو ازل سے ہو گئے ہیں داخل خو بو

تصور جب کبھی دست حنا بستہ کا آتا ہے / لہو بڑھ جاتا ہے بیمار فرقت کا کئی چلّو

ہزاروں دیدیے دشنام اپنے جذبۂ دل کو / رقیب روسیہ کے گھر اگر وہ ہو گیا مدعو

نکل آئے وہیں تارے نظر میں چاندنی چھٹکی / جب آیا حُسن کے افشاں انکے غنچانہ میں وہ مہرو

شہودی ہوگئے گر فکر معشوق حقیقی میں — لگائی بیٹھکر اکثر جو ضرب نعرۂ یاہو

ارے بدمست باز آ ایسے تخیلات فاسد سے — نہ پھر دیوانہ وار اس وادی الفت میں تو ہرسو

کہاں تک خار خار ذوق مژگان جگر گستر — رگ جاں میں چبھے گا تیرے کبتک نشتر ہر مو

خریدا ہے اگر یہ درد سر بازار الفت میں — جبیں پر صندل عرفاں لگا اور دو کر کا ہو

کوئی قم کہدے اور جی اٹھیں ہم یہ غیر ممکن ہے — مگر ہاں جنمیں یہ قدرت ہے وہ ہیں اور ہی مہرو

ارے مجنوں یہ دریا ہے نہ ہے یاں گوہر مقصد — چمک کر تجکو دھوکا دے رہی ہے نجد کی بالو

پریشاں دل کو ذرے کر شب گیسوئے دلبر میں — نظر آئیں گے تجکو پھر چمکتے ہر طرف جگنو

مٹا دے چھائیاں شیشے کی انفاس حقیقت سے — اسی کو دلمیں دیکھے گا کہ جسکو ڈھونڈھتا ہے تو

ذرا شمع ولایت لیکے گھوم اس کعبۂ دلمیں — تو پھر اے بیخبر معلوم ہوگی وسعت مشکو

اگر قوس ہلال عید عرفاں دیکھنا چاہے — تو دلپر نقش کر لے اس عفیفہ کا خط ابرو

ذکیہ طاہرہ ام الفضائل فاطمہ زہرا — کہ ہے سررشتہ ایجاد عالم جسکا ہر اک مو

فلک پر ہے ہلال یکشبہ فیضان عکس اسکا — زمین پر ذوالفقار ادنیٰ سا ہے اک پرتو ابرو

معطر کر دیا ہے اس نے رخت آفرینش کو — نہ کیونکر عطر پیغمبر ہو اس کے جسم کی خوشبو

ید اللہ سا ہے شوہر اور محمد سا پدر جسکا — ملے ہیں شبر و شبیر سے دو قوت بازو

زہے جذب امامت آپکے فرزند کی خاطر — خود اپنا بچہ لیکر حاضر خدمت ہوا آہو

حدیث بضعۃ منی سے جذب دل ہی وابستہ
رگ جان پیمبر کیوں نہو ہر رشتہ گیسو

رسول اللہ جب فردوس کے مشتاق ہوتے ہیں
تو آکر سونگھتے ہیں سیّدہ کے جسم کی خوشبو

بباطن حوریہ ہیں اور بظاہر ہیں یہ انسیہ
احادیث دیگر اس راز سربستہ سے ہیں مملو

معما بن کے نوران کا رہا سیب بہشتی میں
کیا جب نوش احمدؐ نے کھلا وہ عقدۂ دلجو

قریشی عورتوں کو اور فرزندان ہاشم کو
طلب بنت خویلد نے کیا ہی دل ہی بے قابو

بھڑکتے ہیں اُدھر انکار کے شعلہ زبانوں سے
شقاوت سے جہنّم ہو رہا ہے قلب کینہ جو

تردّد ہے ادھر آثار وضع حمل پیدا ہیں
خدیجہ دیکھتی ہیں یاس کی نظروں سے اب ہر سو

طلسم قدرت حق ٹوٹتا ہے ناگہاں دیکھو
تجلّی زار مثل دشت ایمن وسعت مشکو

یہ سارہ ہیں یہ مریم اور یہ ہیں خواہر موسیٰ
یہ حوریں آب کوثر لیے ہیں بہر شست و شو

کہ آئیں سیّدہ کتم عدم سے بزم صوت میں
ہر اک کاشانۂ مکہ ہوا انوار سے مملو

ہر اک سو برق چمکی خندۂ حوران جنّت سے
فراز عرش و کرسی تک گیا آوازۂ صلّوا

رُخ روشن سے ظاہر تین بار اک نور رہتا ہی
جمال سیّدہ ہے حسن بے نگار نگ سے مملو

یہ وہ ہیں دست بوسی جنکی خود فرماتے تھے حضرت
یہ وہ معصومہ ہیں جن میں محمد کی ہی سب خوبو

یہی وہ قانعہ ہے جسنے فاقوں پر کئے فاقے
یہی وہ صابرہ ہے جسکا زخمی کر دیا پہلو

یہی وہ زاہدہ ہے اور یہی ہے ایسی مرضیہ
کہ جس نے مکتب تقویٰ میں اوّل تہ کیا زانو

لہو ہاتھوں کا چوب آسیہ تک بہ کے آیا ہی
مگر جز شکر کچھ کہتی نہیں معصومۂ خوشخو

وہ شہزادی کہ جسکے موکب اجلال کے آگے
ملائک سے سنیں گے اہل محشر نعرۂ غضوا

یہ وہ مریم ہے جسکی عمر وقف خاکساری تھی
اٹا سب گرد میں ملبوس اتنی گھر میں دی جھاڑ دو

رہی ہیں اسقدر استادہ محراب عبادت میں
کہ پاہائے مبارک پر ورم ظاہر ہوا ہر سو

بہنگام ریاضت دیکھتے تھے جب رسول اللہ
تو خود حضرت کی بھی آنکھوں سے جاری ہوتے تھے آنسو

شہیدان احد کا مقبرہ اور آپ کا رونا
قیامت تک رہیگا یاد اے معصومۂ خوشخو

بھلا پھر کون ہوتا سیدہ کا کفو دنیا میں
نہ ہوتا گر امیر المومنیں سا بندۂ نیکو

پیمبر کس لئے کرتے نہ تعظیم اپنی بیٹی کی
کہ تھیں ام الائمہ خلق میں معصومۂ خوشخو

یہ وہ ہیں جنکے خدام ادب کی بھی یہ خاطر تھی
کہ اترا چرخ سے اک دلو آب تازہ سی مملو

در دولت پہ پہلے فاطمہ زہرا کے جاتے تھے
سفر سے جب کبھی تشریف لاتے تھے شہ خوشخو

مسلماں ہوگئے اسی یہودی دیکھ کر جس کو
یہ کیسے نور سے تھی چادر اقدس تری مملو

بہت تھا اپنی خلقت پر تمہیں ناز آدم و حوا
سریر خلد پر دیکھا کسے کیوں دل ہی بے قابو

خدا شاہد ہے اس معصومہ کے وادی مدحت میں
کچھ اپنی عقل چیرہ دست پر میرا نہیں قابو

قسم اس رب عزت کی کہ جسنے جان بخشی ہی
شکستہ پا ہوا اس وادی میں میری عقل مدحت جو

قسم حق محمد کی حضوری اسلئے چاہی
در رحمت سے تا دامان عصیاں کو کروں مملو

اگر ہوں لائق بخشش تو دنیا گوشۂ چادر
عزیزِ خستہ دل کو ہے شفاعت آپکی مرجو

جہنم میں بھی جاؤں گر تو تیرے حکم سے جاؤں
کہ وہ بھی ہوگا میرے واسطے اِک گلشن مینو

عطر عروس

درحالات عروسی انسیہ حورا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

عروسِ شب نے حجلے میں بانداز حیا پرور
نکالی معجر گلدوز بہر زینت پیکر

شفق کے پردے میں جب ہو چکی رسم حنا بندی
لگایا وسمۂ شب رنگ ماہِ نو کے ابرو پر

صحیفہ رُخ کا کھولا سورۂ اخلاص پڑھتے ہی
وہ نکلا آرسی مصحف کو مہتاب آئینہ لیکر

مہ نو نے کئے تحریر انگشت حنائی سے
حروف سورۂ نور آکے پیشانی گردوں پر

ہوئی آراستہ لیلائے شب کی زلفِ مرغولہ
بھری جب کہکشاں نے مانگ چنکر ریزہائے زر

ہلال یکشبہ نے اسطرح گھونگھٹ نکالا ہے
دُلہن اک شب کی بیاہی جیسے نہوڑائے ہو نیچا سر

عروس نو کے چہرے پر چنی ہو جسطرح افشاں
جبیں چرخ پر چھٹکے ہوئے ہیں اسطرح اختر

فضائے حجلۂ گردوں سے باصد ناز و رعنائی
رواں ہے کعبہ اوڑھے لیلی شب آ گئی باہر

زحل نے پھر یہ ثابت کر دیا شکل عروسی کو
نشاط افزا ہوا اس شب میں دور چرخ سرتاسر

اسی شب کی سیاہی ہی سواد کاکل یوسف
اسی کی تیرگی ہے روکش خال رخ قنبر

دھواں آہ زلیخا کا اسی نے بھر کے محل میں
لگایا جا کے سرمہ چشم ماہ مصر میں اکثر

کیا یوں پردۂ لیلے میں اسنے قیس کو مجنوں
سب اسرار کتاب عشق اسکو ہو گئے ازبر

کیا ہر ہفت ہر خاتون نے اپنی اپنی خلوت کو
شبستان جہاں حجلہ عروسی کا بنا یکسر

یہ عشرت خانۂ عالم میں یا رب دھوم کیسی ہے
وفور شوق میں کھولے ہوئے ہو آنکھ ہر اختر

کواکب سے ہوئی زنگولہ بندی پائے زہرہ میں
مہیا کر رہا ہے ساز عشرت چرخ رامشگر

بزور عاشقی بالیں پریستان شب فرقت
اٹھے ہیں ٹیک کے ہاتھوں کو اپنے یا علی کہہ کر

یہ حالت دیکھ کر رنگ وفا پھیلا حسینوں میں
کہ بھر کر پھول دامن میں چلے ہیں قبر عاشق پر

چلے ہیں یاسمن کے پھول لیکر وہ ادھر گھر سے
ادھر چھٹکی ہوئی ہے چاندنی گور غریباں پر

بڑھا کھتا سر مدفن کوئی کھولے ہوئے گیسو
ارے او سونیوالے اٹھ کے دیکھ اس رات کا منظر

تاسف ہے ہمیں ای کاش ہوتا تو بھی پہلو میں
کہ بے عشاق کے ممکن نہیں آسایش دلبر

وفا نے یاد دلوائے کرشمے جذبۂ دل کے
ندامت ہے جفاؤں کو مری تجھ سے وفا گستر

بہار زخم دل اور آہ پر تاثیر یاد آئی
چڑھائے پھول بھی میں نے جلائی شمع بھی آکر

نہ بھولے گی مجھے وہ در پہ تیری ناصیہ سائی
قسم ہے سنگ کعبہ کی ہوا تھا دل مرا پتھر

نہیں بھولیگا اے بالیں پرست خواب تنہائی
وہ سستی ڈالنا تجھ پر مرا انگڑائیاں لیکر

کبھی جب یاد آتا ہے تو پہروں دل دھڑکتا ہے
وہ کرنا سینہ کوبی ماتم دل میں ترا شب بھر

وہ تیرے گریۂ بے اختیار شوق کا عالم
وہ میرا دیکھنا روتی ہوئی صورت تری ہنسکر

لحد بھی تیری ٹھکرائی مگر پھر بھی نہ تو چونکا
یہ دل میں ہے یوہیں رہنے دیں تجکو تا دم محشر

نہیں تو خشت بالین لحد سے سر اٹھا غافل
شب صبح امید آئی تری قسمت ہوئی یاور

وہ شب جو شام داغ عشق کا ہے ہو بہو نقشہ
سیاہی میں نظر آتا ہے جس کی جلوۂ دلبر

یہی شب ہے سیاہی جسکی کوہ طور کا کاجل
اسی میں ہر مراد طالب دیدار ہے مضمر

اسی شب کی سیاہی یوسفستان ملاحت ہے
اسی کی تیرگی ہے عنبر گیسوئے پیغمبر

یہ شب اس کوچۂ ناسور دل میں سیر کرتی ہے
رہے دائم جو لبریز تجلی رخ دلبر

وہ ہم زلف سواد لیلۃ القدر آجکی شب ہے
کہ آئے جسکے پردے میں ملائک سطح گیتی پر

سما لیلۃ الاسرٰی کا اس شب میں ہوا ظاہر
کسی کو تاج رکھے سر پہ دیکھ آئے تھے پیغمبر

مراد معنئ نور علیٰ نور آئی دنیا میں
کہ ہونگے آجکی شب نور کے دو پیکر ہمبستر

انھیں دونوں میں اک سر چشمۂ نور ولایت ہے
ہوا والنجم نازل جس کی تصدیق وصایت پر

ستارہ ٹوٹ کر آیا نگاہ شوق کی صورت
پئے نظارۂ حسن و جمال نفس پیغمبر

وہ مالا موتیوں کا دست اعرابی میں یاد آیا
نظر میں پھر گیا وہ آسیا کا خود بخود پھرنا
کسی خاتون کا تخت کسا جانا نظر آیا
میں سمجھا باعث تسمیہ زہرا جو ہیں دیکھا
منام ماہ کنعاں کا ہوا پھر دو عالم میں
ہوئے گیارہ ستارے اور خورشید و قمر ساجد
اٹھو سقوں حجاب آسماں آنکھوں کے آگے سے
بفرمان الٰہی منتظر ہے چشم نرگس سے
جو ہیں حوروں نے کھولی بال بہر زینت گیسو
بڑھ کر سی نظارہ طلسم نقش کن ٹوٹا
قریب بیت معمور اک عجب عالم نظر آیا
ملائک کو سکھائے جیسے سما جا کے آدم نے
ہوئے شوق لیے چل ہم بھی یہ خطبہ دراس لیں
کہ عقد نور ہو اب نور سے عرش بریں بھی
خوشا وہ خطبہ خواں تلمیذ ارشد ہے جو نوشہ کا

تجلی عقد پروین کی نظر آئی جو گردوں پر
نظر آیا جو دور آسیائے چرخ دوں پرور
چھپا جب نجم تاباں کوئی زیر چادر اخضر
جمال کوکب دری میان حلقہ اختر
کہ خواب ناز میں ہے عالم انوار کا منظر
ادائے شکر نعمت میں حضور خالق داور
نظر آنے لگا سب گلشن فردوس کا منظر
کسی کے شوق میں باغ بہشت آراستہ ہو کر
مقابل رخ کے رکھا سر نے آئینہ کوثر
کھلے اسرار پنہانی کے معنے خیز دو سو فتر
نگاہ شوق بسمل ہو گئی دیکھا جو یہ منظر
کیا ہے نصب پھر رضوان جنت نے وہی منبر
امین وحی نے پایا ہے حکم ایزد داور
فرشتوں کی گواہی ثبت کیجائے سر محضر
زہے وہ عقد جسکا خود ولی ہے ایزد داور

خطیب منبر آدم تری عذب البیانی سے — طرب انگیز موجیں لے رہا ہے چشمۂ کوثر

نثار اس عقد پر سو دل عروس پارسائی کے — تصدق ماسوا اللہ اس دلھن دولھا پہ عالم بھر

جلائے شعلۂ آواز نے دل جلنے والوں کے — منادی بن گئے میکائیل کی قسمت ہوئی یاور

بقدر جوش اسرافیل نے انکو دعائیں دیں — پچھاور کی خوشی میں قابض ارواح نے اٹھکر

حریر خلد پر لکھی گواہی سب فرشتوں نے — امین وحی لائے وہ قبالہ پیش پیغمبر

یہ مژدہ جانفزا سنکر بلایا بوالائمہ کو — روانہ جانب مسجد ہوئے خود شافع محشر

بلال آواز دیتے ہیں سب انصار و مہاجر کو — جناب مصطفےٰ جاتے ہیں اٹھکر بوسر منبر

خدا شاہد وہ خطبہ پڑھ کے اترے افصح العالم — کہ انشائے عرب کی روح ہر فقرہ میں تھی مضمر

مہاجر سب ہوئے شاہد ہوئی اس عقد سے فرصت — سب اصحاب نبی نے دی علی کو تہنیت اٹھکر

کہیں کچھ لوگ اپنے دل ہی دل میں رہ گئے گھٹ کے — کہیں کچھ نوحہ خواں تھے حسرت مردہ کے لاشہ پر

ہزاروں کوششیں کیں سیکڑوں جلتے ہوئے غیرے — نہ لیکن اسم اعظم پر کسی کا چل سکا منتر

عزیزی اغیار سے مطلب طریق عشق میں ہمکو — مخاطب اس سے ہو مطلب ہے جس سے اے سخن گستر

چل اے فکر رسا کر سیر اس صفوت کدے کی اب — کہ ہے سجادۂ عصمت جہاں کا ایک فرش در

اگر ہے دل میں تیرے حسرت نظارۂ قدرت — دلہن اک ہوتی ہے آراستہ چل دیکھ یہ منظر

سب ازواج نبی نے عہدۂ مشاطگی پایا — دکھایا نور زہرا سے کمال قدرت داور

کیا آراستہ بانوے شاہِ دیں نے حجرے کو
جناب سیدہؑ کو لائیں بہرِ زینت یوں

سنوارا بیٹھ کر اُن گیسوؤں کو جنکا ہر اک مو
سمجھتے تھے رگِ جاں سے زیادہ اپنی پیغمبرؐ

نکالا رشتۂ پرہائے جبریل ایک شیشے سے
لگایا پیکرِ انسیہ حورا پہ وہ عنبر

فروغِ حُسن کی گرمی سے کھنچکر وقت قیلولہ
نکل آیا تھا اکثر جو گلابِ جسمِ پیغمبرؐ

معطر طاہرہ کا جسمِ اطہر اُس سے ہوتا ہے
مشامِ اہلِ عالم طبلۂ عنبر سے ہے بہتر

نثار اُس ہاتھ کے اُسوقت تھا جو قبضۂ آتش
اُس آئینے کے صدقے تھا جو محوِ عارضِ انور

وہ حلہ جسکی قیمت ساری دُنیا کے برابر تھی
کیا مشاطہ نے قربان ہو کر زینتِ پیکر

قدم بیت الشرف میں نیّرِ اسلام کے آئے
بلایا ابن عم کو اپنے بہرِ رخصتِ دختر

ادھر تو نکہتِ ریحانۂ قلبِ نبی پھیلی
اُدھر آئی شمیمِ عطرِ بزِ نفسِ پیغمبرؐ

کیا امت میں جاری اپنی رسمِ رونمائی کو
اُٹھایا رُخ سے خاتونِ جناں کی گوشۂ معجر

جمالِ آئینۂ رخسارِ وجہ اللہ میں دیکھے
عروس ایسی تو ہو آراستہ اے قدرتِ داور

یدِ بیضائے صدیقہ دیا دستِ یداللہ میں
کہا اے دُرۃ البیضا مُبارک ہے ترا شوہر

زبانِ وحی سے فرما چکے جب یہ شہِ عالم
کیے سامانِ رُخصت کے مہیا آپ نے اُٹھکر

نبی زادی کے جو شایاں تھا آیا وہ جہیز اُسدم
ازاں جملہ قمیص اک اور تھی اک خیبری چادر

کچھ اُنیس فرشِ مصری اور تھے کچھ بالشِ طائف
اِک ایسا بوریا جو خندہ زن تھا تختِ شاہاں پر

زرِ مہرِ معجّل سے خرید اجس کو وہ ساماں
علی سے پوچھئے قدر جہیزِ مریم کبریٰ
مہیا ہو چکے جسوقت سب اسباب رخصت کے
طفیلِ سیدہ رسم ولیمہ ہوگئی جاری
صلائے عام ہی خوش قسمتوں کی خوب بن آئی
ہزاروں آدمی اور ایک بریاں گوسفند ہیں
ولیمے سے فراغت پاکے سرخیل بنی آدم
کہا ازواج سے رخصت کرو اب چاند کو میرے
دیا حکم حضوری شاہ نے خود اپنے مرکب کو
عبا اپنی اڑھائی سیدہ خاتون کبریٰ کو
نوید آمد بادِ بہاری بنکے پہلے سے
عقیل و جعفر طیار ساتھ اس طرح آتے ہیں
دلہن کو بیاہ کے جو چھاؤں میں تیغوں کی لایا ہو
جلو میں آل عبد المطلب حمد خدا کرتے
زمانہ گونج اٹھا ان حق پرستوں کی صداؤں سے

زرہ نے اپنے پیکر کو تصدق کر دیا جسپر
متاع عالم عشرت تصدق جسپہ ستا سر
بلال اٹھے کیا سامان دعوت سب خرید آکر
کہ سامان ضیافت میں ہوئے مصرف پیغمبر
چلے حضار مسجد جوق جوق اس خوان نعمت پر
اٹھیں سب سیر ہو کر اے زہے اعجاز پیغمبر
چلے عشرت کدہ میں اپنے بہر رخصت دختر
بنے تا منزل ماہ مبیں کاشانہ حیدر
وہ استر جسکا شہبا نام تھا حاضر ہوا در پر
کیا اطراف دامن کو نبی نے خود درست اٹھکر
چلے ہیں سب رجز پڑھتے ہوئے ازواج پیغمبر
کہ تلواریں برہنہ ہاتھ میں تکبیر ہے لب پر
سمائے کیا نظر میں اسکی باب قلعہ خیبر
عقب میں عورتیں انصار کی سب نعرہ زن ہوکر
ادھر سلمان و مقداد اور ادھر تھے نعرہ زن بوذر

ملایک میں اُٹھا یوں غلغلہ اللہ اکبر کا
نبی تکبیر کا نعرہ صدائے گنبد دَر

ہوئی اس شان سے اسلام میں پہلی عروسی یہ
کہ جبکے غاشیہ بردار تھے بالذات پیغمبر

کیا روح القدس نے اپنی شاگردی کا حق ظاہر
لجام استر اپنے ہاتھ میں لی فخر سے بڑھکر

علی کے گھر میں آئی بیاہ کے مکہ کی شہزادی
ہوا مین قدم سے اُسکے آباد انکا سارا گھر

خمار آلودگان جام عشرت کو مبارک ہو
حضور فاطمہ بنت اسد دیں تہنیت جاکر

چلے نام آپ کا مخدومہ ان دونوں سے تا محشر
بہو خاتون محشر اور بیٹا ساقی کوثر

بہو ایسی بہو مشہور جو صدیقہ کبرےٰ
خواتین جہاں آکر جھکائیں جسکے آگے سر

کریمہ طاہرہ ام الفضائل دُرّۃ البیضا
نبی زادی خدیجہ سابق الاسلام کی دختر

وہ شہزادی کہ جسنے پاکے اپنے مہر آجل کو
تسلط کر لیا خمس زمیں در ربع مسکوں پر

وہ خاتون معظم نقش صورت کھینچکر جس کا
ہے نازاں خامۂ قدرت بھی اپنی حسن صنعت پر

سلف سے کس پدر نے کی ہے تعظیم اپنی بیٹی کی
مگر آتی تھیں جب یہ اٹھ کھڑے ہوتے تھے پیغمبر

مزیب جسکے قامت پر لباس بصنعتہ منی
مزین چادر تطہیر جسکے دوش اقدس پر

بجوش نشہ پڑھتا ہوں غزلخواں اب مطلع تازہ
ملے حق الصداق آدم و حوّا چلے ساغر

بلائیں پنجۂ مژگاں سے لیں گے بادہ کش بڑھ کر
ذرا سہرا الٹ قربان تیرے ساقیِ کوثر

نگہ کے تار سے گوندھے گئے گلہائے نظارہ | ترے میخوار باندھیں گے یہ سہرا روئے روشن پر
خمارِ تشنہ کامی میں ہوئی جاتی ہیں سُرخ آنکھیں | حنائی ہاتھ سے دے کوئی جام بادۂ احمر
وہ تیرے مے پرستوں کی نشیلی آنکھ کے ڈورے | بوقتِ دید کیا لہرا رہے ہیں وجدیں آکر
حصیرِ میکدہ پر بیٹھ جا رندوں کی صحبت ہے | تصدّق جائے تقوے تیرے شاہانہ خلعت پر
مہک عطرِ عروسی کی چلی آتی ہے ساغر سے | دیئے رہنا ذرا بغلوں میں میری ہاتھ اے قنبر
یہ ذکرِ خندۂ قلقل کسی کے در پہ تھا ناگہ | مسرت سے ہنسی آئی جدارِ کعبہ کے لب پر

صدا آئی عزیزِ بادہ کش کیوں اتنا حیراں ہے
مری آغوش میں ہے تیرا ساقی دیکھ لے آکر

درستایش واقعات ولادت حضرت اسد اللہ الغالب علیہ السلام

عزیزا اک عمر سے ہے خانقاہ وجد میں بستر
سمجھ میں آجتک آئیں نہ باتیں شیخ کی اکثر

یہ جھگڑے دیکھ کر ابکے شکل ذہن اقلیدس
رہا ہے مدتوں تک دائرہ کو عقل کے چکر

بہت تھا شوق دل کو سیر نیرنگ مذاہب کا
فلاطون خرد نے مجھ کو دکھلایا عجب منظر

وہ اک مجلس جو دنیا میں تماشاگاہ عبرت تھی
جہاں ہر مذہب و ملت کے تھے بیٹھے ہوئے رہبر

کسی جانب کوئی مشغول تحقیق مسائل میں تھا
کہیں ہے کوئی سرگرم مباحث اپنے مذہب پر

کسی دعوے پر اپنے حسب کوئی برہان لاتا ہے
علی الرغم اسکے کوئی پیش کرتا ہے دلیل اٹھکر

روایت سے کوئی برہان لمی پیش کرتا ہے
درایت سے کوئی لاتا ہے استدلال دعوے پر

غرض ادراک میں اعیان موجودات عالم کے
زمیں سے کرتے ہیں دورہ بسوئے گنبد اخضر

وہ کہتا ہے کہ یہ عالم قدیم الاصل ثابت ہے
یہ کہتا ہے غلط تفسیر حرف کن ہے سرتاسر

کیا ہے دیدہ و دانستہ انکار الوہیت
ستم اسپر بنا ہے مادہ کا بندۂ بے زر

وہ کہتا ہے کہ عنصر ہیں ہزاروں اور یہ کہتا ہی
نہیں جز آتش و آب و ہوا و خاک ذرہ بھر

وہ کہتا ہے بخارات لطیفہ روح کو لیکن
یہ کہتا ہے غلط۔ اک امر رب ہی حامل پیکر

وہ کہتا ہی کہ ہر ذرہ میں ہمنے روح ثابت کی
یہ کہتا ہی نہیں جب حس تو اسمیں جان ہی کیونکر

وہ کہتا ہی سمندر کے بخارات ابر گردوں کو
یہ کہتا ہے ذرا درمان سرسام جہالت کر

وہ کہتا ہی کہ ہی آباد دُنیا ان ستاروں میں
یہ کہتا ہی کہ ہاں قدرت سے تو اسکی نہیں باہر

وہ کہتا ہی خلا ممکن ہی کیسے کیوں محال اسکو
دکھاتا ہی یہ اک سربند شیشہ قطع حجت پر

وہ کہتا ہی نظام عہد فیثاغورث اعلیٰ ہی
ارسطو اور بطلیموس تو ناداں تھے سرتاسر

کشش اک دوسرے سے باکے اجرام سماوی
مدوّر کرتے ہیں گردش بزورِ خسرو خاور

معلق ہیں فضا میں آفتاب انکا محرک ہی
نہ کوئی انکا خالق ہے نہ دخل قدرت داور

یہ کہتا ہی کہ سن اے بندۂ اوہام باطل سُن
نہو اتنا بھی تو اب دائرے سے عقل کے باہر

تری تقریر میں دور تسلسل لازم آتا ہے
جو ہے بالاتفاق اہل خرد میں باطل و ابتر

کہاں جب معلق ہونے کی باقی نہ کچھ حجت
نہیں جز پردۂ حد نظر یہ گنبد اخضر

خدا محفوظ رکھے ظالم ان کافر نگاہوں سے
کہ گردش میں ملا ہی جنکی دور چرخ دول پرور

وہ کہتا ہی کہ تقلید اب نہ کر اگلے مسائل کی
یہ کہتا ہی کہ بدعت سے نہ بن تو مرتد و کافر

وہ کہتا ہی کتابیں پڑھ ذرا تو اہل یورپ کی
یہ کہتا ہے مبارک یہ افادہ تو ہی حاصل کر

وہ بولا تیرا مذہب عقل سے ثابت نہیں ہوتا
کہا اُسنے کہ حج اک وحشیانہ رپ بھرنا ہے
کہا اُسنے کہ بیکار استلام سنگ اسود ہے
کہا اُسنے کہ ہم قائل نہیں ہیں مسخ ہونیکے
کہا اُسنے کہ مجنوں اور نبی یکساں تھے دونوں
کہا اُسنے نہیں موجود جنت اور جہنم کچھ
یہاں کیا ہے دکھادونگا تجھے اچھی طرح دوزخ
کہا اُسنے کہو کیا فائدہ شیطاں کی خلقت سے
کہا اُسنے غلط سب قصۂ حوا آدم ہے
کہا اِسنے کہ سن اے ناخلف قرآن کے آگے
کہا اُسنے مضر جو شے نہو سمجھو حلال اسکو
کہا اُسنے وجود ابلیس کا کب ہے دکھاؤ تو
غرض ہر شخص ہے اپنی جگہ علامۂ دوراں
جب اُکتایا بہت دل سنتے سنتے کفر کی باتیں
دلوں پر ہاتھ رکھے عشق مشرب لوگ بیٹھے ہیں

یہ بولا عقل ہی جسکے نہو سمجھے گا وہ کیونکر
کہا اِسنے کہ استخفاف دین حق نہ کر کافر
کہا اِسنے کہ تیری عقل پر تو ہیں پڑے پتھر
کہا اِسنے چھپائے گا نہ اپنی اصلیت کیونکر
کہا اِسنے یہی کہتے تھے کفار قریش اکثر
کہا اِسنے شب معراج دیکھ آئے ہیں پیغمبر
ارے مرتد ذرا برپا تو ہو ہنگامہ محشر
یہ چپ ہے تعرف الاشیاء من اضدادہا کہکر
ہے اس صورتگری میں فطرت انساں فقط مضمر
جو ابن الوقت ہیں ہے بات انکی ہاں لوں کیونکر
کہا اِسنے کہ پھر خنزیر کہا اور پی مے احمر
کہا اُسنے کہ تو دیکھ اپنی صورت آئینہ لیکر
کسی کے قول کی تقلید کوئی اب کرے کیونکر
بڑھا کچھ اور آگے میں تو دیکھا دوسرا منظر
مخاطب انسے ہوکر کہہ رہی ہے کچھ نصیحت گر

چھڑی ہی بحث لیکن ہیں پریشاں حضرت ناصح
اکیلا ایک اُن سب کو بھلا قائل کرے کیونکر

یہاں تقریر انکی کوئی دل دیکے نہیں سُنتا
اور اُن کو ناز ہی اپنی جگہ شیریں زبانی پر

وہ کہتا ہی کہ عشق اک قسم مالیخولیا کی ہی
جو استحسان صورت سے ہوا کرتا ہی ای خودسر

یہ کہتا ہی دماغ و دل کی صحت عشق پر مبنی
جنوں کہتا ہی اس حالت کو نادانی ہی سراسر

وہ بولا ہی رگ سودائے اُلفت میں فساد خوں
یہ بولا باسلیقہ جہل کی تو فصد لے جاکر

دماغ عشق میں ہی تو ستا اشراق ای غافل
کہ ہی پیش نظر ہر دم حجاب قدس کا منظر

سنبھل کر بیٹھ اے ناواقف آداب جانبازی
بساط عاشقی ہی دیکھ زانوے ادب تہ کر

لگالے کحل مازاغ البصر چشم بصیرت میں
اگر ہو دیکھنا خلوت سرائے عشق کا منظر

اِسی وادی میں حکم فاخلع النعلین آیا ہی
کہا تھا کچھ یہیں موسےٰ سے برق طور نے ہنسکر

ظہور جلوۂ برق تجلے جس کو سمجھے ہو
وہ خط نسخ اک کھینچا تھا فرد ہوش موسیٰ پر

اسی بازار میں بوالہوس سے تول عاشق ہی
پرکھ لے داغ دل دار العیار حسن میں چلکر

خیال جنبش مژگاں یوسف بنکے راتوں کو
رگِ خواب زلیخا پر لگائے عشق نے نشتر

ترنج و تیغ اِسی نے تو دلایا تھا زلیخا سے
زنان مصر کے ہاتھوں کا خوں ہی اسکی گردن پر

اِسی نے جیب کوہ طور سے پایا دُر مقصد
اِسی نے وادی ایمن میں دیکھا جادۂ دلبر

زلیخا کو اسی نے تو دیا خلعت جوانی کا
اِسی نے ماہ کنعاں کو بٹھایا تخت شاہی پر

دل میں ہی میں یہ شوق نقیض لن ترانی تھا
اسی کی ضد چلی ہے میتگاہ حضرت داور

یہی تو نجد میں تھا ساربان ناقہ لیلےٰ
اسی سے تو کھلے ہیں تیشۂ فرہاد کے جوہر

ہزاروں آئینے ہر دل کے ٹکڑے کیے بنا ڈالے
وہ صنعت گاہ ہی یہ ہی جہاں حیران اسکندر

بہار داغہائے دل کو بعد سوز غم دیکھو
نظارہ کر تو گلزار خلیل اللہ کا آکر

ارے ناصح ابھی دیکھا ہی کیا ہی تو نے دنیا کو
فقط حسن مہ کنعاں کا قصہ سنکے ہی ششدر

بہت ہنستا تھا میرے نالہائے دل پہ ای ناصح
خدا چاہے تو آج اُٹھے گا پہلو سے مرے ڈرکر

دکھا دونگا تجھے میں تو سنعتاں ایک یوسف کیا
مگر اس مصر میں راضی تو ہو تو خود فروشی پر

تھکا تا ہی عبث پائے طلب ہے سعی لاحاصل
خدا کو ڈھونڈھتا ہی گر تو حج کعبۂ دل کر

شہید کربلائے امتحاں کر دل کو ای ناصح
فرات عشق پر کچھ روزہ لب تشنہ و مضطر

صدائے العطش تا خیمہ گاہ حسن پہونچا دے
جفا پر صبر کر جو قوت امکاں سے ہو باہر

حقیقت اسکی تجھ پر منکشف پھر ہو گی ای ناصح
مسائل عشق کے کچھ روز پہلے کر تو مستحضر

اسی کے عہد میں جاری ہوئے ہیں داغ کے سکے
ازل سے ہی یہ دار الملک دل کا حکمران قیصر

اسی کی عمر گزری حسن کی حلقہ بگوشی میں
اسی نے خود فروشی کی ہی مصر حسن میں جاکر

یہی خلوتسرائے قدس میں ہمراز وحدت تھا
یہی تھا لیلۃ الاسریٰ چراغ راہ پیغمبر

اسی کے ضعف نے نان جویں سے عاجزی کی ہی
اسی کی زور نے کھولا ہی باب قلعۂ خیبر

دیا ہے ساتھ اسی نے امتحان گاہ عبادت میں
اسی کو حسن تھی جب تیر کھینچا پاؤں سے باہر

اسی کا مولد اصلی ہے دل شاہ ولایت کا
وہی جسکی ولادت سے بنا کعبہ خدا کا گھر

عماد الاتقیا۔ صدیق اکبر۔ والد السبطین
لسان الصدق ذوالقرنین امیر المومنین حیدر

علی مرتضےٰ۔ فاروق اعظم۔ سابق الاسلام
ابو الہیجا۔ امیر النحل نفس مصطفےٰ۔ صفدر

صراط المستقیم و عصمۃ الدین معدن الحکمۃ
ید اللہ۔ قدرت اللہ۔ خاصف النعلین پیغمبر

نکالوں پھر اسی بحر ہزج سے وہ در مطلع
کہ شرمندہ ہو جسکی ضو سے گردوں پر شہ خاور

مطلع

بنا ہے آج کعبہ جلوہ زار قدرت داور
تماشا دیکھنے والو کدھر ہو دیکھ لو آ کر

نہاں تھا تین دن سے آفتاب اک دلیں کعبہ کو
وہی طالع ہوا ہے آج دیکھو تو ذرا چل کر

نظارہ کر رہی ہے دور سے روح مہ کنعاں
الٰہی کون یوسف ہے جدار کعبہ کے اندر

ہوئی دیوار کعبہ شق کوئی کہتا ہوا نکلا
فضیلت مجھکو دی حق نے زنان اہل عالم پر

ارے اصنام کعبہ کھول کر آنکھیں ذرا دیکھو
لئے ہیں فاطمہ بنت اسد یہ کسکو ہاتھوں پر

کہیں ہے فاطمہ کے کان میں آواز آتی ہے
علی رکھ نام اس مولود کا اے خاصہ داور

لیا آغوش میں احمد نے اپنا مصحف ناطق
ادھر کھولی انہوں نے آنکھ ادھر دیکھا رخ انور

زباں دی ہی محمد نے لسان اسد کے منہ میں
بتو دیکھو یہ بچہ دیکھتا ہے کن نگاہوں سے
لکھا ہو دیکھا اس مولود کے نقش کف پا میں
ہمک کر کہہ رہا ہے بار بار آغوش مادر میں
لکیریں ہاتھ کی دکھلاتی ہیں شان یداللہی
ہے نظم عالم علوی موشح نام سے میرے
ابھی سے ہمت عالی کو اس بچہ کی یہ ضد ہے
سخاوت بڑھ کے خدام ادب میں یہ پکار آئی
جلالت خلق کی یوں ہل من مبارز کہکے بول اٹھی
مطیعوں کو یہ ہو پاس ادب اسکے تہو کا
ابھی سے میرا ساقی یہ صلائے عام دیتا ہو
عمارت خانۂ خلیل اللہ کی یہ و شرف پائے
اسی سے خانہ کعبہ کو قلب الارض کہتے ہیں
ملا اشراق پیغمبر سے یوں نور امامت کو
چمک کر یدہ میں تیغ ہلالی اس کی کہتی تھی

رموز عاشقی سکھلائے کس انداز سے آکر
کبھی ہاتھوں کو اپنے گاہ سوئے کتف پیغمبر
کہ میں پاؤنگا معراج ایک دن مہر نبوت پر
اکھاڑونگا انھیں ہاتھوں سے باب قلعۂ خیبر
نگاہیں یہ بتاتی ہیں کہ میں ہوں قاتل عنتر
مرا اسم گرامی ہے لکھا ہر باب جنت پر
کروں گا پارہ پارہ مہد ہی میں کلۂ اژدر
قطار ناقہ لاؤ ہے یہ حکم خواجۂ قنبر
ابھی سے کہدو مرحب سے کہ میرا نام ہو حیدر
ابھی سے قصد حجت کر رہا ہو خسرو خاور
چلو اے بادہ نوشو فی سبیل اللہ ہو کوثر
زچہ خانہ جناب فاطمہ کا اور خدا کا گھر
ہوا ظاہر وہاں کتم عدم سے نفس پیغمبر
ہو جیسے مستضی خورشید تاباں سے مہ انور
مرے ابرو کی پرشش پر کٹا مرتا ہو سب لشکر

ترے نام نامی میں ہی ہیبت یا ابالہیجا
نگہباں آج تک کہتے ہیں شب کو یا علی حیدر

عرب میں آج تک ضرب المثل ہے آپکی ضربت
پڑی تھی روز خندق یا علی جو عمرو کے سر پر

لبالب کاسۂ شیر اپنے قاتل کو جو بھجوائے
رہیں گے تشنہ کام اسکے محب کیونکر سر کوثر

حضور شاہ لایا ہے عزیز اپنے قصیدے کو
زہے عزت اگر مقبول ہو یہ ہدیہ احقر

آثارِ قیامت

در تغزل و علاماتِ محشر و سامانِ موکبِ اجلالِ خیر البشر و تخلص بہ تہنیت

ولادتِ حیدرِ صفدر

وہ دل مشہور تھا اک وقت میں جو عرشِ رحمانی
بتانِ ہیکلِ لزوم اب ہاں کرتے ہیں سلطانی

متاعِ دست خوردہ تھا زبس میرا دلِ وحشی
دیا جب واپس اپنے میں نے صورت بھی پہچانی

لکھی ہے سطرِ بخیہ زخمِ دل پر کلکِ سوزن نے
خلاصہ پڑھ کتاب العشق کا اسمیں کی بیانی

عیاں ہے زہرِ خندِ بخیۂ دنداں نما سے یہ
کہ شاق اب زخم پر ہی چارہ سازو کی نگہبانی

ستارہ ٹوٹ کر ای کاش اُن تک بھی کوئی پہونچے
کسی کے دیدۂ تر کو ہے شغلِ انجم افشانی

وہ اک تم ہو کہ جسکا دلکدہ میں جی بہلتا ہے
وہ اک ہم ہیں کہ ہے مونس ہماری شامِ ہجرانی

بنالے ظلم کی برباد آہ و دو دیانے
مثالِ نیزہ اب اُڑتا چلا ہے چرخِ دورانی

قیامت آگئی اے نالۂ محشر طرازِ آخر
نہ مانی ضبط کی اک بات بھی ای دلے نادانی

نفیرِ صور نے خوابِ گراں سے سب کو چونکایا
اُٹھے ہیں خفتگانِ عرصۂ گورِ غریبانی

زمیں نے بھی اُتارا خلعتِ پارینۂ خاکی
لباسِ نقرئی سے ہو گئی سب سطح نورانی

وہ ساعت ہے طنابیں خیمۂ ہستی کی کھنچتی ہیں
رگوں میں سب کے پھر پھونکی گئی ہے روحِ حیوانی

ابھی تو سوئے تھے جاگے ہوئے شامِ جدائی کی
گراں کیوں شورِ محشر کو ہوئی انکی تن آسانی

جنوں کے جوش میں تھے شکوہ سنجِ تنگیٔ دنیا
یہ میدان دیکھ کر یاد آگئی وہ گرم جولانی

بفصلِ دو کماں بالائے سر خورشیدِ خاور ہے
ہر اک غرقِ عرق ہے گرم ہے دربارِ سلطانی

حرارت سے ہر اک مغزِ دماغ اب جوش کھاتا ہے
الٰہی آتشِ دوزخ میں ہے کیا شعلہ افشانی

ملامت کر کے اپنے نفسِ عاصی پر یہ کہتے ہیں
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مثالِ پنبۂ حلاج کوہستاں ہوئے ٹکڑے
ہوا شق آسماں زائل ہوئی تاروں کی تابانی

عرق میں ملکے بالکل بہ گئی گرمی طبیعت کی
تنے ہیں انکے تیور بھی جو تھے بیداد کے بانی

خدا ہی بس نظر آتا ہے انکو ایسی حالت ہے
کھڑے ہیں سر جھکائے قائلِ یدِ ربانی

چھپائے دلمیں داغستاں اُٹھے کہتے ہوئے عاشق
ذرا دیکھیں تو اے خورشیدِ محشر تیری تابانی

گلہ اپنی جگہ ہے داد خواہانِ محبت کو
وہاں دن ختم ہے باقی یہاں تقریرِ طولانی

اٹھے یوں سرفروشِ کربلائے عشق مدفن سے
کہ ہر اک ہاتھ میں دل راز جوئے معدلت رانی

کوئی لختِ جگر کی نعش کو ہاتھوں پہ رکھے ہے
نگاہوں سے عیاں ہے خونِ حسرت ہائے پنہانی

کسی بیکس کے رگہاے گلو سے خون ٹپکتا ہے
کسی مظلوم کے نالے سے لرزاں عرش رحمانی

بھرے آنکھوں میں آنسو ہاتھ میں داماں قاتل ہے
دلوں میں موجزن فریاد کی تقریر طولانی

ہر اک بسمل بنا ہے کشتگان غم کی حالت سے
زمیں سب ہو گئی ہے عرصۂ گنج شہیدانی

بدست نالۂ دل دامن شور قیامت ہے
جواب صور دیتی ہے ہر اک فریاد زندانی

لوار الحمد ہے کسطرح سے دست یداللہ میں
وہ دیکھیں جنکو اس طاقت پہ تھی دنیا میں حیرانی

جھکائے سر کھڑے ہیں عاصیان امت احمد
ہے سب کو انتظار دختر محبوب سبحانی

سواری آرہی ہے اک شہزادی کی محشر میں
صدائے طرقوا سے گونج اٹھا دربار سلطانی

رکھے تاج زبرجد سر پہ استقبال کو نکلیں
لیے ہاتھوں میں حوریں اپنے مجمرلے نورانی

نمایاں ہے سواد لشکر کروبیاں دیکھو
علم ہیں اک طرف اک سمت آئینہائے سلطانی

سواری چل چکی چاؤش یہ کہتے ہوئے نکلے
کرو بند اپنی آنکھوں کو کہ ہے فرمان ربانی

وہ اک جمازۂ جنت جو ہے معدن جواہر کا
خم و چم اپنی دکھلاتا چلا ہنگام جولانی

وہ قبہ نور کا اس پر کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں
مثال قلب حیدر ظاہر و باطن ہیں نورانی

حریر خلد سے ناقہ کے پہلو جگمگاتے ہیں
زمیں ہوتی چلی ہے روکش یاقوت رمانی

تعالی اللہ فروغ ہودج نورانی زہرا
ارے خورشید محشر خاک ہے تیری درخشانی

ادھر سب داخل ہودج ہے ملو عفو خالق سے
ادھر چاروں طرف گھیرے ہے رحمتہائے ربانی

بیاں ہو کیا تجمل موکب اجلال کا اسکے
سواری میں ہوں جسکے ذرہ ہای نور ربانی

شہیدان رہ حق اولیا صدیق و پیغمبر
کیئے ہیں اپنی آنکھیں بند سب ارباب عرفانی

شکوہ و شان سامان سواری دیکھنے والے
بنے ہیں مثل آئینہ تماشا گاہ حیرانی

ودیعت تاب نظارہ ہوئی ہے تین شخصوں کو
خلیل اللہ۔ محمد۔ اور علی ضرغام یزدانی

زمام ناقہ دست حامل وحی خدا میں ہے
چلے آتے ہیں کرتے اپنی قسمت کی ثنا خوانی

مودب سر جھکائے اپنے اپنے اہل محشر ہیں
یہ ہیبت ہے کہ لرزے میں ہیں سب اعضائے جسمانی

عماری سے اُتر کر فاطمہ کس جوش میں پہونچیں
لیئے پیراہن خونیں بزیر عرش رحمانی

ملائک نے کیا ہے منبر منقیا دیا یہ نصب
چلی ہیں فاطمہ سر پر رکھے اکلیل سلطانی

نگہ کے سامنے بیسر کھڑا ہے ایک شہزادہ
خروش اہل محشر سے ہے لرزاں عرش ربانی

کھڑی ہیں موقف فریاد پر آنکھوں میں آنسو ہیں
نظر اُسکے کرم پر دل میں حسرت ہائے پنہانی

الٰہی سیدہ کو صبر دیدے سامنے اُسکے
لہو میں ایک سر غلطاں ہے مثل دُر غلطانی

خداوندا حکم ہو آرہا ہے غش فرشتوں کو
نہیں اب دیکھ سکتے سیدہ کی اشک افشانی

کھلے ہیں سیدہ کے بال اک اندھیر چھایا ہے
رگ دل توڑے دیتی ہے وہ زلفوں کی پریشانی

ادھر دریائے رحمت میں تلاطم خیز یہ آواز
بیاں کر اے حبیبہ مجھ سے حسرت ہائے پنہانی

قسم عزت کی اپنی داد دونگا داد خواہوں کو
ہر اک ظالم کو اب مظلوم سے ہوگی پشیمانی

ستمگارو! یے کہدو اک ذرا سنبھلے ہوئے آمیں
ہوئی ہی شکوہ سنج قاتلان اب بنت پیغمبر
ہزاروں سال سے ای نازہبب تجکو خواہش تھی
شفاعت خواہ اُمت محسنہ شیعو نکی ہوتی ہی
تمسک جو کرے دامن سے جنت میں اُسے لیجا
صلاے عام ہی اے شیعیان حیدر صفدر
ادھر ہو رستخیز دستہائے شوق تا سر
نہ وہ ہول قیامت ہے نہ اب وہ پیاس کی شدت
ادھر بھی گوشہ چادر بڑھانا میری شہزادی
سمجھ کر ایک ادنیٰ خادم دیرینہ قنبر
نہ تھی جرأت کہ لوں دست نجس میں گوشہ چادر
خدا کی شان ہی دست عزیز اور آپ کا دامن
صلہ میں منقبت کے میں نے جنت میں جو پایا تھا
نہ کرے دخل اپنا شوخ طبعی سے کوئی ہم فن
در جنت پہ یہ کہتا ہوا جب الغرض پہونچا

بجھا ہی آج اس موقف پہ فرش معدلت ثانی
ذرا ہاں آتش دوزخ دکھا دے شعلہ افشانی
مبارک ہو مبارک آج طعمہ کی فراوانی
ذرا اب تو بھی ہو آراستہ ای باغ رضوانی
ملا ہے میری مخدومہ کو یہ فرمان ربانی
چلو جنت میں اب برخاست ہے دربار سلطانی
اُدھر ہر تار معجر وقف بہر اہل عرفانی
دکھائی دے رہی ہی چشمہ کوثر کی طغیانی
عزیز نالہ کش بھی ہی غریق بحر عصیانی
لیئے چلنا مجھے بھی ساتھ اب ای مریم ثانی
مگر مجبور کرتی ہے یہ بے برگی و سامانی
تعز من تشاء آئینہ دار خط پیشانی
رقم ہو العزیز اُس بیت پر با خط نورانی
مجھے آج اُسپہ دلوا دیجئے قبضہ بآسانی
نظر آئی مجھے اک محفل ارباب عرفانی

فرزدق۔ حمیری۔ حسانؔ ۔ اعشٰے۔ دعبلؔ و سحبانؔ
ہر اک سوصف بصف بیٹھے ہوئے تلمیذ رحمانی

کہیں دورِ مئے شیراز سے بیٹھے ہوئے سرخوش
جمال الدین عرفیؔ اور حبیب اللہ قاآنیؔ

نمک پروردگان ذوقِ معنی کا کہیں جلسہ
کہیں پر میرؔ و غالبؔ مست آہنگ ثنا خوانی

زباں پر زادۂ افکار گوہر بار کے نغمے
سخنور ہند کے بھی سرخوش صہبائے عرفانی

لیئے اک کارنامہ اپنی فکرِ عرش پیما کا
ہم ایسے شاعر آئے ہیں بعزمِ منقبت خوانی

غرض ہیں جسقدر مداح اولادِ پیمبرؐ کے
مدیح حیدرؑ و صفدرؑ میں ہیں محو گل افشانی

قصیدے اپنے اپنے پڑھ رہے ہیں شاعرِ غرّا
رجب کی تیرھویں ہے جوش میں ہیں اہل عرفانی

عزیزؔ بادہ کش ہاں تو بھی پڑھ اک مطلعِ رنگیں
کہ طاری حوضِ کوثر پر ہوں کیفیاتِ وجدانی

مطلع

ذرا پھر ساقیا دورِ ایاغِ راحِ ریحانی
بحق نکہتِ ریحانۂ محبوبِ سلطانی

تراش اک ساغرِ صہبا سرِ اصنامِ کعبہ سے
دماغِ کفر میں ہو نشۂ صہبائے عرفانی

بنا خمیازۂ آغوشِ مستی مثل ساغر صہبا
خمارِ شوقِ مئے میں دیکھ حسرتِ تھلے نہانی

حرم میں دیکھ تو رکھے ہیں کچھ ابریق جنت بھی
شراب آنے میں تاخیر اگر تو دے وہی پانی

فنا فی الکعبہ ہے اس وقت ہر رندِ خراباتی
یہ کس ساقی کا جلوہ ہے کہ ہے اک جذبِ روحانی

ہے ساقی روز میلاد حبیب ساقی کوثر
پلا ساغر کہ یاد آئی حرم کی حلقہ جنبانی

عبث باب حرم کے کھولنے میں اسقدر کوشش
یہاں ہے اے جوانان عرب اک راز پنہانی

خبر دو مشرم راہب کو جاکر اے ابو طالب
کہا تھا اسنے جو ظاہر ہوا وہ نور ربانی

مجھے یاد آگیا وہ اضطراب اہل تہامہ کا
وہ آنا زلزلہ کا اور وہ ان کی پریشانی

وہ کوہ بوقبیس اور وہ بتوں سے پوچھنا ان کا
خدا کی شان ہے تھرتا ہیں راز ربانی

بہم ٹکرا کے اجزائے ہبل کی سنگساری وہ
بتوں کا منہ کے بھل گرنا اور اسپر انکی حیرانی

ابو طالب سے کہنا یہ فلک پر نور کیسا ہے؟
فزوں ہوتی چلی ہے کیوں ستاروں کی درخشانی

ابوطالب کا کہنا ایہا الناس آج وہ دن ہے
ہوا ہے پردہ صورت سے ظاہر نور ربانی

جدار کعبہ مثل بائے بسم اللہ کشادہ ہے
لیئے تفسیر اُس کی آرہی ہیں مریم ثانی

وہ نقطہ مردمک بنکر عیاں ہے عین کعبہ میں
اُٹھو اے ابن عباس اب پڑھو تفسیر قرآنی

ہوا لو پھر سے شق پیوند دیوار زچہ خانہ
وہ نکلیں فخر مریم لیکے فخر آل عمرانی

کلیجہ سے لگائے اپنے پیارے پیارے بچہ کو
زچہ نکلی ہے کرتی اپنی قسمت کی ثناخوانی

سپند مجمر آخر ہوگیا خال رخ کعبہ
جسے کہتے ہیں سنگ اسود آج ارباب عرفانی

الٰہی تا قیامت مامتا تیری رہے ٹھنڈی
پھلے پھولے ترا بچہ زیر ظل سبحانی

مبارک ہو ترے وارث کو اسکی پرورش کرنا
کہ لوح مصحف ناطق ہے اس بچہ کی پیشانی

دہن کہتا ہے میں ہوں بائے بسم اللہ کا نقطہ	زباں کہتی ہے میں ہوں شارح آیاتِ قرآنی
بٹھا کر لیچلے ہیں دوش پر اپنے رسول اللہ	پڑھیں مشتیں ہیں دیکھو لے بتان بیتِ ربانی
وہ یہ بچہ ہے جسکے پیکر نازک کو چھوتے ہی	بڑھی روح القدس کے قلب میں خنکی ایمانی

عزیز نکتہ پرور تسکوہ سنج دور گردون ہے
بقدر ذوق کر سکتا نہیں تیری ثنا خوانی

برقِ تجلّا

درستائشِ امیر المومنین یعسوب الدّین ہزبر سالب اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب روحی لہم الفدا

نصابِ مکتبِ پیرِ مُغاں ہو درسِ عرفانی
رہے گا تا کجے سرمستِ حکمتہائے یونانی

خمارِ بادۂ اشراق میں انگڑائیاں کب تک
کہاں تک اب یہ افلاطون کے خم کی نگہبانی

کہاں تک اب یہ پابندیِ معقولات لا یعقل
کہاں تک محبسِ سقراط کی اب حلقہ جنبانی

تماشائے طبیعیات کا کب تک اثر دل میں
کرے گا صُفّۂ بقراط کی کب تک نگہبانی

بس اب تقلیدِ مشائیں کب تک ہمنے یانا
کہ ادراکِ حقایق میں ترے دعوے ہیں برہانی

کہاں تک اب یہ تحقیقاتِ اجرامِ سماویہ
کہاں تک ہو گی سیاروں کی ثابت گرم جولانی

سخاوت ذہن کی کب تک بیادِ علمِ سُوفسطا
کہاں تک سیمیائی وہم کی پیہم زر افشانی

ریاضت تا بکے خلع بدن میں عامل کامل
یوہیں نابود ہو جائے نہ اک دن ہستی فانی

بتا دے وحشت تحقیق میں ہمراہ غزالی
غزال آسا رہے گا تا بکے سرگرم جولانی

بتا تصدیق مظنونات و وہمیات یہ کب تک
ہوئے ہیں سب تصور تیرے تسویلات شیطانی

کہاں تک مغز سر خالی کریگا فکر بیجا سے
بتا دے اے حریف حکمت قابوس جرجانی

کہے گا آسماں کو دیکھ کر حد نظر کب تک
بدیہیات سے انکار کب تک واے نادانی

فضا پر عکس پڑ سکتا نہیں اور ہے شفق پرتو
وجود آسماں میں اب رہی کیا تجھکو حیرانی

زمیں کرتی ہے گردش رات دن تیری نگاہوں میں
پھرا ہے سر ترا شاید ہوئی ہے عقل دیوانی

ملا ہے اس میں سم الفار ہم تجھ سے نہ کہتے تھے
پیالہ پی کے فارابی کا ہوگی اک پشیمانی

یہاں تک تو نے کوشش کی ہے اثبات تناسخ میں
بنا ہے فکر جسم و روح میں تشکل ہیولانی

رٹی شکل حماری تو نے اقلیدس میں اس درجہ
ہوئے جاتے ہیں تجھ سے سلب خاصیات انسانی

ہوا کیا رنگ رخ تنکر عرض میں دیکھ آئینہ
نظر کرتے ہیں تجکو دیدۂ جوہر سے حیرانی

نہ پہونچے گا کبھی تو حیّز علم طبیعی تک
کھلائے گا یوں ہی تحقیق میں گر روح حیوانی

ہوا ناقص عضادہ تیرے اصطرلاب ایماں کا
یہاں تک کی ہے ایجاد ارسطو کی ثناخوانی

نہ کرتا عقل آرائی اگر تو بدو فطرت میں
نہ سوے عقل کل محتاج ہوتا جوہر ثانی

تری تحقیق کے صدقے محقق واہ کیا کہنا
ہوا ہے رفتہ رفتہ منکر توحید ربانی

تدبر میں بسیط محض کو بھی ہاتھ سے کھویا
رہا دنیا میں تو اور مادہ باقی ہیں سب فانی

الٰہیات کے پڑھنے سے اے جاہل نتیجہ کیا
نہیں ہے دل ترا جب جلوہ گاہ نور عرفانی

کتاب النفس افلاطوں اگر پڑھ لی تو کیا حاصل
حقیقت نفس امارہ کی جب اپنے نہ پہچانی

موحد ہو کے کر کسب معارف نفس سے اپنے
جو ذوق فلسفہ ہے سیکھ حکمتہائے ایمانی

فضائے مسجد تجرید میں ہو معتکف جا کر
نہیں اس تنگنائے دہر میں غافل تن آسانی

پرستش چھوڑ ناداں اپنی تخیلات فاسد کی
کہاں تک اب رہیگا منکر آیات قرآنی

ظہور معجزہ ممکن ہے سب سے اے معاذ اللہ
نبوت سب کو مل سکتی ہے کب اے دانائے نادانی

عطا کے علم کا قائل ہوا تو ماہ نخشب سے
مگر شق القمر کے معجزہ میں اتنی حیرانی

عقیدہ تیرا فاسد ہے تو تاریخوں میں دیکھ اسکو
مخالف کی شہادت معتبر دنیا نے ہے مانی

کئی کافر بلاد غیر کے اسلام جب لائے
ترے انکار سے اسلام کو ہے سخت حیرانی

ہوا ہے ابتو اس مصرع کا تو مصداق او ملحد
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

نظر کوہ حرا مکہ کا صاف آتا تھا اے ناداں
جدائی دونوں ٹکڑوں میں یہ تھی او خصم ایمانی

زہے معجز نمائی کر دیا دنیا پہ یہ روشن
مری اس خرق عادت پہ یہ دو شاہد ہیں نورانی

دکھائی کافروں کو ہیبت اسلام در پردہ
کہ انگشت شہادت ہے مری تیغ صفاہانی

سن اے صورت پرست حکمت ایجاد بے معنی
سن اے وارفتہ اسرار معلومات قسطانی

لگاتی ہے شریعت دیکھ تجھ پر کفر کا فتوے
عبث کرتا ہے اپنی رائے سے تفسیر قرآنی

بشر کی عقل ہو عاجز نہ جس سے معجزہ وہ کیا
وہ کیا ہی خرق عادت ہو نہ جس سے سبکو حیرانی

تفوق چاہیئے ہے کچھ نبی کو نوع سے اپنی
نہیں رتبہ میں یکساں جملہ مخلوقات ربانی

نہیں باقی رہا کچھ امتیاز اللہ ری کم بینی
کہاں ذرات ارضی اور کہاں لعل بدخشانی

اگر ہے جذب مقناطیس و جذب کہربا ثابت
تعجب کیا ہی جب جذب باطنی سے وصل جانانی

کہاں سے اس میں استبعاد عقلی ہو گیا پیدا
یہ تیرا خبط ہے اے منکر معراج جسمانی

اگر ہوتا نہ ماخذ دل ترا تسویل شیطاں کا
نہ کہتا پھر کبھی الہام کو تو فکر انسانی

لیا ہے اپنے سر پر مظلمہ قانون قدرت کا
خدا ہی داد بدعت دے گا او بیداد کے بانی

ہمیں مطلب ہی کیا اس سے کوئی ناصح نہیں تیرے
فقط سمجھائے دیتے ہیں بہمدردی ایمانی

کیا پیدا خدا نے تجکو مخلوقات سے اشرف
طبیعت کو تری مرغوب ہی کیوں خوئے حیوانی

صفائے نفس پیدا کر کہ روشن چشم حق بیں ہو
چراغ راہ بنجاہے جو دل میں نور عرفانی

سبق لے اپنے دل میں کشف اسرار حقیقت کا
یہ ہے وہ مدرسہ کہتے ہیں جسکو عرش رحمانی

دم لغزش ید بیضا لے دل سے لے مدد سالک
نہیں ہے سہل اس وادی کا طے ہونا بآسانی

رو لئے صدق سے کر صاف گرد آئینہ دل کی
وہی دیکھے گا تو جسکے لئے خاک اسقدر چھانی

ہر اک آنسو میں پیدا ہو تلاطم بحر قدرت کا
رہے گر آبجوئے چشم محو قطرہ افشانی

ارے او جاگنے والے شب تاریک الفت میں
چراغ عمر گل کر نیند آ جائے بہ آسانی

خدا ہی چین دے گا خوابگاہ عشق میں تجکو
کہ ہیں سب تار بستر خار حسرت ہائے پنہانی

متاع ظاہری سے ہو سبکدوش ایسی منزلیں
کہ سد راہ ہے ہر اک قدم پر بار جسمانی

سمجھ لے عاشقی کی موت کو پیغام وصل اہل
یہ کھنچنا بھی رگوں کا نزع میں ہے جذب روحانی

فنا فی العشق ہو جا جب کہیں یہ عقدہ حل ہوگا
ترا فانی الضمیر نفس ہے وہ راز پنہانی

جو ذوق عاشقی ہو دل میں ایسا درد پیدا کر
چمک میں جسکی اک جلوہ نظر آتا ہو نورانی

غرض افسانۂ غم اب جو چھیڑا ہے تو کہہ ڈالو
کہا تھا چپ رہو تمنے ہماری بات کب مانی

مطلع

برنگ زلف شب بھر بڑھتی جائیگی پریشانی
نہ پوچھو سرگذشت دل کہ یہ قصہ ہے طولانی

کٹی سب زندگانی ضبط کی خدمتگذاری میں
بوقت نزع جب دیکھا نتیجہ تھا پشیمانی

سنا جائے گا کب تجھ سے یہ دردانگیز افسانہ
نہ مجکو چھیڑ ہمدم چھوڑ یہ انداز نادانی

جو نیند اڑ جائے گی غمزے ترے الزام دینگے
نہ فرش خواب سے بھی اٹھ سکا نازک تن آسانی

سنانے کو سنا دوں اور تو سن لے مگر ظالم
میں کن آنکھوں سے دیکھوں گا تری تصویر حیرانی

نکل آیا کوئی آنسو تو کل اس کی تلافی میں
مجھے کرنا پڑے گا ظلم سے تیرے لہو پانی

بیاں کرنے کو کر دوں سختی تکلیف جانبازی
سنے گا کون اے بیدرد الزام گراں جانی

یہ کس کا دل کہ پھر رو پیچھے گا وہ پھیلا ہوا کاجل
اگر بیساختہ کی سُنکے تمنے اشک افشانی

یہی ضد ہی تو لو بیٹھو سنبھلکر میرے پہلو میں
سنادوں جابجا سے داستان درد پنہانی

مطلع

فراغت سے عدم میں دل تھا جب شکل ہیولانی
کھنچا تھا لوح پیشانی پہ نقش خانہ ویرانی

ہوا تم تنگ لہو ہو کر حنا کو دسترس حاصل
کیا جب خون اپنا دل نے پایا قرب جانانی

جفا جسطرح تم کرتے ہو اپنے جاں نثاروں پر
یونہیں تھا ابتدا میں دل بھی ظلم و جور کا بانی

ذرا آئینہ دیکھو ہے جو کیفیت نگاہوں میں
یونہیں رہتا تھا دل بھی سرخوش صہبائے عرفانی

تباہی میں مری مضمر تھی وسعت دشت عرفاں کی
فضائے عالم وحدت تھی کنج دل کی ویرانی

سویدا سے مری نسبت ہی کیا ہی سنگ اسود کو
وہ اک پتھر ہے یہ ہے جلوہ گاہ نور ربّانی

اگر تعمیر کعبہ پر ہے ابراہیمؑ کو نازش
حریم دل کا ہے کر خود ید قدرت ہوا بانی

اگر جوش جنوں میں چاک کی اس کو تمنّا ہو
کرے صبح ازل پیراہن دل کی گریبانی

موافق نشہ کی طاقت کے لازم تھی قدح نوشی
تنک ظرفی یہ ہی منصور کی اس دلکو حیرانی

مرا سینہ جہاں میں رُوکش صد طور سینا ہی
مرا دل ہے حریف حضرت موسی عمرانی

صدا انی انا اللہ کی رگ گردن تک آتی ہی
ارے یہ کون ہی دل میں بشکل راز پنہانی

ارے معمار کعبہ دیکھ میرا دل وہ مشہد ہے
کہ اسمعیل حسرت کی جہاں ہوتی ہے قربانی

ہجوم آرزو سے دم گھٹا ہے دل کا مدت تک
مؤثر کیوں نہوں نالے کہ ہے فریاد زندانی

شکست شیشۂ دل سے انا الحق کی صدا آئی
ہمیں منظور راتے تکلیف عشق اب تیری پنہانی

تجھے اے کعبۂ دل ہمنے مامن اپنا سمجھا تھا
کیا تو ہی نے ظالم آرزوں کا لہو پانی

پڑھو دل سے وہ مطلع اے عزیز نکتہ پرور اب
کہ طاری اہل محفل پر ہوں کیفیات وجدانی

مطلع

شگاف پردۂ دل ہے تماشا گاہ عرفانی
جدار کعبہ شق ہوتے ہی چمکا نور ربانی

وہ کعبہ مسقط الراس علی ابن ابی طالب
وہ کعبہ جلوہ زار شوخی انوار یزدانی

ہوئی وحی امامت آج نازل خانۂ حق میں
مبارک اے رسول اللہ اب اسکی نگہبانی

تجلی زار ہے کیسا سوید اے دل کعبہ
بنا ہے سنگ اسود آفتاب صبح عرفانی

جناب فاطمہ بنت اسد کعبہ سے نکلی ہیں
لیے آغوش الفت میں مراد قلب ایمانی

ابو طالبؑ چلو سجدہ کرو کعبہ کی چوکھٹ پر
ملا ہے تم کو اس کے گھر سے فخر آل عمرانی

ارے کعبہ مبارک ہو نصیبہ تیرا چمکا ہے
ہوا ہے روئے وجہ اللہ تیرا نور پیشانی

مبارک اے رسول اللہ تم کو ابن عم اپنا
یہ وہ ہے جسنے بعد از حق تمھاری شان پہچانی

مبارک تجھ کو اے اسلام اب اپنی جہانگیری
ید اللہ نے رکھا سر پر تیرے اکلیل سلطانی

مبارک تم کو اے انسیہ حورا مبارک ہو
دیا ہے حق نے اپنے گھر سے کیسا زوج لاثانی

مبارک اے غدیر خم مبارک تجھ کو وہ مولا
کہ جس کی ذات سے تجھ میں ہوئی تکمیل ایمانی

مبارک ہو تمھیں روح الامیں اُستادِ فن اپنا
ہمایوں ہو تمھیں درس معارف کی سبق خوانی

مبارک تجھ کو ہو اے باب علم اب اپنا وا ہونا
ہوا ہے آج سے تو مسلک ارباب عرفانی

مبارک اے خلیل اللہ تمھیں مدعا اپنا
بنائے کعبہ میں جو وجہ کوشش تھی وہ پہچانی

مبارک تجھ کو اے قنبر ہوا پنا مالک باذل
قطار ناقہ دے سائل کو تاکے یہ شتربانی

مبارک اے نصیری جس کو تو اللہ کہتا ہے
دکھائے اُس نے بیت اللہ میں اسرار ربانی

مبارک تجھ کو اے کوثر ترا ساقی ہوا پیدا
دم جوش مسرت ہے دکھا اب اپنی طغیانی

مُبارک تجھ کو اے شہر رجب ماہ امامت ہو
ہوئی نور سعادت سے ترے دل میں درخشانی

مُبارک تجھ کو اے خیبر ترا مشکل کشا آیا
کھلے جاتے ہیں عقدے تیرے دل کے اب بآسانی

مبارک تم کو اے شیعو امیر المومنیں اپنا
نگہ ٹھہرے اگر دیکھیں جلوہ وہ نور ربانی

کلیم اللہ کو بھی ساتھ لے لو طور سینا سے
ہے اپنی کہنہ مشقی پر انھیں دعوئے برہانی

صدائے لن ترانی بھی اگر سُن لیں میرا ذمہ
کریں جی چاہے جتنی ہوش کی اپنے نگہبانی

یہ وہ جلوہ نہیں غش آگیا تھا جس سے حضرت کو
یہ وہ جلوہ ہے ہوتا ہے جدھر کو جذب روحانی

وہ جلوہ طور پر تھا یہ ہے کعبہ میں سمجھ جاؤ
نہ منھ کھلواؤ آگے بس کہ ہے یہ راز پنہانی

مطلع

حرم آغوش میں لے جسکا دیں با خندہ پیشانی
وہ کیسا نور ہوگا یا الٰہی ہے یہ حیرانی

ترے صدقے رہیں بیتاب کبتک دیکھنے والے
دکھا لے نیّر نور امامت اپنی تابانی

سمجھ کر کفش خانہ ایک دن تو جلوہ گر ہوجا
ہمارے خانۂ دل کو بنا دے کعبۂ ثانی

سنا ہی میں نے تم بالیں پہ وقت نزع آتے ہو
وہ دن جلدی خدا لائے کہ ہو بار اب گرانجانی

بقدر حسرت دیدار تم کو دیکھ لوں مولا
مری بالیں ہو وقت نزع طوفانگاہ حیرانی

یہ مانا حشر میں ہوگی زیارت آپ کی لیکن
کہاں یہ بندۂ عاجز کہاں دربار سلطانی

خدا جانے کہ ہم اُس بھیڑ میں دیکھیں تمھیں کیونکر
اُدھر مجمع قیامت کا اِدھر عصیاں کی طغیانی

رہے گر یاد ہمکو بھی اشارے سے بُلا لینا
نہیں ہیں گو کہ اس قابل مگر احساں جانانی

کہیں ایسا نہو گھبرا کے کھو جاؤں وہاں آقا
بہت پھر ڈھونڈھنے میں ہوگی قنبر کو پریشانی

جب آئیں آپ اُسی دم حکم فرمائیں مرے آقا
جگا دے شور محشر نیند سے مجھ کو بآسانی

نہ یوں اُٹھوں کہ سر گھومے مرا آشوب محشر سے
زمیں کا زلزلہ ہو راحت گہوارہ جنبانی

یہ باتیں سب تمھارے قبضۂ قدرت میں ہیں شاہا
تمھارا حکم ہے منجملۂ احکام یزدانی

نہ کرتا طائر قبلہ نما رُخ اِتّمہ سے مولد کا
اگر بازو کو تو بر سے نہ سُنتا معدلت رانی

محیط علم حضرت ہے وہ ناپیدا کنار اے دل
کہ جسکے ایک قطرہ میں ہی جزر و مد عمانی

دکھادوں اب تمھیں وہ قطرۂ دریا نما شیعو
یہ ہیں ناصر حسین آئینہ دار علم ربّانی

بسعی ناخن تحقیق کھولے جسنے سب عقدے
امور شرع میں مشکل کشائی کی بہ آسانی

مداد اسکی نہ کیونکر رشک خون شہیداں ہو
نظر آتے ہیں جس میں جلوۂ اسرار ربّانی

دل کعبہ ہوا جس طرح وجہ اللہ سے روشن
کیا ہے قلب ایماں آپ نے اس طرح نورانی

کھلا یہ راز اب عنوان مہر سجدہ سے ہمیں پر
شریعت کا ہے سرنامہ انھیں کا خط پیشانی

دم تحریر بھی نصرت میں کوتاہی نہیں کرتے
صریر کلک دیتی ہے صدائے فتح ایمانی

رہے زہد و عبادت کا نہ کیونکر انکے سر سہرا
کہ ظاہر رخ سے ہوتی ہی شعاع مہر عرفانی

زیارت آپ کی ہے اعتکاف کعبہ سے بہتر
ثواب حج سے زائد اجر میں اسکے فراوانی

سب ان کے سلسلے ہیں منتہی آل محمدؐ تک
نسب کیا علم کیا کیا زہد کیا تقوائے سلمانی

بھلا کس طرح جاؤں آپ کے دربار مدحت میں
نہیں زیر نگیں جب میرے اقلیم سخندانی

مجھے جرأت ملی ہی آپ ہی کی داد سے ورنہ
کہاں اک چاکر قنبر کہاں شہ کی ثناخوانی

میں ہوں وہ ذرّہ کمتر جسے یہ بھی نہیں شایاں
یہ مانا نظم کے اصناف سے ہی اک رجز خوانی

نہ ہو کفران نعمت اسلئے کچھ عرض کرتا ہوں
کہ ظاہر قلزم فیّاض کی ہو جائے طغیانی

حکایت ہی بہت مشہور حسان ابن ثابت کی
ہوا کرتا ہے شاعر اصل میں تلمیذ رحمانی

جو ان لفظوں سے حیرت ہے سمجھ یوں اس قضیہ کو
طبیعت اور اُسکے مادہ کا کون ہے بانی

جدھر جائیگا ہے آئینہ بندی اسکی قدرت کی
ابھی دیکھا ہی کیا ہے تونے کیوں ہے آتی حیرانی

دکھا دونگا بہارِ تازہ مہلت دی جو گردوں نے
کہ ہر زخم جگر ہے جلوہ زار باغ رضوانی

عندلیب زلہ سنج اب تابکے یہ لاف لاطائل
کرو عرش بریں تک اب دعاؤں سے درافشانی

عطائے ملہم غیبی رہے دائم مرے دل پر
متاع رشک کی حاسد کے دلمیں ہو فراوانی

ہمایوں ہوں مجھے رنگیں نوائی مدح مولا میں
مبارک تجکو اے حاسد رہے خونابہ افشانی

صلے میں اس قصیدے کے بجز اسکے نہیں خواہش
ہمارے حجۃ الاسلام کی ہو عمر طولانی

سرجوشِ غدیر

تاریخی واقعاتِ غدیرِ خم

خداوندا بحسنِ یوسف و عشقِ زلیخائی
نہ آئے دامنِ عصمت پہ میرے داغِ رسوائی

تجلی نرگس ستان یارب وہ آنکھیں دے
کہ جو ہوں انتظارِ وعدۂ فردا میں پتھرائی

مطیع حکم کریوں قوتِ ادراک کو میری
سمجھ میں کچھ نہ آئے پھر کسی کی بات سمجھائی

دماغ ایسا عطا کر اپنے سودائے محبت میں
جسے ہو تختۂ مغزانِ جنوں سے نازہتائی

وہ دل دے ہو جبیں پر جسکی نقشِ قشقۂ وحشت
فضائے ملکِ وحشت میں کرے جو دشت پیمائی

وہ دل دے ایخدا شاہد پرستی جسکا مشرب ہو
وہ دل محبوب کا تیرے جو ہو سو جاں سے شیدائی

وہ دل دے ایخدا جو کشتۂ طرزِ تغافل ہو
وہ دل دے جو کہ ہو جاں دادۂ نازِ خود آرائی

وہ دل دے جو کہ ہو سر تا قدم اک آبلہ یارب
تپک میں جسکی شوخی حسن کی دیتی ہو دکھلائی

گلِ زخمِ محبت سرزمینِ دل سے یوں نکلیں
کہ خود حسنِ ازل ہو شوق سے جسکا تماشائی

وہ ناخن دے کریں خون جگر سے جو حنابندی ۔ رہیں داغ جنوں کی سینہ کاوی پر جو شیدائی

ترے وادی وحدت میں نہو مجھ سا دیوانہ ۔ تیرے صحرائے قدرت میں نہو مجھ سا سودائی

نہاں کر میری آب و گل میں اپنی جذب الفت کو ۔ مخمر عشق سے کر میرے اشکال ہیولائی

مجھے اُس بحر عشق سرمدی کا ایک قطرہ دے ۔ کہ جسنے انبیا کے چشمۂ دل میں جگہ پائی

بوقت ذبح اسمٰعیل جس نے دلدہی کی تھی ۔ خلیل اللہ کو دیدیے کے تعلیم شکیبائی

بیاض دیدۂ یعقوب جسکی صبح عشرت ہے ۔ سواد محبس یوسف ہی جسکی شام تنہائی

چراغ حسن سے یارا تھا کاجل جسنے زنداں میں ۔ کہ چشم پیر کنعاں میں لگائے کحل بینائی

وہ عشق پاک جس سے امتحانگاہ رضیت میں ۔ لیا ایوب دلنے مدتوں درس شکیبائی

یہی تھا باعث چاک قمیص حضرت یوسف ۔ اسی نے تھی گواہی پاکدامانی پہ دلوائی

یہی ہی باعث بیداری بخت مہ کنعاں ۔ یہی ہے حاصل تعبیر رویائے زلیخائی

اسی نے میکدہ میں حسن کو ساقی گری کی ہو ۔ اسی نے بزمگاہ نازمیں کی بادہ پیمائی

یہی دارالسرور حسن میں ہمراز وحدت تھا ۔ یہی بیت الحزن میں تھا انیس شام تنہائی

ید بیضا کا تمغا وادی ایمن میں دلوا کر ۔ اسی نے حضرت موسیٰ کی تھی عزت افزائی

سرابستان وحدت میں اسی کا دور دورہ تھا ۔ اسی گلشن میں خوشبوئے گل باغ الست آئی

اسکی خصلتیں کچھ کم نہیں ہیں خرق عادت سے ۔ اسی کے دم قدم کے ساتھ اعجاز مسیحائی

بھلا یوں ہیبتوں کیا تیشہ فرہاد سے کٹتا
اسی نے بازوؤں میں کوہکن کے دی توانائی

اسی کی ہر رگِ دل تھی زمام ناقۂ لیلےٰ
یہی تو نجد میں تھا رہ نورد دشت رسوائی

اُٹھیں وہ دو سیاہ آہ کی جب آندھیاں پیہم
تو اُسنے کعبۂ دل میں اذاں نالوں سے دلوائی

یہی وہ خضر ہی پیر طریقت بنکے مجنوں کو
زمانے میں بیاباں در بیاباں خاک چھنوائی

اسی نے دیکھ کر جوش و خروش حضرت موسیٰ
مئے دیدار میں داروئے بیہوشی تھی ملوائی

سکھا کر حضرت یونس کو رمز علّم الاسماٗ
اسی نے بطن ماہی میں دیا درس شکیبائی

یہی کرتا رہا پروانگی شمع حقیقت کی
یہی حسن ازل کا بد و فطرت میں تھا شیدائی

یہی تھا واقف اسرار آداب عبودیت
اسی نے آستان حسن پر کی ناصیہ سائی

سکھائے تھے رموز جانگدازی عشق نے اسکو
اسی سے شمع نے عمر طبیعی ایک شب پائی

اسیکے آئینہ خانہ میں ہر سو ایک جلوہ ہی
اسی سے حسن خودبیں کو ہوا دعوےٰ یکتائی

یہی ہے مقتل جاندادگان خنجر ابرو
یہی ہی مشہد دل خستگان تیغ رعنائی

یہی ہے مسکن آوارگان دشت ناکامی
یہی ہی مدفن افتادگان کوئے رسوائی

یہی تھا حکمران ملک حقیقی و مجازی میں
اسی نے عمر بھر دونوں جہانمیں کی ہی دارائی

اسی وادی کی ہر ذرّہ میں وسعت ہے بیابانکی
اسی دجلہ کے ہر قطرہ میں جزر و مد دریائی

بنا کر اسنے دارالضرب دل میں داغ کے سکّے
ہر اک پہلو پہ اسکے حسن کی تصویر کھنچوائی

خیال حُسن میں اِک روز اسنے خاک اُڑائی تھی
اُنھیں ذرّوں کے پرّانوں نے خلقت دہر میں پائی

یہی ہے موجد علم حدیث شمع و پروانہ
یہی ہو واضع قانون صبر و ناشکیبائی

ہر اک ناسور اسکا دوربین جلوہ جاناں
ہر اک زخم اسکا اک گلدستہ باغ تماشائی

یہی ہو راکب اسپ سریع السیر بیتابی
یہی ہو غاشیہ بردار شوق جادہ فرسائی

نبرد اہل دل میں یہ کماں بر دوش رہتا ہے
اسی کے ناوک دلدوز میں ہو زور گیرائی

یہی وہ ہو علی میں جسنے اپنا جلوہ دکھلاکر
غدیر خم میں کہلایا سبھوں نے انت مولائی

یہی ہو گوہر نایاب اس بحر حقیقت کا
طلسم لفظ کن سے جسنے کی ہو قدرت آرائی

مطلع

وہ صورت گر کہ جسنے انتہائے شان یکتائی
علی سے حق نما بندہ کو پیدا کرکے دکھلائی

علی وہ ہمنشیں و جانشین احمد مرسل
علی وہ مصطفٰے کا زور بازو ابن عم بھائی

علی اللہ کا پیارا نبی کی آنکھ کا تارا
ولی اللہ شایان خطاب انت مولائی

آغاز واقعہ

مہ ذی الحجّہ کی اٹھارھویں تاریخ تھی جسدن
غدیر خم کے اس اُجڑے ہوئے بن میں بہار آئی

جہاں نام و نشاں بھی تھا نہ آبادی کا کوسوں تک
سپہ سالار دیں نے اس جگہ پر چھاؤنی چھائی

غرض اس واقعہ کو اک ذرا تفصیل سے لکھو
کہ ہیں مشتاق اسکے قلب یاران تولائی

مطلع

فراغت حج آخر سے رسول اللہ نے جب پائی
ارادہ تھا مدینہ کا کہ وحی کبریا آئی

ولی اللہ کو اب کیجئے نائب مناب اپنا
کہ زیبا ہے انھیں کو بعد حضرت مسند آرائی

ودیعت کیجئے اب ساری اسرار الٰہیہ
علی کو جو کہ ہیں دونوں جہاں میں آپ کا بھائی

علوم انبیا فرقان دیجئے انکی اب لکھیئے
کہ شام وعدۂ وصلت زمانہ میں قریب آئی

یقیناً وقت آپہونچا ہے ابلاغ رسالت کا
یہی وہ وقت ہے اسلام کی ہو صورت آرائی

بفرمان الٰہی کیجئے تبلیغ ان سب کی
علی کے باب میں جو کچھ خبر ہے آپنے پائی

نہ کی تعمیل اگر اس حکم کی اے خاصۂ داور
رسالت آپنے پھر حق تعالیٰ کی نہ پہونچائی

اگر کچھ دل میں ہے خوف وخطر اشرار امت کا
خدا رکھے گا محفوظ ان سے کیجئے محفل آرائی

مشیت میں جو تھی تکمیل اس دن دین حق کی
مکرر وحی تاکید وصایت آپ پر آئی

خبر یہ پاتے ہی رحل اقامت آپنے رکھا
بنا جنت کا طبقہ تختۂ گلہائے صحرائی

غدیر خم کی قسمت کا ستارا دفعتہً چمکا
بنا ہر ایک ذرہ آفتاب چرخ مینائی

ہوا گرم ایک ہنگامہ ہوا بدلی زمانے کی
طبیعت مہر عالمتاب کی بھی خوب گرمائی

نماز ظہر ادا کی باجماعت سرور دیں نے
کیا پھر حکم نافذ کرو اب بزم آرائی

ندا دو جا کے دور افتادگان حد منزل کو
کہ ہے منظور ہمکو اس جگہ پر سب کی یکجائی

جو ہیں ناقہ ہوا فرمان حضرت کا بلال اُٹھے
صدا حی علی خیر العمل کی سب میں ہو یکجائی

بفور سمع پلٹے اپنی اپنی راہ سے رہرو
ہوئی دشت غدیر خم میں اک ہنگامہ آرائی

وہ وادی قلت آب و علف سے تھا جو ویرانہ
گل نقش قدم سے شاہ کے اسمیں بہار آئی

ادھر تھے شاہ لولاک اور اُدھر مجمع صحابہ کا
عیاں ہوتی تھی اس جنگل میں عز و شان دارائی

وہ وادی جسپہ صدقے ہے بہار روضۂ رضواں
وہ وادی دلبروں سے ہے جسے ناز خود آرائی

بنایا منبر اک سایہ میں اشجار مغیلاں کے
ہوئے پالان اشتر صرف کار محفل آرائی

خطیب منبر آفتاب اٹھا کس شان سے دیکھو
نثار اس حسن دین افروز پر ہو جان شیدائی

عمامہ زیب سر اور دوش اقدس پر عبا ڈالے
تری سج دھج پہ صدقے ہو شونکی شان عنائی

وہ نکلا آفتاب دیں غدیر خم کے میداں میں
بنا وہ منبر آفتاب رشک چرخ مینائی

گئے سر حلقۂ ایجاد عالم جب سر منبر
تو سب اصحاب اور حضار سے یہ بات فرمائی

مری جانب ذرا یا معشر الناس اب مخاطب ہو
کہ ہے یہ آخری میری تمہاری مجلس آرائی

پڑھا خطبہ پھر اک تحمید و تقدیس الٰہی میں
کہ تھا ہر حرف جسکا دفتر توحید و یکتائی

جو ہیں الحمد للہ الذی ارشاد فرمایا
فصیحان عرب کی ساری محفل وجد میں آئی

وہ خطبہ جسکے الفاظ و مضامیں جزیلہ سے
فصاحت اور بلاغت کی ہوئی ہے عزت افزائی

ہر اک فقرہ کو جسکے دعویٰ ہا تو الکتلہ تھا ہر اک جملہ نے جسکے شوکت شرع ہائی
فصیحان عرب کے ہوش اُڑائے جسنے وہ خطبہ طلیقان عجم کی بند کردی جسنے گویائی
وہ خطبہ بیخودی شوق میں ہر لفظ پر جسکی فصاحت بوسئہ لب لیکے بولی انت مولائی
پس از ختم سر دیباچہ حمد خداوندی مخاطب ہوکے اہل بزم کو یہ بات سمجھائی
سُنو یا معشر الناس اب امام ایسا ملا تم کو خدا نے جسکی طاعت دوجہانپر فرض فرمائی
تمام اعراب اور اعجام اور سب ابیض و اسود جہاں میں جسقدر ہیں قائل توحید و یکتائی
مہاجر ہوں کہ ہوں انصار یا ہوں بادی و حاضر کریگا جملہ مخلوقات عالم پردہ دارائی
زمانہ ہوگا اُسکے حلقہ طوق اطاعت میں مخالف دشت لعنت میں کریگا جادہ فرسائی
خدا نے سورہ یسین میں فرمایا امام اُسکو شب ہجرت فدا کی اُسنے مجھپر جان شیدائی
اُسی کو راہ حق میں لوم لائم کی نہیں پروا اُسکی ذات میں نے سابق الاسلام ہی پائی
فضیلت اسکو دو فضل بنایا جسکو خالق نے قبول اُسکو کرو نعمت جو تمکو حق نے بھجوائی
ذرا قرآن کو سمجھو اُسکے پہلو غور سے دیکھو ہوئی ہی لفظ جنب اللہ سے کسکی عزت افزائی
ذرا بھی شک جسے اس بات میں ہی وہ منافق ہی خدا کی لعنت اُسپر اسکی قسمت میں ہی رسوائی
لیا پھر آپ نے دست یداللہ لائے منبر تک کہا دیکھو امامت ہی اسی بندہ پہ شیدائی
یہی ہی بوالائمہ وارث اسکے سب ائمہ ہیں کریں گے تا بمحشر سب اسی کی مسند آرائی

نہیں جز اسکی سرداری حلال اب غیر کو ہرگز | امیر المومنیں ہی بعد میرے یہ مرا بھائی
کہا پھر کیا نفوس مومنیں سے ہیں نہیں اولے | بلے یا مصطفےٰ کی ساری محفل سے صدا آئی
یہ کہہ کر پھر دکھایا وصل امامت اور نبوت کا | نقطہ اتمام حجت تھی یہ تقریب شناسائی
بلند اتنا کیا بالائے منبر شاہ مرداں کو | کہ حد قاب قوسین ابروں نے جھک کے دکھلائی
رسول اللہ کے زانو تک قدم پہونچے ید اللہ کے | سپیدی بغل ظاہر ہوئی یا صبح عید آئی
دکھا کر مومنوں کو رفعت شان ید اللّٰہی | ہر اک کو شرح لفظ فوق ایدیہم کی بتلائی
کہا میں جسکا مولا ہوں علی بھی اسکا مولا ہے | موالات اسکی واجب حق تعالیٰ نے ہے فرمائی
ہی ابن عم امام دیں خلیفہ میری امت کا | علی ابن ابی طالب وصی میرا ہے مرا بھائی
خدایا دشمنی رکھ انسے جو لوگ اسکے دشمن ہیں | الٰہی دوست رکھ انکو جو ہیں اسکے تولائی
یہ جب فرما چکے منبر سے اترے سرور عالم | مبارک باد دینے کو بڑھا ہر ایک شیدائی
طلسم شوق کو پنہاں کئے سینہ میں آئی سب | علی کے ہاتھ چومے پانو پر کی ناصیہ سائی
خوشی میں تہنیت دی امہات مومنیں نے بھی | صدا تحمید اور تکبیر کی ہر سمت سے آئی
دل ختم الرسل کی اب خوشی کا پوچھنا ہی کیا | دیا ہو حق تعالےٰ نے برابر کا جسے بھائی
ہوائے شوق میں پر تولتے روح الامیں آئے | نوید آیۂ الیوم اکملت لکھ لائی
بڑھے اصحاب میں سے اک عقیدت کیش فرماتے | مبارک ہو مبارک یا علی اصبحت مولائی

پھر اسکے بعد حسان ابن ثابت جوش میں اٹھے
سنا کر نظم اپنی لی سبھوں سے داد شیوائی

برسم تہنیت کچھ تو بھی پڑھ اے بندۂ حیدر
غزیزا بنائے فن نے تیرے کی ہو خامہ فرسائی

مطلع

بڑھانا ہاتھ ساقی شوق بیعت میں ترے ہیں سودائی
میری کشتی کنار جدول خم غدیر آئی

چلے آئے ہیں ہم بھی آرزو میں عید ملنے کی
گلے لگجا مرے ساقی ذرا اک لیکے انگڑائی

الٹ دے آج محفل ساقیا اک دو ہی چھینٹو میں
پلا دے راوق خم غدیر اے مست رعنائی

قدم لیتے ہی جسکو لڑکھڑائیں تر دماغوں کے
بحق نرگس مخمور دے وہ جام صہبائی

پلایا تھا مجھے روز الست اک رطل مے تو نے
کبھی کی ہمسے بھی تھی تجھ سوا اے ساقی شناسائی

سمجھ کر میں نے معبود نصیری تجکو اے ساقی
ہمیشہ تیرے خشت خم پہ کی ہو ناصیہ سائی

دکھا دے جلوۂ یاقوت سیال اب تو اے ساقی
کہ سوز آتش فرقت نے دل میں آگ بھڑکائی

ڈبو دے دریا دلی سے دے مے معجز نما ساقی
کہ لاکھوں کو ترا اک قطرہ میں دیں جسکی دکھلائی

پلا وہ جام خط جسمیں ترے عکس مژہ کے ہوں
کہ دل میں حلق کا کانٹا چبھے او مست رعنائی

بشکل نوجواں روح القدس بھی آئے بیٹھے ہیں
کہ دیکھیں آج تیرے میکدہ کی بزم آرائی

مے ساقی لبالب جام بھر دے آتش تر سے
طبیعت خوب ہے گرمائے آخر تو ہے گرمائی

لگا ہے حلق میں کانٹا پلا تھوڑی سی مے ساقی
وہ مے جو سایۂ نخل مغیلاں میں تھی کھچوائی

ذرا دے منہ پر اک چھینٹا غدیر خم کے ساغر کا
غشی مجکو ہی رخ پر دشمنوں کی مردنی چھائی

ہوئی ہی دیر بزم وعظ کا واعظ سے وعدہ ہے
وہیں منھ پھیر کر پی لینگے لیجل جام صہبائی

کہینگے بادہ نوشی میں مزا تو جب ہی او واعظ
شکست توبہ سے آئی صدا ائے انت مولائی

وہاں سے حضرت پیر مغاں کے پاس لیچلنا
کہ جاری کی ہی جسنے آج رسم بادہ پیمائی

کہا ہی جسنے وارد حوض پر عترت مری ہوگی
غدیر خم پہ جسنے بیٹھ کے خود وعظ فرمائی

کہا ہی جسنے اولی بالتصرف تجھ کو اے ساقی
اُسی کو تہنیت دیکر کہوں گا اب میں شیدائی

مبارک تجھ کو اپنا جانشیں مجھ کو مرا ساقی
قیامت تک زبانوں پر حدیث محفل آرائی

آئینۂ عبرت

دربی ثباتی دنیا و تخلص بمدح کنز الفقراء عصمۃ الاولیا خاص الاصفیا

کٹی شام جوانی ہے زمانہ صبح پیری کا
بس اب اُٹھ سونیوالے ہوگیا ہی نور کا تڑکا

کہاں تک سوئیگا کیوں لے رہا ہی نیند کے جھونکے
ابھی تو کنج مرقد میں تجھے تا حشر ہی سونا

افق سے سر کے کافور سحر کی نکہت آتی ہی
مہیّا کر لے ساماں حنوط و توشۂ عقبےٰ

ذرا کھول اب تو آنکھیں باندھ کالے سفر غافل
جرس بجنے ہی کو ہی قافلہ تیار ہی سارا

یہ کیا غفلت ہی منہ دھو اُٹھ کے اب اشک ندامت سے
صدا دیتا ہی میر کارواں لے ہوش میں آجا

ترے کردار پر ہے خندۂ صبح کفن غافل
ترے انجام پر ہے گریۂ شمع لحد گویا

بصارت کم ہوئی کب دیدۂ بے نور کی تیرے
ستارے صبح کے اب جھلملاتے ہیں وہ وقت آیا

قد خم گشتہ کہتا ہی کہ اب تو جھک اطاعت میں
گئے دن سرکشی کے دعوی نخوت ہے نازیبا

فروغ اب دے نشان سجدہ کو پیری میں ای غافل
سحر ہوتے ہی پیشانی پہ چمکے صبح کا تارا

نہ کرنا عہد پیری میں بھروسہ دم کا اک لمحہ
فنا کر دے گا اک دن یہ نسیم صبح کا جھونکا

دم لغزش خبر دی رعشۂ اندام نے غافل
لب بام آگیا ہے آفتاب زندگی تیرا

چھپائیگا بیاض صبح کبتک پردۂ شب میں
محاسن میں لگائیگا خضاب اب تا بکے بتلا

تشکن اعضا میں آئے دور کر جمعیت خاطر
پریشاں ہو چلے تیری کتاب عمر کے اجزا

فنا کا وقت آیا جنبش سر خود مویّد ہے
کیا قد دوتا نے تیری ہستی کو بشکل لا

حدوث عالم امکاں کا ثبت خود تغیر ہے
نظر کر اپنی حالت پر کہ کیا تھا تو ہوا اب کیا

یہ خط نسخ فرد زندگی پر تیرے کھینچے تھے
جسے پیری میں اپنے جسم پر تو جھرّیاں سمجھا

یہ صیقل کی ہے پیری نے کہ تو دیکھ اپنی ہستی کو
نہیں یہ جھرّیاں ہیں جو ہر آئینۂ اعضا

وجود نیستی کا وہم اے مغرور بیجا ہے
انانیت کا مرجع نفس انساں ہو نہیں سکتا

خیال زندگانی دلمیں کیوں ہر وقت رکھتا ہے
حقیقت دیکھ تو اپنی کہ تو ہے خاک کا پتلا

کہاں وہ بزم آرائی وہ فور شوق کی غافل
کہاں وہ ساز و ساماں جب طلسم زندگی ٹوٹا

اسے آب بقا سے دھو لے پہلے مطمئن پھر ہو
لگا ہے دامن دنیا پہ داغ اک بے ثباتی کا

اگر ہے عاقبت اندیش دیکھ آئینۂ عبرت
کہ جسمیں عکس ہستی ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا

لباس ماتمی پہنے ہوئے شام جوانی ہے
سپیدی کفن دکھلا رہا ہے رنگ پیری کا

مثال نیستی خود ہے ترے جسم مثالی میں
فنائے جسم ثابت کر رہے ہیں خود ترے اعضا

سکھا دے ہیئت فطرت تجھے رفتار معدومی
بنائے اس سے پرکار قدم تیرے تشکل لا

حیات جاودانی کی اگر خواہش ہی ای غافل
اجل آنے سے پہلے چاہیئے تجکو فنا ہونا

خدا کو ڈھونڈھتا ہی گر تو ترکِ ماسوا اللہ کر
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا و اھملھا

یہ تیرا پیکر نازک ہے مشت خاک سے کمتر
تجھے لازم ہی قلب ماہیت کی بھی خبر رکھنا

ہوئی ہی استطاعت تجھ میں اب پیری کے آنیسے
ارے ای بیخبر واجب ہے حج آخرت کرنا

مناسک کو ادا کر باندھ احرام کفن غافل
صدا لبیک کی دے اب حضور دوست ہے جانا

منائے دلمیں کر اب خواہش دنیا کی قربانی
قدم سی سعی کر سوے صفا و مروۂ عقبا

یہ لازم ہی کہ نذر نقد جاں اس حج میں دی پہلے
تمتع کی جو خواہش ہی تجھے ای بندۂ دنیا

اگر خواہش ہی ہو مقبول حج کر ترک آرایش
نہ دیکھ آئینہ تک مغرور خود بینی نہیں زیبا

کلاہ کج نہ رکھ مغرور کچھ تجھ کو خبر بھی ہی
یہ تیرا کاسۂ سر طعمہ کرم لحد ہوگا

یہ مانا ہمنے تو ہی بادشاہ ہفت کشور ہے
حضور دوست کام آئیگا کیا یہ تیرا استغنا

نظام عالم امکاں سپرد موت ہی غافل
نکر نظم و نسق میں مملکت کے کوشش بیجا

ترے قبضہ میں مانا مملکت ہی ربع مسکون کی
متاع آخرت کیا کی مہیا تونے یہ تو بتلا

خیال تنگی کنج لحد کچھ چاہیئے تجھ کو
یہ قصر دلکشا بنوا کے کیا آرام پائے گا

لباس قاقم و خز کیا سمجھ کے تونے پہنا ہی
کیا ہی کس لیئے زیب بدن یہ خلعت دیبا

معطر کر رہا ہی رخت ہستی کس لیئے غافل
وہ دن بھی یاد رکھ جب جیفۂ ناپاک تو ہوگا

کریگا اتفاقاً مس جو کوئی تیرے پیکر کو
بحکم شرع واجب ہوگا اُسپر غسل بھی کرنا

پہن لے کسوت الفقر فخری جسم خاکی پر
یہی ہے رونق ہستی یہی ہے زینت عقبا

بھلادے سرگذشت عہد طفلی وجوانی کو
صدائے الرحیل اب آرہی ہے گوش میں آجا

سن لے غافل یہ سب نقش ونگار بے ثباتی ہیں
نہوا اس شوق سے تو محو لعبت خانہ دنیا

نہ جان اسکو ذریعہ امتداد زندگی کا تو
پیام موت پیہم دے رہا ہے ہر نفس تیرا

انیس شام تربت ہونگے اکدن عقرب وافعی
سر آشفتہ سے اب دور کر دے زلف کا سودا

اندھیرا ایکہ ہی پھر چاندنی ہی چار ہی دنکی
عبث شام جوانی ہے تجھے یہ حسن پر غرّا

ارے او شوکت عہد جوانی دیکھنے والے
رہیگا محو زینت تا بکے اب رکھدے آئینا

تمنائے جوانی میں رنگا تو نے محاسن کو
سیاہ ہے اپنے اعمالوں کا بھی تو نے کبھی دیکھا

گذاری رات ساری کروٹیں لے لیکے فرقت میں
مگر تکلیف سمجھا تو نماز شب ادا کرنا

رٹا تو فصل گل میں قصۂ پارینۂ بلبل
نہ سمجھا چند روزہ ہے بہار گلشن دنیا

ہوا وقت ولادت گریہ اطفال سے ظاہر
سکھایا ہے ہمیں فطرت نے آتے ہی یہاں رونا

اگر خواہاں تصدیق خیال بے ثباتی ہو
عزیز آؤ ذرا دیکھ آئیں گورستان عبرت زا

دکھالائیں تمھیں وہ منظر شہر خموشاں ہم
جہاں رہتے ہیں بزم آرائے گیتی اب تن تنہا

اُٹھو بہر خدا اُن دوستوں کا حال تو پوچھیں
کبھی حاصل تھی جن سے لذت دنیا وما فیہا

الٰہی کس طرح اِن بےبسوں کو چین آتا ہے
مصیبت خیز ہے اس وادی غربت کا سناٹا

نگاہیں لی رہی تھیں درس عبرت ذرہ ذرہ سے
صدا خاموشیوں نے دی تجھے کیوں ہو گیا سکتا

نہ ڈر اتنا دہی اس خاک کے پردے میں پنہاں ہیں
اگر جن کی ہمنشینی کا تجھے ارمان رہتا تھا

بہت ڈرتا ہے گر تو سورہ الحمد دم کر لے
یہی صورت سہی تھوڑا تو اب اب دوست کو پہنچا

تری یہ بیرخی ان سے خلاف شرط الفت ہے
سر بالین تربت جا کے اتنا تو ذرا پوچھ آ

نہیں تھمتے کسی صورت جو آنسو شمع تربت کے
بتا اے بیکسی گور غریباں پر یہ کیا دیکھا

بتا اے شمع کیا آسودگان خاک پر گذری
تجھے بے اختیار آتا ہے کیوں یہ شام سے رونا

نکلتے ہیں ترے سینے سے پیہم کس لئے شعلے
بشکل آہ ہے کس واسطے تیرا قد رعنا

غنیمت جان کہدے حال تھوڑی رات باقی ہے
کہ آنے ہی کو ہے دیکھ اب نسیم صبح کا جھونکا

زباں شمع لحد کی ہو گئی خاموش یہ کہہ کر
میں تیری حال پر روتی ہوں سن اے دوست کے شیدا

میں تیرے غم میں گھلتی ہوں کہ تو اسدرجہ غافل ہے
متاع خانہ تربت کے ہے اسدرجہ بے پروا

جلا لینا چراغ معرفت کو کعبہ دل میں
قیامت ہی کا ہوگا گوشہ تربت میں اندھیارا

رہا خوف نکیرین و فشار تنگی مرقد
کرینگے بوتراب آکر تری نصرت نہ گھبرانا

یہ ہی تلقین آخر سن لے غافل جب دم پرسش
جوابات معین دینے کا آغاز تو کرنا

دہن سے تیری خوشبوئے مے خم غدیر آئے
زباں بھی گر تری بہکے تو ہو نشہ اسی مے کا

یہ سنکر میں نے ساقی کو پکارا ذوق مستی میں
لکھا اک مطلع روشن بشوق نشہ صہبا

مطلع

غدیر خم کے ساقی اسطرف بھی ایک پیمانا
کہاں تک منتظر بیٹھیں دم نصف النہار آیا

مے عرفاں کی خواہش ہی مے شیراز سے مطلب
الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولہا

غنیمت جان وقت فرصت ہستی ہی کم ساقی
کہاں پھر ہونگے ہم باقی کہاں پھر ہوگا میخانا

شب اندوہ حسرت میں گھٹا جاتا ہی دم ساقی
بتا کس وقت طالع ہوگی صبح پنبہ مینا

پیوں آنسو کہاں تک بادۂ کوثر کی حسرت میں
کہاں تک دل کو بہلائے امید وعدۂ فردا

سویدائے دل قنبر کی جسپر مہر ہو ساقی
خدارا دہ صراحی بادہ آشاموں کو اب بلوا

پلاؤں بھول ساقی رشک آئے مینہ والونکو
دل اعدا میں کھٹکے جاکے میرے حلق کا کانٹا

زمین میکدہ سب آفتاب صبح محشر ہے
فروغ طلعت ساقی نے ہنگامہ کیا برپا

بری ہی محتسب کو ہم کہے تو آج سنوائیں
زبان موج کوثر سے دلیل حلت صہبا

ہوئی ہی میکدہ میں آج سب بیخودی طاری
برنگ چشم ساقی چور ہے نشہ سے پیمانا

بنا ہی منبر آفتاب بھی خمیازہ کی صورت
خمار شوق ہی سب کو مرے ساقی کا کیا کہنا

تو ہی اس میکدہ میں آج اولی بالتصرف ہے
تجھی سی آج ہم مانگیں گے پیمانہ پہ پیمانا

ترے ہی دور دورہ میں ہوئی ساقی گری کامل
ترے مشرب نے ساقی کردیا ہی سب کو متوالا

پڑا ہی میکدہ میں سابقہ کچھ ایسے لوگوں سے
جنھیں تا دیر سمجھانا پڑیں گے معنی مولا

ہزاروں مے پرست اس میکدہ میں جمع ہیں ساقی
کچھ ابن الوقت بھی ہیں اسمیں لیکن انسے مطلب کیا

فروغ رنگ الفت بھی کہیں چہرہ سے چھپتا ہے
بتا دوں میں کہ جو انمیں ہے تیرا چاہنے والا

پھر ان قصّوں کو چھیڑینگے عزیز اب مناسب ہے
پڑھیں ایسا کوئی مطلع کہ دلمیں جوش ہو پیدا

مطلع

ترے درس محبّت کیلئے آباد ہے دنیا
پئے تصدیق پوچھ آدم سے رمز علّم الاسما

ترے فرمان ملک شرع میں ہیں واجب الاذعان
ترے منشور ہیں اقلیم دیں میں عروة الوثقےٰ

ہوئے ہیں فتح کسکے ہاتھ پر اسلام کے غزوے
شجاعت کا تری مذکور ہی کیا یا ابا الھیجا

حفاظت بعد احمد کسنے کی ناموس اکبر کی
کیا ہے معرکوں میں خبر ترے کسنے سپر سینا

اسی سے خانہ کعبہ کو قلب الارض کہتے ہیں
کہ نفس پاک ختم المرسلیں اسمیں ہوا پیدا

تری عزّت بڑھانے کو فقط فراش قدرت نے
کیا آغاز دحو الارض مولد سے ترے شاہا

عزیز بذلہ سنج آخر کرے کیونکر ثنا تیری
کہ فن شعر و انشا میں یہ گنجایش نہیں اصلا

۱۰۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

چراغ کعبہ

در تشبیب و تغزل و تخلص و تہنیت ولادت وصی ختم الرسل

جاتا ہوں عزم کوچۂ جاناں کئے ہوئے
دل میں ہزار طرح کے ساماں کئے ہوئے

اپنے دل شکستہ کو سمجھا رہا ہوں کچھ
تصویر اک جدار کی پنہاں کئے ہوئے

پھاہا شگاف دل سے چھڑاتا ہوں آج پھر
جلوے سے اسکے خواہش درماں کئے ہوئے

پھر چن رہا ہوں نیو میں کعبے کی وہ صنم
تھے بستیاں دلوں کی جو ویراں کئے ہوئے

پھر آرہا ہوں خدمت ناصح سے آج میں
مجموعۂ خیال پریشاں کئے ہوئے

جاتا ہوں مدرسے سے طرف نگاہ شوق کو
سب درس درج دفتر نسیاں کئے ہوئے

دکھلا رہا ہوں سیر کسی دلشکن کو پھر
داغوں سے سینہ اپنا گلستاں کئے ہوئے

خلوت کدہ میں حسن کی پھر باریاب ہوں
سرمایۂ نگاہ پریشاں کئے ہوئے

مصروف اہتمام خلش ہو رہا ہوں میں
پیوند روح پھر ترا پیکاں کئے ہوئے

پھر دیکھتا ہوں بخیۂ زخم جگر کو میں
عزم خیال جنبش مژگاں کئے ہوئے

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی آزادی جنوں — مدت ہوئی ہے سیر بیاباں کئے ہوئے

غالب کی طرح پھر میں ہوا ہوں غزلسرا — تفریح اہل بزم کا ساماں کئے ہوئے

مطلع

شرح جنون سلسلہ جنباں کئے ہوئے — بیٹھا ہوں چاک چاک گریباں کئے ہوئے

نکلی ہے خوں میں ڈوب کے جب دل سے تری نگاہ — نقش و نگار خانۂ ارماں کئے ہوئے

بیکاری جنوں میں رہا کچھ نہ امتیاز — خود اپنے گھر کو بیٹھے ہیں ویراں کئے ہوئے

دکھلائیں گے جہاں کی سپید و سیاہ کو — آئے ہیں رخ پہ زلف پریشاں کئے ہوئے

دید و نگہ سے داد فقط آ کے نزع میں — سب مشکلیں ہم آپ ہیں آساں کئے ہوئے

کیا تھا جو برق طور کو آ ہی گئی ہنسی — موسیٰ جو آئے دید کا ارماں کئے ہوئے

اب کیا ہے انہیں جنکو محافظ رہا کریں — چپکے کھڑے ہیں داور زنداں کئے ہوئے

کعبے سے پھر صنمکدہ کو جا رہا ہوں میں — اپنی خطا پہ سر بگریباں کئے ہوئے

حسن کشش کو دیکھ رہا ہوں بغور پھر — سیر نظام گنبد گرداں کئے ہوئے

پرواز دیکھتا ہوں پھر اجسام نور کی — دل میں خیال چشمک جاناں کئے ہوئے

جاتا ہوں سوئے بزم خراباتیان حسن — پھر انبساط روح کا ساماں کئے ہوئے

انجم کدہ میں ساتھ برہمن کی پھر چلا — نظارۂ کواکب تاباں کئے ہوئے

ہے دوربیں نگاہ مری آلۂ رصد — سیر ستارہ ہائے درخشاں کئے ہوئے

ناصح یہ دیکھ قوت اعجاز عشق ہے
بیٹھا ہوں میں لب شب ہجراں کئے ہوئے

انگڑائی لے کے طور سے کوئی گذر گیا
دیوانہ نگاہ کو حیراں کئے ہوئے

زاہد دکھا رہا ہے مجھے اپنی سرنوشت
سجدہ کا داغ مہر بعنواں کئے ہوئے

طوفان پھر اُٹھے گا سمندر میں دیکھنا
ہوں برشکال گریہ کا ساماں کئے ہوئے

اے نشتر نگاہ مبارک ہو چھیڑ چھاڑ
لیکن ذرا خیال رگ جاں کئے ہوئے

خود ڈر گئے ہیں خواب میں زلفوں سے آج وہ
اُٹھے ہیں اپنی نیند پریشاں کئے ہوئے

رندوں کو ہو نوید کہ بیٹھے ہیں میفروش
رطل گراں دکان پہ ارزاں کئے ہوئے

کرتا ہوں توبہ خاطر واعظ سے آج پھر
دل سے شکست عہد کا پیماں کئے ہوئے

ساقی ادھر بھی جام کہ ہے دور دور عشق
بیٹھا ہوں عزم کوچۂ جاناں کئے ہوئے

سنگ حرم سے کعبہ ہوا سر بمہر داغ
دل میں کسی کے عشق کو پنہاں کئے ہوئے

دکھلا رہی ہے جوشش سودائے عاشقی
دیوار کعبہ چاک گریباں کئے ہوئے

ہاں اے نگاہ شوق یہ کون آرہا ہے دیکھ
اک چاند اپنی گود میں پنہاں کئے ہوئے

مطلع

آتا ہے کوئی خلق کو حیراں کئے ہوئے
قرآن ناطق اک تہ داماں کئے ہوئے

گھر سے خدا کے نکلی ہے یہ کونسی زچہ
دین محمدی پر اک احساں کئے ہوئے

یوں لیکے اپنی گود میں نکلی وہ مومنہ
جیسے کوئی حفاظت ایماں کئے ہوئے

آتی ہے کس شکوہ سے کوئی مخدرہ
روشن چراغ دیں تہ داماں کئے ہوئے

سینے سے اپنے مثل حمائل لگائے ہے
ثابت ہر اک پہ عظمت قرآں کئے ہوئے

آتا ہے کوئی اہل تہامہ کو دو خبر
ٹکڑے ابو قبیس کا داماں کئے ہوئے

آتا ہے کوئی بند کئے چشم شوق کو
نظارہ رسول کا ساماں کئے ہوئے

ہاتھوں میں ظرف غالیہ مشکبو لئے
حوریں چلی ہیں خلد سے ساماں کئے ہوئے

کعبے نے آج اسکا تماشا کیا ہی عام
تھا تین روز سے جسے مہماں کئے ہوئے

صورتکدے میں دھڑکے آرہا ہی کون
صانع کو اپنی شکل پہ حیراں کئے ہوئے

بازار مصر ڈھونڈھ رہی ہی کوئی نگاہ
شوق تقابل مہ کنعاں کئے ہوئے

تھا انتظار جس کا زمانے کو آگیا
سب بند و بست عالم امکاں کئے ہوئے

لو آگیا جہان میں حلال مشکلات
دشواریوں کو خلق کی آساں کئے ہوئے

لو آگیا وہ منتظم شرع احمدی
ہر کام اپنی شان کی شایاں کئے ہوئے

اسلام کو نوید کہ آتا ہے اب کوئی
اندیشہ ہائے سعی فراواں کئے ہوئے

آتا ہے لو مجاز و حقیقت کا رمزداں
بیت الصنم کو کعبہ یزداں کئے ہوئے

آتا ہے عارفان الٰہی کا قدرداں
تصدیق زہد بوذر و سلماں کئے ہوئے

بیت الشرف سے اپنے چلے اس طرف رسول
نظارۂ حبیب کا ساماں کیے ہوئے

بیت خدا سے معنیٔ روشن نکال لائے
اس مصرع لطیف کو چسپاں کیے ہوئے

اُترے ہیں آسماں سے جبریل باادب
خم سر کو مثل طفل دبستاں کیے ہوئے

تر دامن آرہے ہیں سوئے کعبہ جوق جوق
تا وٹہائے دفتر عصیاں کیے ہوئے

فردوس رخ کسی کی گل افشاں ہے اس طرح
ہر گام پر زمین کو گلستاں کیے ہوئے

عنتر پر اک نگاہ ہے خیبر پر اک نظر
دل میں ہزار طرح کے ساماں کیے ہوئے

مرحب کی جستجو ہے اُدھر جبرئیل ادھر
کہتے ہیں کچھ خیال میرجاں کیے ہوئے

اُٹھتی ہے یوں جہاد طلب آنکھ ہر طرف
جیسے زمانے بھر کو مسلماں کیے ہوئے

خیبر میں جا کے کہہ دو کہ آتا ہے اب کوئی
اسپ عناں گسستہ کو جولاں کیے ہوئے

خواب عدم میں مرحب و عنتر کی روح ہے
شیرازۂ حواس پریشاں کیے ہوئے

تمقام اس طرف ہے اُدھر ذوالفقار ہے
دونوں کو پہلو میں نگہباں کیے ہوئے

بت بھی خدا کی شان مقابل میں آگئے ہیں
لیکن شکست فاش کا ساماں کیے ہوئے

فرمان رجعت آج سنانے کو ہے کوئی
قبضہ میں دور نیتر تاباں کیے ہوئے

پیدا ہوا ہے احسن تقویم میں کوئی
تصدیق اولویت انساں کیے ہوئے

ضرب المثل ابھی سے ہوا لااباحسن
یوں سب کو اپنی فتح سے حیراں کیے ہوئے

گنواؤنگا میں ایسے مہندس کو اسکی وصف
جو ہو شمار قطرۂ باراں کئے ہوئے

اپنی زباں منھ میں دیے بیٹھے ہیں رسولؐ
گویا سپرد چشمۂ عرفاں کئے ہوئے

بیٹھے ہوئے ہیں یاد میں تیری گدا و مست
اپنا حصیر تخت سلیماں کئے ہوئے

بیٹھے ہیں ہم بھی گوشۂ غربت میں مطمئن
دنیا تری نگاہ پہ قرباں کئے ہوئے

ہاں ای عزیز یہ بھی خبر ہو کہ اہل دل
کعبے پہ چلے ہیں عزم چراغاں کئے ہوئے

بنت اسد کو لائے ہیں تا دیکھی جائے نہیں
چشم و چراغ حلقۂ عنواں کئے ہوئے

دکھلائی دینگے نور کے اجسام کچھ بھی ہیں
زیب بدن لباس خوش الواں کئے ہوئے

اک خانہ زاد حق کو لیے اپنی گود میں
آئیگا کوئی کعبہ پر احساں کئے ہوئے

کچھ لوگ لیچلے ہیں وسیلہ پئے قبول
شوریدہ سر عزیز کو حیراں کئے ہوئے

احباب گرد بیچ میں یہ بندۂ علی
مجذوب عشق چاک گریباں کئے ہوئے

ہر شخص التماس دعا کا امیدوار
دل کو رہین منت و احساں کئے ہوئے

زنجیر کعبہ میں نے ہلا کر یہ کہدیا
ان سب پہ اک شہ مرداں کئے ہوئے

۱۳۔ رجب ۱۳۲۷ھ

پیمانۂ تولّا

درستائش امیرالنحل ہژبر سالب اسداللہ الغالب

بہار آئی گماں خیمہ کا ہے ابر بہاراں پر
بچھا ہے فرش مخمل تختۂ صحن گلستاں پر

سواد سرمۂ چشم بتاں کا کھینچ گیا نقشہ
سیہ بادل جو چھائے گنبد گردوں گرداں پر

سحر کو دیکھ کر دیوانگان عشق کی صورت
ہنسے دیتا ہے ہر گل غنچۂ چاک گریباں پر

ہوا کھانے ادھر گل خاک کے پردیسے نکلے ہیں
ادھر بیلیں چڑھی جاتی ہیں دیوار گلستاں پر

بندھی ہے چار سو ایسی ہوا کچھ جوش وحشت کی
گلوں کے کان میں آوازہ چاک گریباں پر

گماں ہو اُس پہ فیض نامیہ سے سنبل تر کا
اگر پھینکے کوئی اک موئے گیسو صحن بستاں پر

رگ ابر بہاری قے کے نشتر نے چھیڑی ہے
یہی بس دل کو ہو ہے یقیں اب جوش باراں پر

ہوئیں جب صبا کی شانہ کش سنبل کے زلفوں میں
نظر ہے پیچ و تاب گیسوئے مرغولہ مویاں پر

چمن کیسا منور ہے زمیں ہر دشت ویرانہ کی
یقیں ہے کرمک شب تاب کا غول بیاباں پر

نسیم صبح گاہی باغ میں کرتی ہے گلچینی
طراوت لوٹتی ہے سبزۂ صحن گلستاں پر

ہوائے شبنمی سے ہو گئی ہر شے تر و تازہ
گماں ہوتا ہے اب سرج مکھی کا مہر تاباں پر

نگاہ مست ساقی کا اثر دیکھو کہ زاہد نے
رکھا گلدستۂ ہوش و حواس اب طاق نسیاں پر

یقیں ہوتا ہے پانی سے بھی ہے جوش نمو پیدا
نظر پڑتی ہے جب فوارۂ صحن گلستاں پر

سمائی ہے یہ رفعت کی ہوس میں کیا فوارے
کمندیں پھینکتے ہیں گنبد گردوں گرداں پر

بحکم آب جو سے سرد فوارے یوں نکلتے ہیں
لگانے مرہم کافور داغ مہر سوزاں پر

یہ فوارے نے اب جوش خوشی میں سر اٹھایا ہے
کہ ڈورے ڈالتے ہیں مہوشان باغ رضواں پر

صفائے حسن سے پائے نظر کو ہوتی ہے لغزش
ہوئی ہے آئینہ بندی یہ دیوار گلستاں پر

قدح خوار اس طرح بیٹھے ہیں گلشن میں لیے ساغر
نظر ہے ساقی پیماں شکن کی چشم فتاں پر

ہر ایک میخوار پڑھتا ہے یہ مطلع جوش میں آکر
نظر پڑتی ہے جب ساقی کے رخسار درخشاں پر

مطلع

پلا دے پھول ساقی تنگی ہے اب یہاں جاں پر
کمر باندھی ہے کیا تو نے شکست عہد و پیماں پر

تغافل تا بکے بھر دے شراب تند ساغر میں
نظر کر اب تو از خود رفتگاں کے شوق پنہاں پر

شراب ناب دے مینا مختلف اقسام کے ساقی
نظر لازم ہے آخر اختلاف وضع رنداں پر

پلا نا تشنہ کاماں طرب کو بھر کے ساغر میں
وہ مے جو کام گلگونہ کا دے رخسار جاناں پر

میں اک حلقہ بگوش ساقیِ کوثر ہوں ای ساقی
اسی سے ہے دماغ اپنا سرِ گردوں گرداں پر

فقیر مست ہوں میں آستانِ میرِ کوثر کا
تفوق ہے میری کشکول کو تاجِ سلیماں پر

وہ مفلس ہوں کہ استغنا ہے حبِ شاہ رکھتا ہوں
حصیرِ فقر میرا خندہ زن ہے تختِ شاہاں پر

میں رندِ سرخوشِ جامِ تولا ہوں زمانہ میں
توکل ہے میرا بعد از خدا اُس شیرِ یزداں پر

اگر بادِ مخالف اسکے زوّاروں کو ایذا دے
طمانچے مارنے موجیں اٹھیں خسارِ طوفاں پر

دلِ معشوق میں جو گتھیاں تھیں عہد میں اسکے
گرہ بنکر نمایاں ہو گئیں زلفِ پریشاں پر

یہی ہے وجہ وجہ اللہ ہیں حضرت زمانے میں
عبادت ہے نظر کرنا جو انکے روئے تاباں پر

بلند ایسا کوئی مطلعِ غرّا سے ہم پڑھیں حسب
صدا صلِّ علیٰ کی جائے عرشِ پاکِ یزداں پر

مطلع

قدم تک تر نہونگے بحرِ طوفاں خیزِ عصیاں کے
علی سا ناخدا موجود ہے کشتیِ ایماں پر

ابھی سلک گہر ہو جائے ہر موئے مژہ اسکا
نگاہِ لطف اگر اک ہو سرشکِ آلودہ مژگاں پر

مہ انجم نہ سمجھو یہ دُرِ دیناری ہیں
عطائے شاہ کے پھینکے ہوئے گردوں کے داماں پر

انھیں سے دیدۂ یعقوب نے پائی تھی بینائی
انھیں کا نور تاباں تھا جبینِ ماہِ کنعاں پر

عصا کے زور سے فرعون پر سبقت نہ لیجاتے
نگاہِ مہر اگر انکی نہ ہوتی ابن عمراں پر

نجف کی راہ میں رکھا قدم زوّار نے جبدم
تصدق ہو گئی صبحِ وطن شامِ غریباں پر

بفرمان ید اللہ در رجعت کھنچکے آیا تھا
پڑا ہی آجتک لرزہ سا جسم مہر تاباں پر

قلم کو روک ای عزنیہ بدلہ گو وقت دعا آیا
اثر عرصہ سی ہی بیچین عرش پاک یزداں پر

رہیں عشاق جبتک تختۂ مشق جور معشوقاں
نظر دزدیدہ ہو جبتک بتو نکی نقد ایماں پر

اسیر گیسوئے دلبر رہیں بیداکش جبتک
اداسی جبتلک برسے در و دیوار زنداں پر

حیا جبتک رہے نہاں نقاب روے دلکش میں
صفا جبتک کہ نازاں ہو بنا گوش حسیناں پر

مریض عشق سی جبتک رہے مایوسی طبیبوں کو
بلاکش درد کو ترجیح دیں جبتک کہ درماں پر

جناب مولوی ناصر حسین مجتہد یا رب
رہیں دنیا میں جبتک مہر ہو گردون گرداں پر

ہلال عید

در مدح امیر المومنینؑ

کہاں ہیں جنبش ابروے ساقی کے تماشائی
ہلال عید دہ لیتا ہوا نکلا ہے انگڑائی

شفق میں ماہ نو کب ہے یہ انگشت حنائی سے
اشارہ کر رہا ہے میکشی کا چرخ مینائی

ادھر ہے میکشوں کو انتظار دور پیمانہ
اُدھر ہے ساقی پیمان شکن محو خود آرائی

مہ نو دیکھ کر آئینہ دیکھے جائیگا کبتک
ملا آنکھ اسطرف بھی اک ذرا او مست رعنائی

نگاہ مست جنکی مست کر دیتی ہے عالم کو
مُبارک اُن خمار آگیں نگھڑوں کو جام پیمائی

وہ آنکھیں جنکی گردش میکشوں کو دور ساغر ہے
وہ آنکھیں جنکا نشہ کہہ رہا ہے ہمکو مینا آئی

وہ آنکھیں جنسے بجلی پڑ گئی اک دل کی بستی میں
وہ آنکھیں فاش جنسے ہو گیا راز شکیبائی

وہ آنکھیں جو بھری محفل میں دل کو چھین لیتی ہیں
خدا جانے کہ ڈھائیں کیا قیامت وقت تنہائی

وہ آنکھیں جنکو آئینہ گذاری میں ہے مشاقی
وہ آنکھیں کھینچ لیں جو قوت چشم تماشائی

وہ آنکھیں جنکی طنازی سے مژگان دل پراگندہ
وہ آنکھیں جنکی غمازی پہ ہے خود زلف لہرائی

وہ آنکھیں آئینہ بھی دیکھ کر جن کو ہی سکتے میں
وہ آنکھیں جو کہ ہیں دلدادۂ طرز خود آرائی

وہ آنکھیں جن پہ دیکر ہجر کی وحشت برستی ہی
وہ آنکھیں جنکو نام وصل لیتے ہی حیا آئی

وہ آنکھیں مشغلہ جنکا ہی مشق ناوک اندازی
وہ آنکھیں جو چبھو کے دلمیں نشتر ہوں تماشائی

وہ آنکھیں جنکو سرمہ بھی نزاکت سے کھٹکتا ہی
وہ آنکھیں آئینہ ہر وقت ہے جنکا تماشائی

وہ آنکھیں جنکو صرفہ اک نظر کا بار رہتا ہی
اگر ہو طالب دیدار کے ہونٹوں پہ جاں آئی

وہ آنکھیں چارہ سازی کرتے ہیں جو درد دنیا کی
وہ آنکھیں جنکو ہو دعوائے اعجاز مسیحائی

وہ آنکھیں جنکو یہ دعوائے الٹ دیں دفتر عالم
وہ آنکھیں جنسے ہی چکّر میں عقل چرخ مینائی

وہ آنکھیں گر جگا دیں رات کو چلتا ہوا جادو
تو سحر سامری سو جان سے ہو انکا شیدائی

وہ آنکھیں دلربائی کے طرقوں کی جو مبدع ہیں
اشاروں میں جو زہرہ کو سکھا دیں طرز رعنائی

وہ آنکھیں جنکا مشتاقوں سے پیہم یہ اشارہ ہی
مبارک ہو کہ ہم کو دیکھنے عید غدیر آئی

وہ عید آئی کہ جسمیں دیکھ کر کامل سنگار اپنا
ہوا ہی شاہد اسلام خود محو خود آرائی

جمال شاہد اسلام میں جو دلفریبی ہی
یہ بات آئینۂ رخسار وجہ اللہ سے پائی

وہ شان صانع عالم شکوہ قدرت داور
علیؑ مرتضیٰ مہر سپہر مسند آرائی

چمن پیرائے فطرت بزم آرائے جہانبانی
امیر المومنیں صہر نبی آقا و مولائی

نہو سکتی کبھی شیرازہ بندی نظم عالم کی
اگر روز نخستیں یہ نہ کرتے بزم آرائی

گدائے آستانِ شاہ کا اللہ رے استغنا
کہ ٹھکرانا قدم سے عار ہی اکلیل دارائی

عزیزانِ جمع ہیں آکر سنادو تم بھی اک مطلع
نجف کے سمت سے دیکھو صدائے مرحبا آئی

مطلع

جمالِ پاکِ وجہ اللہ پر غش ہیں تولائی
وہ وجہ اللہ خود حسنِ ازل ہی جسکا شیدائی

یہ برق آسا نگہ سے پہلے ہو پہنچا فوجِ دشمن پر
طبیعت جنگ میں جب آگئی دلدل کی گرمائی

کیا طوفان جب آبِ دمِ شمشیر نے برپا
مٹائے پیکرِ اعدا کے اشکال ہیولائی

اگر ہو حکم حضرت مانعِ آرائشِ عالم
تو رختِ اطلسِ گلہ و پھینکے چرخِ مینائی

نہ کرتی گر شمیم انکی معطر جامۂ یوسف
نہ ملتی دیدۂ یعقوب کو تا حشر بینائی

وہ بزدل ہمسرِ شیرِ الٰہی ہو نہیں سکتے
دمِ ہیجا دکھائیں جو رمِ آہوئے صحرائی

نہیں خورشیدِ محشر اسکی پیشانی کی ٹکر کا
درِ نورِ خدا پر جسنے کی ہو ناصیہ سائی

عدم میں بچ رہا تھا نور کچھ جسمِ منور سے
اسی سے دیگئی مخلوق کی آنکھوں کو بینائی

صدائے صور سے مطلب یہی ہی سب ہوں موجود
میانِ حشر آنیوالے ہیں حضرت کے شیدائی

گریبانِ کفن صد چاک شور یاعلی لب پر
وہ صحرائے قیامت میں چلے آتے ہیں سودائی

جو تو چشمِ بصارت کورِ مادر زاد کو بخشے
عجب کیا ہی حبابِ بحر میں پیدا ہو بینائی

ترا وادیِ مدحت ہے وہ وادی ای میری مولا
جہاں ٹھوکریں فکرِ رسا کھاتی ہوئی آئی

ہوئے ہیں ڈر سے تیری تیغ کے سست اسقدر حربے
کمانیں آ جتک لیتی ہیں وقت جنگ انگڑائی

گلستاں میں گل عارض جو تیرا پرتو افگن ہو
ابھی پیدا ہو چشم نرگس شہلا میں بینائی

اگر بعد خدا ہوتا نہ پیغمبر محمد سا
تو بیشک ذات حیدر کی دکھاتی شان یکتائی

عقیدے سے خدا کہنا کسی کو سخت مشکل ہے
کوئی پوچھے نصیری سے علی میں کیا صفت پائی

دبستان ازل میں تھے معلم آپ ہی پہلے
لیا ہے عقل کل نے آپ ہی سے درس دانائی

ابھی تک زلزلہ آ جاتا ہے جب یاد آتے ہیں
زمیں نعروں سے شیر حق کی تھی اسدرجہ تھرّائی

جو حضرت کے ہوا جنبش لب تا عدم پہونچے
ہر اک مردہ دکھا دے اٹھکے اعجاز مسیحائی

ملائک کیوں نہیں محو دم آخر دیے سے انکی
اسی سے عرش پر تصویر حضرت حق نے کھنچوائی

حباب بحر اٹھکر دکھ لیں زور آسمانوں کا
اگر نا توانوں کو عطا کر دیں توانائی

خدا حافظ عزیز اب آپکی محفل سے جاتا ہے
نجف کے میکدے سے اسکے ساقی کی صدا آئی

ملیگا اب نہیں تم سب سے اے ساقی کے متوالو
اجازت دو کہ رخصت ہو چکی تاب شکیبائی

مگر ملنا وہاں تم کو قسم ساقی کوثر کی
نہیں ہے بے تمہارے کوئی لطف محفل آرائی

قدم کو لغزش مستانہ اک اک جام ہاتھوں میں
زباں پر نعرۂ یا میر کوثر انت مولائی

۱۳- رجب ۱۳۱۹ھ

زلال غدیر

در مدح حضرت امیرؑ

مریض عشق خدایا ہے رحم کے قابل
تجلی درد جگر حل کرا سکی اب مشکل

تپک ہے آبلۂ دل میں کیا کہوں کیسی
فروغ حسن کی گرمیوں کا ہوں قائل

جنون عشق میں کیا امتیاز ناکامی
بلا سے دل کو رہے شغل سعی تحصیل

ہجوم بیکسی کربلائے عشق نہ پوچھ
جہاں شہید ہیں لاکھوں ہزار ہا بسمل

زمین پاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی ہے
ہر اک قدم پہ نمایاں ہے دوری منزل

برعم عشق جو دعوے بہت تلّی تھے
حضور حسن ہوئے اک نگاہ میں باطل

طلسم آئینۂ راز عاشقی کو نہ توڑ
ہزار شکل ہے رسوائیوں کی ڈر اے دل

یہ حد خرابی دیوانگان عشق کی ہے
کوئی جگہ نہیں ایسی جہاں نہو منزل

تڑپ رہا ہوں در کعبۂ محبت پر
خبر کسی کو نہیں وائے جذبۂ کامل

مدد کا وقت ہے اے ساکنان خطۂ حسن
شہید عشق کی حالت ہے رحم کے قابل

مطلع

تڑپ رہا ہی کہیں پر جگر کہیں پر دل
ستم ہے شوق رسائی کوچۂ قاتل

ہر اک آبلۂ پا ہے دور بین خیال
دکھا رہا ہے مجھے وسعت منزل

اُمید و بیم کی لاکھوں ہیں صورتیں اسمیں
نظر فریب ہی کتنا طلسم شیشۂ دل

رقیب صبر ہیں اندیشہ ہائے مایوسی
اُمید وصل پہ جینا بھی اب ہوا مشکل

حریف کشمکش غم اسیکے دم سے ہوں
بنا مجھے میرے پروردگار اب بیدل

مصیبت شب ہجراں گواہ تو رہنا
ہجوم یاس سے دم توڑنا بھی ہی مشکل

زمانہ محو ہی اللہ رے دور دورۂ حسن
نہیں ہی آج ہی یادش بخیر اپنا دل

یہاں تو دم پہ بنی ہی اور اُف نہیں کرتے
وہاں یہ قول ہم اس ضبط کی نہیں قائل

اُنھیں یہ فکر کہ چل جائے پھر کوئی فقرہ
ہمیں یہ شوق کہ ہو جلد مدعا حاصل

خراب عشق ہیں کیسی مآل اندیشی
فریب حسن نے کر دی ہی عقل تک زائل

نشان سجدہ کے بدلے جبیں پہ قشقہ ہی
کہاں تک اب یہ پرستاری بتان چگل

بذوق صحبت راہب یہ گردشیں کبتک
طواف بتکدہ و دیر تابکے اے دل

اُتار رشتۂ زنار کو گلے سے اب
قریب کون ہی شہ رگ کی دیکھ او غافل

تمام عمر گزاری صنم پرستی میں
بس اب تو عشق مجازی پہ ہو نہ تو مائل

بحق کاسۂ اصنام خانۂ کعبہ | بتوں کر دخل ہو کر پاک اپنا کعبۂ دل
بعزم دشت نجف چل زمین ہند سے اب | جنوں میں ترک بیاباں جو ہی تجھ کو مشکل
غزل نئی رنگ میں ڈوبا ہوا پڑھو مطلع | کہ نکتہ سنج ہوں شوخی طبع کے قائل

مطلع

نگاہ ساقی پیماں شکن ہے تاب گسل | وہ وقت ہے کہ دگرگوں ہے حالت محفل
ابل رہی ہے صراحی بہک رہی ہیں مزاج | دماغ وہ ہے کہ ہوش و حواس ہیں زائل
دلیل تو یہ نہیں ہے قبول خاطر خلق | صدائے قلقل مینا سے ہو گئی باطل
یہ کہہ رہی ہیں نشے کی ترنگ میں وہ رند | نہیں جو شیخ مشیخت پناہ کے قائل
ہم اپنے رنگ میں ہیں آج عید کا دن ہے | یہ آکے صحبت رندانیں کیوں ہوئے ہیں مخل
یہاں جو آئے ہیں خیر اُنسے کوئی پوچھے تو | نزول موکب اجلال اور یہ محفل
نگاہ خضو نے کیوں خرقۂ ریائی کو | لہو لگا کے شہیدوں میں کیوں ہوئے داخل
غرض مناظرہ رند و شیخ چھڑ ہی گیا | ہر ایک رند بڑھا سوے مرشد کامل
قریب جا کے کسی نے کہا سلام علیک | کوئی بڑھا لئے اک جام تا کہ ہوں یہ خجل
اُٹھا لیے ہوئے پیمانہ کوئی یہ کہتا | قبول ہدیہ احقر ہو میں ہوں کس قابل
وفور بے ادبی دیکھ کر ہوئے برہم | کہا کہ حرمت صہبا کے تم نہیں قائل

وفورِ بے ادبی کی بھی انتہا ہے کوئی
حجاب و شرم نہیں آنکھ میں کہیں اک تل

یہی ہے شیوۂ اسلام وائے بیدینی
یہی ہے حکم شریعت کا جسپہ ہو عامل

یہ سُنکے متفق اللفظ ہو گئے سب رند
کہا خموش یہ کیا گفتگو ہے لاطائل

نصیب کب ہے کسی کو شرابِ خم غدیر
کہاں یہ بخت کہ ہم میکشو نہیں ہو نامل

پییں بھی آپ تو دیتا ہے کون پیاغر
فقط یہ آپ کو ترسا رہے ہیں اہل دل

جناب شیخ نہ کھلوائیے زبان ﷲ
نہیں ہم آپ کی حالات سے ذرا غافل

یہ خرقہ آپ کا کل تک تو رہن تھا حضرت
جسے پہن کے بنے آج مرشد کامل

یہ بخیہ متبرک وہ ریش قاضی ہے
کہ جسمیں چھان کے کل پی گئی سر محفل

ذرا سنبھالیے پگڑی کو دونوں ہاتھوں سے
کہ جوش میں ہیں بہت آج رند دریا دل

تمام عمر رہے صوفی فنا فی اللہ
کبھی نہ ہستی موہوم پر ہوئے مائل

خدانخواستہ مر بھی گئے اگر دشمن
تو ذات ہستی مطلق سے ہو گئے واصل

محال عقل ہے جن سے ظہور استدراج
حضور انکی کرامت کے ہو گئے قائل

چڑھائے جانے لگے روز پھول تربت پر
بندھے ہزاروں ہی چلّے پئے مراد دل

دقیقہ سنج ہیں سمجھیں تو شیخ صاحب آپ
خدا کی یاد سے کون اس جہاں میں ہے غافل

صفائے نفس کی تعلیم لیجیے اُس سے
گروہ ایک خدائی کا جسکی ہے قائل

وہ کون جسکو نبی نے کہا سفینۂ نوح | نجات جسکے تمسک سے ہو گئی حاصل
وہ کون ساقی تسنیم قاسم ارزاق | وصی احمد مرسل سخی دریا دل
قسیم بادۂ کوثر ادھر بھی اک ساغر | اُتار نشۂ کلفت ہے مضطرب پھر اب یہ دل
وہ مے کہ جوش میں جسکے لکھوں میں وہ مطلع | بذوق سمع چلی روح افصح دائل

مطلع

قدم کبھی نہ ڈگیں گے صراط پر اے دل | لیے ہوں ہاتھ میں دامان رہبر کامل
نہ سپہر ولایت علی عالی قدر | کہ جسکا داغ ولا ہے چراغ کعبۂ دل
انھیں کے شمسۂ ایوان بذل کے آگے | محیط چرخ مقرنس ہے کاسۂ سائل
انھیں کی صوت و سیرت سے معجزہ کا ظہور | انھیں کی فضل و کرامت کے ہیں عدو قائل
عدو بھی وہ جو مبصر نہ اعور دا عمش | وہی کہ جن سے نہ تھی قوت بصر زائل
انھیں کا رتبہ عبادات میں فنا فی اللہ | انھیں کو اس سے تقرب کا مرتبہ حاصل
انھیں کی ضربت واحد عبادۃ الثقلین | انھیں کا ذکر عبادات میں ہوا شامل
انھیں کے باب میں قول نبی ہے اقضاکم | اسی صفت سے عرب میں مثل ہوئی شامل
انھیں کے عقل کا آئینہ جوہر اول | انھیں کے فضل پہ شاہد فضیلت کامل

انھیں کے در کا گدا پیشوائے معن کریم — انھیں کا تابع فرماں ہر اک شہ عادل

کتاب شرعِ انھیں کی سوانحِ عمری — انھیں کا تذکرہ ذاکر کو ہے جہاں کی سجل

انھیں کے علم کی کچھ انتہا نہیں ملتی — یہی وہ بحر ہیں جسکا کہیں نہیں ساحل

انھیں کے باب میں ہے زینتِ امجالسکم — انھیں کا ذکر ہے رونق فزائے ہر محفل

محبت ان کی علامت ہے مومنیت کی — اساس دیں ہے انھیں کی ولایت کامل

تمام خلق ہوئے مفتقر مثال عرش — یہی ہیں بعد محمد وہ جوہر قابل

یہی ہیں دین محمد میں سابق الاسلام — یہی ہیں مسلک ایماں پہ سالک اجل

یہی ہیں کاسر اصنام خانہ کعبہ — یہی ہیں قاطع اعناق کافرانِ مضل

یہی ہیں جامع قرآن یہی مکمل دیں — یہی متمم نعمائے منعم عادل

یہی ہیں علت غائی آفرینش خلق — سجی گئی ہے انھیں کیلئے یہ سب محفل

یہی مبین اسرار شارع الاسلام — یہی مفسر آیات داور عادل

ہر ایک در سے کئے دا ہزار ارباب علوم — ہوئے ہیں حکمت اشراق میں یہ وہ کامل

زمانے انکی خلافت وہ کو رما در زاد — جو دوپہر کو نہ ہو آفتاب کا قائل

دیا ہے فوق امامت کو خود نبوت نے — علیؑ کے پاؤں کہاں دوش سرور باذل

انھیں کو صاحب معراج سے بروز غدیر — عروج منبر آفتاب پہ رہوا حاصل

نزول رحمت پروردگار ہے پیہم | کہ آج دین امین عرب ہوا کامل
بھرا ہی حد نظر تک تمام دشت غدیر | شا ئے ہیں سبھوں کو یہ سرور بادل
کہ جسکا مالک و مولا ہوں میں علی بھی ہی | ذالفین کو رکھ اسکے دوست ای عادل
عزیز تا بکجا طول اب قصیدہ میں | بسان بید لرزنے لگا دل مبطل

در قبول ہے وا اس دعا کو پہونچا دو
قبول میرا قصیدہ ہوا ے شہ عادل

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

قندیل حرم

در ستائش وصی رسول محترم

لے گئے روح مری جلوہ دکھانیوالے
ہوش میں آئیں ذرا ہوش میں لانیوالے

میں کوئی صفحۂ ہستی پہ نہیں حرف غلط
دیکھوں کس طرح مٹاتے ہیں مٹانیوالے

وقت زینت بھی کیا کرتے ہیں مشق بیداد
زلف کے ساتھ نئی بات بنانیوالے

غور سے دیکھ ٹپکتی ہیں لہو کی بوندیں
دل خوں گشتہ کو مٹی میں یہ چھپانیوالے

میں ہوں دیدار کا مشتاق اجل سر پہ کھڑی
جلد آئیں سر بالیں کہیں آنیوالے

کچھ خبر ہے تری رفتار سے کیا عالم ہے
اے نشاں گور غریباں کے مٹانیوالے

حضرت ناصح فاضل سے بنے گی کیونکر
اور اک آئے ہیں دیوانہ بنانیوالے

شغل اچھا ہے سر گور غریباں لیکن
اپنے دامن کو بچا شمع بجھانیوالے

جائیے جائیے ہم مر کے بھی ہونگے نہیں دفن
بڑے آئے ہمیں محفل سے اٹھانیوالے

آ گئی لب پہ ہنسی مثلِ جدارِ کعبہ
یوں منا لیتے ہیں روٹھوں کو منانیوالے

پھر دلِ گم شدہ کو پوچھ رہا ہوں تجھ سے
پھر کوئی بات بنا بات بنانیوالے

آج کعبہ میں سراغِ دلِ گم گشتہ ملا
یوں پتا دیکھ لگاتے ہیں لگانیوالے

بنگیا شمع زچہ خانہ نہے حُسن فروغ
یارب آباد رہیں اِسکے جلانیوالے

ہاں کہو نعرۂ مستانہ سے اب صلِّ علیٰ
آتے ہیں کعبہ سے وہ راہ دکھانیوالے

کھل گئی فرطِ مسرّت سے حرم کی دیوار
آ گئے خانۂ کعبہ کے ہنسانیوالے

کھولدی آنکھ ذرا دیر سے پھیلائے ہیں گود
شبِ ہجرت تجھے بستر پہ سلانیوالے

پہلے ہی وِرد زباں منھ میں دیئے دیتے ہیں
کیا کیا تو نے محبّت کے بڑھانیوالے

ابرُوں کا یہ اشارہ ہے کہ ہم ہیں دیکھو
تیغ سے ہیبتِ اسلام بڑھانیوالے

دیکھ کر انکی کلائی کو یہ کہتے ہیں رسول
ہیں یہ چولیں درِ خیبر کی ہلانیوالے

اب زباں روک لے معبودِ نصیری للہ
بھول جائیں نہ خدا کو یہ بنانیوالے

دوش پر چڑھکے مرے کاسرِ اصنام بنو
کہتے ہیں بارِ امامت کے اُٹھانیوالے

آ مرے پاس ذرا تیرے قدم تو چوموں
اے سرِ دوشِ نبی نقش بٹھانیوالے

دیکھ کر فاطمہ کا چاند پکارا اسلام
تیرے قربان مری جان بچانیوالے

بدل دیکھو تو یہ کہتا ہے قیافہ انکا
کاسۂ شیر ہیں قاتل کو پلانیوالے

شوق سے مشق ستم کر کہ خدا راضی ہی
بُت ہیں کعبہ کے ترے ناز اُٹھانیوالے

لیکے آغوش میں کہتے ہیں نبی کھول آنکھیں
بخت خوابیدۂ اسلام جگانیوالے

سقف کعبہ پر اذاں پہلے پہل دے جاکر
اے مرے رونق اسلام بڑھانیوالے

تیری کوشش کا صلہ آج ملا ہی تجکو
کیوں نہو کیوں نہو کعبے کے بنانیوالے

لافتا کہتے ہیں جبرئیل امیں سن تو سہی
کلمۂ اپنی فتوّت کا پڑھانیوالے

کس کا فرزند ہوا گھر میں خدا کے پیدا
کیا کہوں بات بڑھا دینگے بڑھانیوالے

دور آخر ہے کہیں بھول نہ جانا للّٰہ
ہم بھی ہیں اے مئے کوثر کے پلانیوالے

ہاں اُٹھادے مری آنکھوں سے حجابِ دُنیا
پردۂ راز حقیقت کے اُٹھانیوالے

۱۳۔ رجب ۱۳۲۹ھ

سبحۂ نور

در مناقب لسان الصدق یعسوب الدین

ضبط کی جو کوششیں تھیں سب وہ رخصت ہو گئیں / اب نگاہیں میری تفسیرِ محبت ہو گئیں

پھر حریصِ دشت پیمائی دلِ وارفتہ ہے / پھر نگاہیں سلسلہ جنبانِ وحشت ہو گئیں

اِک نگہ نے پھر دماغ و دل پہ قبضہ کر لیا / ملک میں داخل جو چیزیں تھیں امانت ہو گئیں

بے اثر جن کو سمجھتے تھے تم اپنی بزم میں / جذبۂ دل کی وہی باتیں کرامت ہو گئیں

بے حقیقت جانتے تھے ہم تو سامانِ وجود / پھر فراہم ہو کے یہ شکلیں قیامت ہو گئیں

خوئے گریہ کس طرح چھوٹے گی مجھ سے چارہ گر / عادتیں جب بڑھ گئیں حد سے طبیعت ہو گئیں

جا کے بزمِ حُسن میں کچھ اُن سے حاصل کر فیوض / وہ نگاہیں جو سبق آموزِ عبرت ہو گئیں

دیدۂ انجم فشاں کیواسطے اب کچھ نہیں / ساری بوندیں خرمن کی نذرِ محبت ہو گئیں

وہ نگاہیں شوخ جو تھیں کاربندِ التفات / دل کی رگ رگ میں سرایت کر کے طاقت ہو گئیں

دل سے جو باتیں ہوئی تھیں تخلیہ میں ٹھہر کر
اب وہ شرحِ دفترِ رازِ محبت ہو گئیں

ڈھونڈنے میں ڈھلکے نکلی تھیں جو آوازیں عزیز
وہ صدائیں نغمۂ سازِ حقیقت ہو گئیں

ہو گیا رازِ حقیقت رفتہ رفتہ منکشف
اب وہی بیتابیاں جوشِ مسرت ہو گئیں

بطنِ کعبہ سے ہوئیں ظاہر کچھ ایسی طلعتیں
دیدۂ حق بیں میں جو وجہِ بصیرت ہو گئیں

روئے وجہ اللہ میں مخفی جو تھیں سعیِ ازل
اب وہ تنویریں فروغِ بزمِ صورت ہو گئیں

در بنا دیوارِ کعبہ میں چلیں بنتِ اسد
آ کے حوریں خلد سے سرگرمِ خدمت ہو گئیں

شمع بیتابی کی لو جب سے زائد بڑھ گئی
رخ کی تنویریں چراغِ بزمِ قدرت ہو گئیں

جسنے دیکھا آنکھ بھر کر نورِ عین اللہ کو
وہ تو آنکھیں ساغرِ صہبائے وحدت ہو گئیں

دیکھ کر رخسارِ وجہ اللہ غش آیا مجھے
رخ کی تنویریں دلیلِ ردِّ رویت ہو گئیں

جو لکیریں آپ کی پیشانیِ اقدس پہ تھیں
اب وہی فرمانِ تبلیغِ رسالت ہو گئیں

خسروِ اسلام نے جب گود میں اپنی لیا
سب ادائیں چہرہ کی جانِ سیاست ہو گئیں

معبدِ اسلام ہے اب مسقط الراسِ علیؑ
جتنی راہیں کعبہ کی تھیں سب وہ جنت ہو گئیں

پھر علی اللہ تعالیٰ میں کیوں نہ ہو معبود دو
رفتہ رفتہ جسکی باتیں تک عبادت ہو گئیں

جتنی بیداری کی تکلیفیں اٹھائیں آپنے
اب شبِ ہجرت وہی شب خوابِ راحت ہو گئیں

ابتدائے عمر سے لیں جتنی سانسیں آپنے
وہ ذخیرہ ہو کے سب نفسِ رسالت ہو گئیں

وہ غذائیں جو لعابِ مصطفےٰ سے پاتی تھیں
ہو گئے سب جزوِ بدن جوشِ طبیعت ہو گئیں

نفس کا اپنے امین اللہ نے اُن کو کیا
فاطمہؑ تو حاملِ بارِ امانت ہو گئیں

شیر ہے بنتِ اسد کا کیوں نہ ہو شیرِ خدا
جتنی تعویذیں حلق سے اُتریں شجاعت ہو گئیں

مختصر تاریخِ حالِ مصحفِ ناطق ہے یہ
جتنی باتیں اُس نے کیں جزوِ امامت ہو گئیں

ہے ابھی سے رعشہ بر اندام مہرِ نیمروز
رنگِ رُخ کی گردشیں تمہیدِ رجعت ہو گئیں

کعبے کی یہ رونقیں اسلام کی یہ زینتیں
اے علی سب تیرے قدموں کی بدولت ہو گئیں

تھیں کفِ پائے علی میں جو لکیریں اے عزیز
اب وہی سب پرتوِ مہرِ نبوّت ہو گئیں

۱۳۔ رجب ۱۳۲۹ھ

مسدّس

در تہنیتِ عید غدیر

خم غدیر والوا ہے وقت بادہ نوشی — پیمانۂ فلک ہی لبریز گرم جوشی
مستانہ ایک نعرہ تا چند یہ خموشی — دشت غدیر خم میں ہی جشن تاجپوشی
تکمیل دیں کا سہرا نوشاہ کے ہے سر پر
اور بدھیاں پڑی ہیں تبلیغ کی کمر پر

لایا جو نذر گردوں اک کشتی طلائی — دل لیکے ہم بھی پہونچے دینے کو رونمائی
کونین کو جو دیکھا مصروف جبہ سائی — کہنے لگے نصیری یہ جشن ہی خدائی
جلوہ سے اِسکے ظاہر اک شان کبریا ہی
ہرگز نہیں یہ بندہ لاریب یہ خدا ہی

تاباں ہوا ہے صبح اسلام کا ستارا — نبلوں کی ہی سپیدی یا نور کا ہی دھارا
کرتی ہی یوں امامت معراج کا نظارا — ہاتھوں کی پاکے گرمی بڑھتا ہی جیسے پارا

فرمان شوق بلّغ جیب قبول میں ہے
مقیاس دین کامل دست رسول میں ہے

ہر ایک رحل دیگا محشر کے دن گواہی
پیر مغاں نے کی ہو اسطرح بادشاہی
بجلی سی ایک چمکی یا ہاتھ اٹھے آہی
لی ہو خمار ے میں یا حور نے جماہی

ظاہر ہوئی سپیدی کامل ہوئی رسالت
دست خدا نے کھولی گویا بیاض قدرت

صحرا ہی اک تو وہ تو جاری ہوا یک جدول
منبر کے نخل قد سے پھوٹی ہو دوہری کونپل
ساقی کے حق میں کوئی پڑھتا ہو نول فیصل
آباد ہو رہا ہے شیر خدا کا جنگل

نقشہ تمام اسکا جب دلمیں ہو ہمارے
تصویر جشن شاہی کیونکر نہ عرش اتارے

داماد کو جب اپنے سلطان حق سنوارے
کیونکر نہ پھر رعیت اسکے کرے نظارے
منبر یہ ہو کہیں ہوں ہونگے ضرور اشارے
ہم ہو گئے اب انکے وہ ہو گئے ہمارے

"وہ جان ہو ہماری اور جان ہو تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہو تو سب کچھ"

عامل ہو اُسپہ دل سے اسواسطے جیے ہیں
پیغامبر نے ہمکو پیغام جو دیے ہیں

اس شان سے افادہ احکام حق کیے ہیں　　ہاتھوں پہ اپنے روح اسلام کو لیے ہیں

کہتے ہیں تو بنا دُو اسکو رئیس اپنا

دیتے ہیں اہل دل کو نفس نفیس اپنا

اے دلنواز ساقی یہ کیا ادا دکھائی　　کاٹو نہیں خون دوڑا ذرہ و نیم جان آئی

اے نفس بادشاہی اے روح دلربائی　　انجام دے رہا ہے تو منصب خدائی

لہجہ میں تیرے کرتا وہ بات کیوں کسی سے

تو عبد حق نما ہے ثابت ہوا اسی سے

اے ذوق بادہ نوشی لے چل مجھے خدارا　　دو بحر ہیں یہ کیسے جنکا نہیں کنارا

دو نور ہیں یہ کیسے منبر پہ جلوہ آرا　　کچھ ہوش ہے تمہیں بھی یا اِتنا اُتارا

آنکھوں میں سُرخ ڈورے مخمور ہیں نگاہیں

اک چاند سے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں باہیں

اُمید میکشی پر جیتے ہیں جینے والے　　یہ ہندی و عراقی اور یہ مدینے والے

کشتی کو روک لینا ہاں اے سفینے والے　　ساحل پہ منتظر ہیں دریا کے پینے والے

قطرہ ہو ایک قلزم ایسا تو با اثر ہو

جوہر پلا وہ مجھکو قائم جو ذات پر ہو

۱۰۔ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

فتح الباب

در تہنیت فتح خیبر

جب حد سے بڑھی گرمی میرے دل مضطر کی
اک سرد ہوا آئی جبریل کے شہپر کی

وہ معجزے دکھلائے ہنگام سخن لب نے
ڈوبی ہے پسینے میں جو موج ہے کوثر کی

جب دل میں گرہ ڈالی اک زلف مسلسل نے
آواز سنی میں نے یا فاتح خیبر کی

کیونکر اُسے نیند آئے اس بالش و بستر پر
برسوں سے جسے عادت ہو زانوئے دلبر کی

ہے میکدۂ قدرت ہر ایک نگہ جسکی
اللہ رے وہ آنکھیں جاگی ہوئی شب بھر کی

ہیں سرخ لب انبر سے پھر بھی نہیں کھلتی ہیں
دکھتی ہوئی آنکھیں ہیں کلیاں مرے بستر کی

ہو سرمہ کشی سنت لے ذوق خود آرائی
بنواؤں گا کجلوٹی خال رخ قنبر کی

فرقت میں جو نکلے ہیں آنکھوں سے مرے پیہم
وہ اشک مژہ پرور تسبیح ہیں گوہر کی

وہ تکمۂ سیمابی جو دل کی قبا میں تھے
ٹکتے ہیں مژہ میں اب اس چشم پر اختر کی

برسات کی راتوں میں یہ تجلی معاذ اللہ
کچھ قدر کرے اے ساقی اس خوبی منظر کی

برسا نت ہوئی موتی قبلہ سے گھٹا اٹھی
کانوں میں کھنک آئی پھر شیشہ و ساغر کی

دم بھر میں بجھا دیگی اب آتش موسےٰ کو
وہ آگ جو بھڑکی ہے میرے دل مضطر کی

ہاں آتش محلول اب دے ہی دے طبائع کو
محسوس نہیں ہوتی گرمی لب ساغر کی

دیوار حرم نے پھر نشہ میں جماہی لی
کانوں میں صدا آئی یا ساقی کوثر کی

ناقوس برہمن کی کعبہ میں اذاں ہوگی
سجدہ میں جھکینگی سب مورتیں پتھر کی

جیسے کوئی لیتا ہے آغوش میں دلبر کو
یوں بیچ سے شق ہو کے دیوار حرم سرکی

اسلام کے اعضا میں کرتا ہے لہو دورہ
اسطرح ہمکتا ہے وہ گود میں مادر کی

کعبے پر اثر ہونا دیوار کا در ہونا
پہلی یہ علامت ہے اک فاتح خیبر کی

اخلاق کریمہ ہیں سب حلقہ بگوشی میں
کیا ذکر شجاعت کا لونڈی ہے وہ اس گھر کی

ہر علم کو سمجھے گا وہ ابجد طفلانہ
جس شخص نے پائی ہو میراث پیمبر کی

جس نفس کی پیدائش آدم سے مقدم ہے
آغوش نبی میں ہے وہ شکل میں حیدر کی

وہ غزوہ خیبر ہو صفین ہو یا خندق
ضرغام الٰہی نے ہر ایک مہم سر کی

رہوار پہ لی کیونکر یہ تنکے اک انگڑائی
ڈھیلی ہوئی جاتی ہیں چولیں در خیبر کی

ہے ہاتھ میں اک رایت اسلام کی نصرت کا
پہنے ہیں قبا بر میں سالاری لشکر کی

اک قلزم وحدت کی آنکھونمیں تری آئی
یا پھول میں نرگس کے یہ شبنم عرفاں ہے
تر بھر نظر آتے ہیں دل فوج شکستہ کے
بپھرے ہوئے شیروں سے کیا کوئی مقابل ہو
جسوقت ڈکاریگا ضرغام ابوطالب
فتح درخیبر بھی ہے کوئی مہم ایسی
شعلہ ہوئیں دیواریں خیبر سے دھواں اٹھا
وہ تیغ زباں آور وہ تیغ ظفر پیکر
وہ تیغ زبانہ کش وہ تیغ ظفر آیہ
فارس نے کیا نعرہ جسوقت جمی ٹپری
وہ پائے مبارک ہیں حلقونمیں رکابونکے
انگشت فرو رفتہ شاہد ہیں شجاعت پر
سرچشمہ فصاحت کا گھٹی میں ملا جسکو
سرگرم رجز خوانی وہ افصح عالم ہے
کی دایۂ مرحب نے اک آہ جہنم میں

یا لہر اک اٹھی ہے یہ چشمہ کوثر کی
تصویر ہے یا کوئی چھلکے ہوئے ساغر کی
کیا بات سپاہی کے بگڑے ہوئے تیور کی
ہمت ہے بتاؤ تو کس افسر لشکر کی
ہل جائینگی بنیادیں سب قلعہ خیبر کی
دیکھی ہی نہیں قوت بازوئے پیمبر کی
بجلی جو ادھر چمکی شمشیر دو پیکر کی
وہ تیغ فنا گستر جو ملک ہی حیدر کی
جو موت مجسّم ہے اب مرحب و عنتر کی
خیبر پہ نظر ٹکی رہوار نے ٹھمکر کی
لاتے ہیں خبر جاکر جو دوش پیمبر کی
ٹکڑوں سے مزیّن ہیں فردیں درخیبر کی
یہ چوسی ہی زباں جسنے دن رات پیمبر کی
کھل جائینگی کڑیاں سب درع تن عنتر کی
کانوں میں صدا آئی جسوقت کہ حیدر کی

ہیں ہوش پراگندہ اسطرح صفیہؓ کے
اب اسکو خبر سر کی اپنے ہی نہ چادر کی
اعجاز کی صورت میں ہاتھوں سے یداللہ کے
تقسیم ہوا کیوں کر قسمت درِ خیبر کی
تیغ اسداللّٰہی یہ واقعہ کیا سچ ہے؟
اُڑتی سی خبر ہے اک جبریل کے شہپر کی

لیلائے سخن اسکو لیلیٰہ پکارے گی
یہ شعر قصیدے کے جو فکر ہیں شب بھر کی

۱۴- رجب ۱۳۳۰ھ

تبلیغ رسالت

در تہنیت عید غدیر

جب دلکی حدیثوں سے لی غیر نے وحشت کی
کانٹوں کی زبانوں نے جنگل میں روایت کی
یکدل ہوئے سب ذرّے دنیائے محبت کے
تھی دفعہ ہر ایک از بر قانون شہادت کی
بغلوں کی سپیدی سی آتی ہے نظر مجھ کو
اُٹھتی ہے چمک دلمیں جب درد محبت کی
میدان غدیر خم آیا ہے نظر مجھ کو
ویرانی دل نے جب حد بندی وسعت کی

جبریل کے شہپر کی اسوقت ضرورت ہے ۔ پر خار ہیں سب راہیں وادی محبت کی
اُس دل کے لیئے جسکو وہ نفس سمجھتا تھا ۔ بیمار محبت کو حسرت تھی عیست کی
حالات سمجھتے تھے انجام سے تھے واقف ۔ کچھ سوچ چکے پہلے ہی تبلیغ رسالت کی
یوں نشئہ وحدت سے مخمور نگاہیں ہیں ۔ گویا کہ مفسر ہیں اسرار حقیقت کی
اعلان خلافت پر مامور ہوئے احمد ۔ یاد آگئی جانبازی آخر شب ہجرت کی
جنگل میں لگا خیمہ پھر باد بہاری کا ۔ تصویر نظر آئی ہر ذرہ میں جنت کی
پیدا ہوا پھر دلمیں اک جذبۂ روحانی ۔ اسوقت تو ناصح نے کچھ ایسی نصیحت کی
جلتی ہوئی بالو پر بیٹھے ہیں مگر بیخود ۔ ساقی کی نگاہوں نے کچھ ایسی عنایت کی
پیشانی ساقی پر آج اور ہی جلوہ ہے ۔ اک لوح مذہب ہے دیباچۂ قدرت کی
رندان قدح کش پر وہ مست نگہ ڈالی ۔ تسخیر جو کرتی تھی ہفتاد و دو ملت کی
کس حد کی رسیلی ہے آفت کی نشیلی ہے ۔ اے چشم خدنگ افگن تو نے تو قیامت کی
لو دیتے ہوئے ذرّے وہ ریگ بیاباں کے ۔ اور اُس پہ یہ سرگرمی ہے ذوق سماعت کی
اعدا کے کلیجوں میں کسطرح پڑے ٹھنڈک ۔ وہ دھوپ کڑاکے کی گرمی وہ قیامت کی
خود صبح وطن جسپر سو جان سے صدقے ہو ۔ وہ شان نظر آئی اک وادی غربت کی
یہ چھاؤں ببولوں کی آتی ہے نظر مجکو ۔ پھیلی ہوئی چادر ہے یا سایۂ رحمت کی

دل دینے کو حاضر تھی اُس وقت ملائک بھی
اک روح مطہر نے اس طرح زیارت کی

پلٹا ہوا آتا ہے کعبے سے کوئی حاجی
پہنے ہی قبا بر میں تبلیغ رسالت کی

ضرغام الٰہی کو ہاتھوں پہ کئے اونچا
اُبھری ہوئی ہر مچھلی بازوئے شجاعت کی

اک نقش ہوا افزوں دنیا کے مرقع میں
تصویر نظر آئی معراج امامت کی

دل کر دیے سب ٹھنڈے اسلام کی خنکی سے
جب حد سے بڑھی گرمی مقیاس حرارت کی

پیکر سے جدا ہم کو اک نفس نظر آیا
یا شاخ نئی پھوٹی یہ نخل نبوت کی

جب وحی ہوئی نازل اسلام کے شارع پر
بندوں کو سپرد اُٹھکر خالق کی امانت کی

لو جمع ہوئی خلقت منبر پہ گیا واعظ
وحدت نے تجلی کی جب حد ہوئی کثرت کی

ہلنے لگے سب پردے اسرار حقیقت کے
لبہائے مبارک نے جس وقت کہ حرکت کی

دیوار سے کعبے کی جو نور کہ نکلا تھا
آج اس سے ہوئی رونق اک وادی غربت کی

اب علم محمد کی وسعت نظر آئے گی
زنجیر کو جنبش ہے دروازۂ حکمت کی

ملتا ہے صلہ اسکو آج اسکی مشقت کا
جس بھائی نے بچپن سے اسلام کی خدمت کی

تمغائے وصایت پر لکھا جو گیا مولا
اک تازہ لہو دوڑا ہر رگ میں خلافت کی

باندھی گئی جب سر پر دستار ولیعہدی
جنبش نظر آتی تھی سب کو ید قدرت کی

یہ فرض کچھ ایسا تھا ایسی یہ ضرورت تھی
اقتاب کے منبر پر تبلیغ رسالت کی

اس حکم موکد سے یہ بات ہوئی ظاہر
ہر وقت رسالت تھی محتاج امامت کی

ہاتھوں پہ لیا اپنے جب شاہ ولایت کو
منبر پہ کرن پھوٹی خورشید امامت کی

از ماہ تا ماہی سب قبضۂ قدرت میں
یوں نفس محمدؐ نے اس بن میں حکومت کی

ہوتی ہے کمی پوری توسین کی یوں دیکھو
مطلب تھا بلندی سے یہ شاہ ولایت کی

منبر سے اتر آیا وہ خطبہ کوئی پڑھ کے
ٹکراتی ہیں سر موجیں دریائے فصاحت کی

جی بھر کے اُسے دیکھا تھے جسکے تولائی
ارباب نظارہ نے خوب آج عبادت کی

نقارۂ گردوں سے آتی ہے صدا "مولا"
ہر بام حقیقت پر آواز ہے نوبت کی

کون انکا مقابل ہو جب میرے رت اعلیٰ نے
میراث انھیں دی ہے خود علم نبوت کی

یوں تاج عرب پہنے خیمہ میں کوئی پلٹا
ایماں نے خدمت کی اسلام نے بیعت کی

تبلیغ کے وادی سے جسطرح علیؑ پلٹے
ہاتھوں میں لیے کنجی گنجینۂ حکمت کی

مسرور یوہیں پلٹے یارب کوئی زائر بھی
ہاتھوں میں سند لیکر اقلیم شریعت کی

۱۸۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ

مخمّس

در تہنیت ولادت حیدر صفدرؑ و فتح باب خیبر

لو توڑ کے کعبہ کی دیوار بآسانی — نکلی ہی بہار اک سرگرم رجز خوانی
واعظ نے بھی پہنی ہے اک جبّت قبا دھانی — قبلہ کی سیہ بادل مشغول دُر افشانی
خیبر کی طرف پہونچے برساتے ہوئے پانی

پھر سرمۂ قدرت کی تحریر نظر آئی — پھر زلف مسلسل کی تصویر نظر آئی
"اک موج ہوا پیچاں اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی"
کی جوشش وحشت نے پھر سلسلہ جنبانی

اے میکدۂ عشرت منھ تجھ سے نہ موڑوں گا — ہے یہ مئے عرفانی قطرہ بھی نہ چھوڑوں گا
مینائے فلک تیری اس مُہر کو توڑوں گا — نارنج طلائی کو ساغر میں نچوڑوں گا
اور چھک کے پیوں گا یہ افشردۂ نورانی

فردوس و ارم کیا ہیں کاشانے ہمارے ہیں — زندان قدح کش میں افسانے ہمارے ہیں
کعبہ کہ نجف دونوں میخانے ہمارے ہیں — تسنیم ہو یا کوثر پیمانے ہمارے ہیں

خمخانۂ وحدت میں ہم کرتے ہیں سلطانی

خمخانۂ کعبہ میں ہے محفل نورانی — اترا ہے محمد پر اک مصحف ربانی
نکلا ہے کوئی لیکر اک تحفۂ یزدانی — اب چاہ کو کھولینگے مست مئے عرفانی

آئی ہے مراد ان کی کعبہ میں جو مہمانی

وہ نور جو پتلی میں کعبے کی رہا مضمر — وہ روح کہ تھی جسکی خاتون عرب پیکر
وہ تارا جو چمکا ہے اک نقطۂ پا بنکر — ٹوٹے گا وہی دیکھو اب قلعۂ خیبر پر

دیکھیں تو کوئی کیونکر کرتا ہے نگہبانی

تعمیر خلیل اللہ اسلام کا کاشانہ — سمجھی ہے جسے کعبہ اک بزم فقیہانہ
یہ جانتے ہو کیا ہے وہ قصر ملوکانہ — ہے فاطمہ کا مہتم بالشان زچا خانہ

آتا ہے نظر جس میں اک جلوۂ ربانی

جب درد ہوئے عارض اٹھا کوئی بستر سے — مولود سے کچھ پوچھا کچھ قدرت داور سے
داخل ہوئیں مخدومہ کعبے کی نئے در سے — کی بادکشی آکر جبریل نے شہپر سے

جب رخ پہ پسینے نے کی آکے درافشانی

دیوار نے کعبے کی جسوقت دہن پایا   اور بنکے لسان اللہ اک لمعۂ نور آیا
قدرت کی تجلی نے جب اُسپہ کیا سایا   آپ اپنے کو پوشیدہ اس پردے میں دکھلایا

بے پردہ نکلنے میں اک راز تھا پنہانی

غنچے کی طرح چٹکی دیوار حرم دیکھو   اک نوگل وحدت کے آئے ہیں قدم دیکھو
ہیں سجدۂ طاعت میں کعبے کے صنم دیکھو   محراب کو کیوں دیکھو ابرو ہی کا خم دیکھو

کرتی ہے جدھر سجدہ خود صنعت ربانی

تا عرش بریں نور خورشید نجف پایا   ہر مست تولا کو پیمانہ بکف پایا
جیساکہ یہ موتی تھا ویسا ہی صدف پایا   پیراہن کعبہ نے اس سر پہ شرف پایا

دیوار حرم کیونکر کرتی نہ گریبانی

اسلام کی آنکھوں میں پیدا ہوئی بینائی   منبر نے لکھڑے قد سے لی جو تمہیں انگڑائی
زمزم نے مسرت میں کی زمزمہ پیرائی   گود اپنی جو کعبے کی دیوار نے پھیلائی

آپہونچا ہمکتے ہی اک طفل بآسانی

طغرائے قضا لیکر اک عقدہ کشا آیا   پہنے ہوئے پیکر میں نصرت کی قبا آیا
کعبے میں کرو سجدہ ہنگام دعا آیا   آج اسکی خدائی میں اک خاص خدا آیا

ہر ایک نصیری کو ہے عشرت روحانی

اصنام کی ہستی کو جسنے کیا ناکارہ　　کعبے میں ہو اس ربّ الاسلام کا نظارہ

اصلاب پیمبر میں پھرتا تھا جو سیّارہ　　آغوش محمد میں ہے آج وہ مہ پارہ

کرتا ہے فلک پیہم انجم سے زر افشانی

پُرجوش شجاعت کا خوں رخسے جھلکتا ہو　　اصنام کو تکتا ہے زرہ کے لپکتا ہو

انگڑائیاں لیتا ہو سب کوئی تھپکتا ہو　　جھنکار سے تیغوں کی ہاتھوں کو جھٹکتا ہو

کس طرح ہمکتا ہے یہ ضیغم یزدانی

یہ کفر کی بستی کو پستی میں اُتاریگا　　اسلام تری زلفیں دن رات سنواریگا

رگہائے شجاعت کو دم بھر میں اُبھاریگا　　لو نام تو مرحب کا تلقاریاں ماریگا

اور ہو گی ابھی طاری کیفیت وجدانی

آئینۂ دیں تجھ کو سامان جلا دونگا　　اسرار خدائی کا میں آج پتا دونگا

غنچہ سے دو عالم کا ہر راز بتا دونگا　　کونین کو مٹھی میں اُسکی میں دکھا دونگا

باندھے گا مرنڈے جب یہ بچۂ عمرانی

نام اسکا ابھی کچھ دن اصنام کو جینے دو　　خیبر کو ابھی رخ کی گرمی ہی سے تپنے دو

پیمائش قدرت میں اس نور کو پنپنے دو　　کعبے کی ہوا کھا کر کچھ اور پنپنے دو

مانیں گے خدا اس کو دلدادۂ حیرانی

یہ اصل امامت ہے یہ نفس رسالت ہے
یہ روح بلاغت ہے یہ جان فصاحت ہے
مجموعۂ خلقت ہے یہ حاصل فطرت ہے
یہ نقشۂ قدرت ہے خال رخ وحدت ہے

خط لاکھوں نکالے گا یہ نقطہ قرآنی

ایماں کے قلمرو میں سکہ ابھی چلنے دو
اسلام کی دنیا کو کروٹ تو بدلنے دو
آغوش محمد میں کچھ دن ابھی پلنے دو
سانچے میں نبوت کے اس نور کو ڈھلنے دو

ہو جائے گا کچھ دن میں یہ احمد ثانی

جان فصحا ہے یہ نور عرفا ہے یہ
معبود ہے یا عبد معبود نما ہے یہ
بندہ ہے کہ خاص اپنے بندوں کا خدا ہے یہ
اے فلسفۂ قدرت تبلا تو ہی کیا ہے یہ

اکثر نے تو صورت بھی اب تک نہیں پہچانی

خیبر میں تباہی کے سامان نظر آئے ہیں
گیسو بھی صفیہ کے رخ پر بکھر آئے ہیں
اور اسلحہ سج سجکر کچھ فتنہ گر آئے ہیں
سب رونگٹے مرحب کے تن پر ابھر آئے ہیں

نکلا ہے علم لیکر اک ضیغم یزدانی

شمشیر یداللہ سے اک حشر بپا ہوگا
جبریل لرزتے ہیں کہتے ہیں کیا ہوگا
اک شیر کے ہاتھوں سے یہ فرض ادا ہوگا
اسلام کی صورت پر کفر آج فدا ہوگا

ہے قلعۂ خیبر میں ہنگامہ قربانی

سمجھو نہ رمد اسکو یہ غیظ ٹپکتا ہے — یا ہے شفق لالہ یا پھول مہکتا ہے
پیمانے میں شوخی کا اک رنگ جھلکتا ہے — اب خون سے مرحب کے دم بھر میں چھلکتا ہے
نمناک ترا ساغر اے نرگس فتانی

اے تیغ لیا تجکو جب ہاتھ میں حیدر نے — دکھلائے ہیں اعراض قوت ترے جوہر نے
محراب میں ابرو کے سجدے کیے عنتر نے — مانا ہے ترا لوہا دروازۂ خیبر نے
جبریل کو ہے اب تک اک شغل پرافشانی

اس عقدہ کشائی پر قدرت بھی ہے شیدائی — جب بند قبا ٹوٹے شان اور ہی دکھلائی
دروازۂ خیبر نے لی کھل کے اک انگڑائی — ہے قابل نظارہ اے چشم تماشائی
اسلام کی آبادی اور کفر کی ویرانی

گر تیغ ید اللّٰہی کچھ اپنا اثر دیدے — اور اپنے شراروں سے صرف ایک شرر دیدے
نصرت کی حدیثوں سے یا مجھ کو خبر دیدے — میدان سے یا کوئی کاٹا ہوا پر دیدے
پھر دیکھ عزیز اپنی مستانہ گل افشانی

۲۴- رجب ۱۳۳۱ھ

الماس ریزہ

در مدح حضرت سبط اکبرؑ

مہ صیام ہے واعظ سنا حدیث حسن
کہ مستفیض ہوں کچھ تجھ سے بادہ نوش کہن

سنا دے اب متواتر وہ معتبر اخبار
رہے نہ حلت صہبا میں پھر کسی کو ظن

بجز ترے ہے زمانہ نگاہ میں مجہول
تو ہی ہے میرا موثق صحیح تیرا سخن

تجھے سمجھتا ہوں سرخیل راویان ثقات
تجھی کو جانتا ہوں عالم کتاب و سنن

تجھے ہے نقد احادیث میں ید طولا
رسا ہے درک مطالب میں تیرا فہم و فطن

لسان شرع ہے گویا تری زباں واعظ
کہ اقتباس سے خالی نہیں ہے کوئی سخن

بآستانۂ باب مدینۃ الحکمت
جبین وقف شدہ تیری ہو گئی روشن

جواز بادہ پرستی کا حکم نافذ کر
صلائے عام کہ بیٹھے ہیں بادہ نوش کہن

یہ دلمیں ہے کہ اگر دیگا حکم مے نوشی
تو صوم نذر بھی رکھیں گے رند تردامن

ہوئی ہے دیر کہ بیٹھے ہیں گوش برآواز
برنگ شیشۂ مے کسلئے ہے منہ بہ دہن

بجوش شوق سنایوں نوید میخواری
برنگ قلقل مینا زبان ہوا لکن

روات میکدہ کو اب بتا دے کفارہ
کہ اپنے ساتھ وہ لائے ہیں پیند توبہ شکن

بلند نعرہ یا ایہا السکارا ہو
اُٹھیں لئے ہوئے پیمانہ بادہ نوش کہن

یہ نیمہ رمضاں اور دم تسحر ہے
چھلک رہی ہے بگاہو نہیں میری نہر لبن

وہ ذوالعطاش ہوں روزہ میں رکھ نہیں سکتا
چھکائے خوب سبا جبتک نہ ساقی پُر فن

جو حکم ہوئے ترویح قلب اے واعظ
روانہ میکدہ کو ہوں کہ ہے وہی مامن

بسر ہو لیل مقمر کا آخری حصہ
بزعم کاکل ساقی و عارض روشن

ہو جیسے پنبہ مینا و آبگینہ مے
سپیدۂ سحری ہے اُفق پہ یوں روشن

حجاب چرخ میں یہ ڈوبتے ہوئے تارے
فریب چشمک ساقی کے ہیں موز فن

نسیم نافہ کشا کی وہ شوخی رفتار
چھلک رہا ہے ہر اک ساغر شراب کہن

وہ ڈگمگائی ہے کشتی مے تھپیڑوں سے
دُہائی ساقی کوثر کی تو ہی ہے مامن

وہ تازہ کاری بلبل وہ معتدل خنکی
وہ جلوہ ریزی شبنم گلوں پہ وہ روغن

اُدھر نصیحت ناقوس ابن دُنیا کو
مکبروں کی صدا اسطرف بصوت حسن

جنھیں ہے مد نظر احترام شہر اللہ
چلے ہیں حجروں نمیں اپنے پئے ادائے سنن

چمک وہ دلمیں بڑھائی ہے خیط ابیض نے
کسیکی آنکھ کے ڈورے ہوں جیسے تاب شکن

گلو سے صبح نے دی الصبوح کی آواز
ادھر اُٹھائی صراحی نے خواب سے گردن

پڑھی بلہجہ قلقل معاداً عا سے سحر
ہوئی بنعرہ یا مفزعی کشادہ دہن

دماغ ساقی مہوش بسائے دیتا ہے
وہ موج نکہت گلہائے تر کا بھینا پن

سہانا وقت وہ اور ہر طرف وہ سایا سا
وہ دلفریبی شام جوانی گلشن

چلا یہ دیکھ کے کسی چشم نیم وا سے خواب
بناؤں طالع دشمن کو چل کے اب مسکن

کسی نے کیف جوانی کو اور تیز کیا
جما ہی لیکے پیا ساغر شراب کہن

حیات شمع کے رشتہ کو قطع کر اے صبح
شعاع مہر کی گلگیر ہو کشادہ دہن

ہوا بندھی نفس سرد صبح کی ایسی
بجھی پڑی ہے جہاں میں ہر ایک شمع لگن

سنا کے صبح کو منصب یہ شمع نے بخشنے
کہ اب ہو میرے مناصب پہ تو ہی جلوہ فگن

یہ کعبہ ہے یہ حرم اور یہ دیر یہ خلوت
یہ نماز یان نہ سر دو فا کا ہے مدفن

وہ صبح جو ہے بنا گوش شاہد اسلام
وہ صبح نور گلوئے نگار سیمیں تن

وہ صبح ہے جو ز کوہ جمال وجہ اللہ
ضیائے جبہہ حیدر سے جو ہوئی روشن

اُٹھو کہ وقت طرب خیز صبح آ پہونچا
نظارہ رخ و لب ہے سب سے مستحسن

ظہور فجر سے تا جلوہ ریزی خورشید
ہے خاص ساعت نجم صباح شاہ زمن

طلوع شمس سے ہے تا ذہاب حمرت شرق
جہاں میں ساعت مختصہ امام حسنؑ

مشابہ اسد اللہ شبل ابن اللیث — نخست آل عبا عالم کتاب و سنن

نگین دوش نبی نقش اول سبطین — امیر ہر دو زمانہ خبیر سر و علن

مراد فاطمہ شہزادہ امین وحی — ہی جسکی ذات امامت کا مرجع و مامن

ذکی و سیّد شبّان جنت الفردوس — تقی و سبط امین عسکر امام حسن

ترے ہی نور سے کامل ہوا مہ رمضاں — وگرنہ بدر تھا کب اسطرح سے جلوہ فگن

منوّر ایسا کیا تو نے قلب ماہ صیام — کہ جیسے کعبہ ولادت سے شاہ کی روشن

کھلا ہے اب وہ گل سر سبد امامت کا — بسا ہے نکہت ہستی سے جسکی یہ گلشن

ہوا ہے طائر سدرہ بھی آج نغمہ سرا — ہے شور شادی میلاد خاصۂ ذو المنن

ہر اک طرف کو چراغاں ہے دار حکمت میں — چمک رہا ہے مسرت سے روئے فخر زمن

ندا یہ آتی ہے مرحب کے کاسہ سر سے — قوی ہوا ہے ید اللہ کا بازوے امین

چلیں کہاں ہیں تماشائیان جلوۂ دوست — ہوا ہے وقف نظارہ کمال حسن حسنؑ

وہ آفتاب جمال ابو محمدؑ سے — حریم حضرت زہرا ہوا ہے سب روشن

ذرا کوئی ارنی گوئی طور سے کہدے — زمیں مدینہ کی ہے رشک وادی ایمن

خدا کے نام سے مشتق ہے اسم پاک ترا — زمانہ کسلئے سمجھے نہ اسکو مستحسن

صباح دیدۂ یعقوب تو نے روشن کی — مٹائی تو نے نقوش سواد بیت حزن

تو ہی ہو زینت محراب زہد فی الدنیا
تو ہی ہو رونق سجادۂ رسول زمن

برنگ خون شہیداں ہو نقشبند بہار
اُڑے جو تیرے غبار جہاد کا دامن

ہوئی ہو تجھ سے عیاں خرق عادت عیسیٰ
اُٹھے ہیں تیری زیارت کو مردہاے کہن

ہو تیرے ہاتھ میں تغییر صورت فطرت
کرے زمانہ میں عورت کو مرد مرد کو زن

تری نظر میں نقوش مصور الارحام
تری نگہ میں رموز کتاب سرّ و علن

دفور عشق میں شق ہو گیا دل گوہر
صفائے حسن کتابت تھا تیرا آب شکن

بضو فشانی اجزائے سودہ الماس
ہر ایک پارۂ دل تیرا ہو گیا روشن

زمانہ جسکو سمجھتا تھا درد دل کی چمک
وہی تھی اصل میں انوار خالق ذوالمنن

حیات سوز وہ تلخی کوزہ زہر آب
مذاق عشق میں تیرے تھی مثل شہد و لبن

ہر ایک لخت جگر میں بہار گلشن قدس
وہ رنگ سبز ترا جسپہ زہر کھائے چمن

وہاں ملا ہے تجھے خلعت حیات ابد
یہاں بزعم ہلاکت رہا دلِ دشمن

کروں ستایش مخدوم زادۂ قنبر
ہو نطق ناطقہ اب اس غلام کا الکن

قرین اب ہو قصیدہ بمہر حسن ختام
کہ مستند ادبا میں ہو میرا طرز سخن

چلی ہی آتی ہو پیہم صدائے ادعونی
غرض کہ ہاتھ اٹھا پیش خالق ذوالمنن

نصیر ملت بیضا ظہیر دین خدا
جناب سیّد ناصر حسین فخر زمن

رہیں میان جہاں تا ظہور حجۃ حق
بحق اول آل عبا امام حسنؑ

انقلابِ ہستی،

در بے ثباتی ہستی دنیا حقیقت و موعظت و نصیحت و تخلص بمدح سبطِ اکبر امام ہمام حسن ابن علی علیہما السلام

ہوشیار و باخبر اے سرخوش عہد شباب
تا کجا نظارۂ نیرنگی دار الخراب

بے خبر! تو اہتمام زینت پیکر میں ہے
کہتے ہیں اعضا ترے یالیتنی کنت تراب

اُس صحیفہ میں کہاں پائیگا آیاتِ بقا
روز الّتی ہے ورق جسکی ہوائے انقلاب

چرخ کج رفتار سے پیدا نہو دوران سر
ہوش میں آ اے اسیر وضع دار الانقلاب

جلوۂ صبح کفن دکھلائینگے موئے سفید
جب محاسن سے اُٹھیگا پردۂ شام خضاب

تشنہ لب جاتا ہی غافل کسطرف دیوانہ وار
دیکھ یہ دریا نہیں ہی طلعت دشت سراب

ساز و سامان زمانہ سیمیاے وہم ہے
اعتباری ہی یہ سب مفہوم دار الانقلاب

کیوں یہ آنکھوں میں کھپا ہی جلوہ دنیاے دوں
کیوں یہ کانوں میں بھرا ہی نغمۂ چنگ و رباب

دم انھیں آنکھوں سے نکلے گا ترا اے محو دید
عینک عبرت لگاکر دیکھ ہستی حباب

التہاب تشنگی نزع سے بچنا محال
کوئی شربت پی عرق پی یا کہ جام زرآب

میں نے مانا تو ہے اپنے وقت کا اسفندیار
میں نے مانا تو ہی اپنے عہد کا افراسیاب

میں نے مانا تجکو ہی ہر فن میں کامل دستگاہ
میں نے مانا تو جہاں میں ہی کمالات انتساب

میں نے مانا عالم اعیان موجودات ہے
میں نے مانا فلسفہ دانی میں تو ہی لاجواب

میں نے یہ مانا کہ منطق پر تجھے ہی وہ عبور
تو ہر اک ذرہ کو دعوے سے بنادے آفتاب

میں نے یہ مانا ریاضی میں ریاضت تو نے کی
میں نے یہ مانا کہ اہل رمل میں ہی نکتہ یاب

میں نے مانا تجکو علم ہندسہ میں ہی کمال
ہے مگر کچھ علم فرد موقف یوم الحساب؟

کیا بساط خاک پر بستر نہ ہوگا ایک دن
میں نے مانا تو ہی زیر خیمۂ زریں طناب

کیا نہوگا کاسۂ سر تیرا کشکول گدا
میں نے مانا آج تو ہے خسرو مالک رقاب

خاک افشاں کل جدار قبر ہوگی فرق پر
آج سر پر چتر ہے مانند دور آفتاب

خانۂ وحشت میں کل تو ہوگا تنہا گوشہ گیر
ہیں اراکین زمانہ آج ہمراہ رکاب

ہوگا اس چہرے پہ تیرے خاک کا انبار کل ۔ بار جسپر ہے تجھے اسوقت ہلکی سی نقاب

بیخبر سوراخ مور و مار ہونگی کل یہی ۔ وہ تری آنکھیں جسے کہتی ہیں سب جام شراب

چار دن کی زندگی میں کھینچ کے ملتا ہے عبث ۔ خیمہ ہستی کی تیری ٹوٹنے کو ہے طناب

عالم اسباب سے دل بستگی اچھی نہیں ۔ گوش دل سے سن ذرا آواز عجّل فی الذہاب

کل تعفن ہوگی تجھ میں اور نہو گی کچھ خبر ۔ آج تو ہوتا ہے نزلہ سونگھکر بوئے گلاب

تیری اسکی ایک منزل ایک بستر ہوگا کل ۔ کیوں فقیروں سے ہے اے منعم تجھے آج اجتناب

یاد کر وہ وقت جب رگ رگ کھنچے گی نزع میں ۔ خیمہ ہستی گریگا ٹوٹ جائیگی طناب

راز ہستی کھولتی ہے ایک ہچکی نزع کی ۔ فاش کر دیتی ہے عقدے گردش چشم پر آب

آئیگا ماتھے پہ تیرے جب پسینا موت کا ۔ ہوگا ہر قطرہ میں اسکی روح کا لب لباب

ہچکیوں سے نزع کی کھلجائیگی اک اک گرہ ۔ کچھ خبر ہے عمر کے رشتہ کی اے مست شباب

ہر شکن ماتھے کی وقت نزع دیگی یہ خبر ۔ شیفتہ دلمیں پڑی ہیں بال اے خانہ خراب

بند ہونگی جب تری آنکھیں تو کھلجائیگا یہ ۔ دیکھتے تھے ہم جو اس دنیا میں وہ تھا صرف خواب

جسپہ نیرنگ تصویریں نظر آتی ہیں آج ۔ یہ ورق اکدن الٹ دیگی ہوائے انقلاب

تختہ گور غریباں ہے کہ فرہنگ عدم ۔ ہیں یہ وہ لفظیں جو تھیں مجموعۂ دار الخراب

خوان نعمت پر تری ہو دوغ و قیماق و شکر ۔ دور صحبت میں ہو تیری دورۂ جام شراب

ایک دن پینا ہے تجکو جام تلخاب فنا
طعمۂ کرم لحد کل ہوگی تیری یہ زباں
قاقم و خز ہو کہ اطلس یا حریر و پرنیاں
تیرا خلعت اک کفن ہے اور ایک تحت الحنک
وہ زباں جس سے کھلا کرتے تھے اسرار نہاں
وہ زباں جو زندہ تاریخ ایک اس دنیا کی تھی
وہ زباں جس سے عیاں قدرت کے تھی جر ثقیل
وہ دو روح میں جو تھی سفیر سلطنت
تھے بسائط میں ہوا کسطرح ناقد جسکے حکم
قلزم فانی میں اک موج خموشی آج ہے
کیا نہیں آتا ہے تجکو یاد روز باز پرس
کوزہ گر کل خاک سے تیری بنائینگے ظروف
قبر میں کسطرح دیکھیں اُن کو ہم مبتہ دہن
جب کبھی تجکو جنازہ کوئی آجائے نظر
استخوانہائے شکستہ کو نہ ٹھکرا بے خبر

شربت انگوری یا جام مے یا قند آب
یاد رکھنا از نمک پروردۂ ذوق کباب
سر سے پا تک اپنے پہنے تو جواہر کا ثیاب
تیرا بستر ہے زمیں اور ترا بالش ہے تراب
وہ زباں جس سے ہوا کرتا تھا پیہم فتح باب
وہ زباں جس سے ملے پیہم سوالوں کے جواب
وہ زباں جو تھی کلید گنج علم احتجاب
عہد شاہنشاہ دل میں جو رہی نائب مناب
جسکے فرمان ہر قلمرو میں تھے جاری مثل آب
کل اسی سے اک جہاں تھا مستفید بہرہ یاب
دیکھو جسدن تیرے اعضا و جوارح سب حساب
تو زر خالص کا استعمال کر یا سیم ناب
جن کی شمع نطق سے تھی بزم گیتی نور تاب
یہ سمجھ لے اپنے دل میں ہم بھی ہیں پا در رکاب
ہیں کسی کے پیکر نازک کا جزو انتخاب

ساکنانِ خاک کی بستی حقارت سے نہ دیکھ
ذرے تارے یہاں ہیں اور ہزاروں آفتاب

انسدادِ موت کا تجھکو نہیں ہے اختیار
ہاں بنا سکتا ہے تو سدِ سکندر کا جواب

یہ مواقف وہ نہیں جسکی کرے گا شرح تو
ہیں عدم کی منزلیں کچھ اور اے خانہ خراب

ہے کمیں گاہِ اجل سے بھی کوئی ناوک فگن
ہے کمانِ گردش اگر خمیازۂ جوشِ شباب

تیرا مبدا بھی عدم ہے تیرا مرجع بھی عدم
راستہ ہے درمیاں کا ایک دار الانقلاب

کارگاہِ عالمِ ہستی ہے نسجِ عنکبوت
بے ثباتی بے حقیقت ہیں سب تارِ لعاب

ایک عنصر بھی نہ تیرا ساتھ دیگا بعد موت
آتشِ سوزندہ ہو یا باد ہو یا خاک و آب

کیا تعجب ہے کہ غافل پڑ رہا ہے خاک سے
موسمِ گل بنکے نکلے یہ ترا جوشِ شباب

سبزۂ نوخیز تیرے رخ پہ ظاہر ہے جو آج
کل نمو اسکا زمیں سے ہو نہ اے خانہ خراب

صفحۂ خاکی پہ ہیں وہ لوگ اب خطِ غبار
کلکِ گوہر بار سے جنکے جہاں تھا بہرہ یاب

سنگِ تربت کو پڑھو دیباچۂ حسرت ہے یہ
دیکھو قبروں کو ہر اک انمیں سے ہے عبرت کا باب

کارنامہ ہے ہر اک ذرہ زمیں کا بے خبر
جسکے سینہ میں نظر آتا ہے نورِ آفتاب

جوہری گر ہے تو اس گنجِ گرانمایہ کو دیکھ
اب کبھی ہونگے نہ پھر ایسے جواہر دستیاب

خاک کے طبقے میں ہے فہرستِ اسماء الرجال
دیدۂ عبرت نگہ سے دیکھ غافل یہ کتاب

پھر کریگا حشر میں تو اہلِ دنیا کا شمار
مجتمع ہونگے یہی ذرات جب روزِ حساب

حالت اقلیم عدم کی تجھ سے میں کیونکر کہوں
رہنے والے تو یہاں کے کچھ نہیں دیتے جواب

ذرّہ ذرّہ کو یہاں کے دیکھ کر حیراں ہوا
بول اُٹھا بیساختہ واں نہ شئی عجاب

موسم سرما جہاں ہے اور نہ فصل برشگال
یہ ہوا میں ہیں نہ یہ گرمی نہ ہی یہ التہاب

یہ تغیّر وقت کا ہے اور نہ تبدیل شہور
دورِ گردوں ہے نہ سیارے نہ قرصِ ماہتاب

کہکشاں ہے اور پرویں ہے نہ مریخ و زحل
زہرہ و برجیس و کیواں ہے نہ دورِ آفتاب

بادِ صرصر ہے نہ اس اقلیم میں بادِ نسیم
ہاں مگر جھونکے فنا کے آ رہے ہیں بیحساب

طوطیِ شکر شکن ہے اور نہ درّاج و ہزار
فاختہ ہے اور نہ قمری ہے نہ شاہین و غراب

یہ چمن ہیں اور نہ سبزہ ہے نہ ہے یہ مرغزار
یہ خیاباں ہیں نہ فوّارے نہ جاری جوئے آب

کوئی قریہ ہے نہ قصبہ ہے نہ شہر و ملک ہے
باغ و صحرا ہیں نہ ہیں وہ قصرہائے لاجواب

کاخ و ایواں ہیں نہ غرفے ہیں نہ ہیں وہ تابداں
وہ سراپردے ہیں نہ وہ خیمۂ زرّیں طناب

سالِ شمسی ہے نہ فرودیں نہ ہے اُردی بہشت
دن معیّن ہیں نہ فصلیں ہیں نہ ہے کوئی حساب

ہیں نہ یہ قالب نہ یہ قامت نہ یہ اندام ہیں
استخواں ہیں اور نہ اعضا ہیں نہ یہ قشر و لباب

کوئی حس ظاہری ہے اور نہ حس باطنی
دانش و بینش نہ یہ ہوش اور نہ عقل نکتہ یاب

ہیں موالیدِ ثلاثہ اور نہ ہے وہ کیف و کم
وہ عرض ہے اور نہ جوہر ہے فضائل اکتساب

جنس عالی کا نشاں ہے اور نہ سافل ہے یہاں
منطقِ اربابِ حکمت ہے نہ ہیں وہ شیخ و شاب

عاشقی ہے اور نہ اسکی جذبۂ طوفاں خروش
وہ دل پر حوصلہ ہے اور نہ وہ چشم پر آب

تو اگر پوچھے کہ پھر کیا ساز و ساماں ہیں یہاں
زندگی میں کوئی دیکھتا نہیں اسکا جواب

عالم اسرار کی باتیں بتا سکتا ہے کون
ختم کر بس یہ سخن واللہ اعلم بالصواب

خیر اک دن سب کو جانا ہے وہاں دیکھیں گی خود
ہاں مگر اسوقت اتنا تو ضروری ہے خطاب

جانیوالو یوں تو جاؤ نقش کچھ باقی رہیں
کچھ کرے تو یاد کوئی ساکن دار الخراب

کچھ تو اس دنیا سے حاصل ہو مآل زندگی
کچھ تو اس ہستی فانی سے کرو تم اکتساب

نفس ہے جسم طبیعی کے لئے پہلا کمال
چاہیے تکمیل اسکی ہے کمالات انتساب

خود پرستی سرکشی غفلت رعونت حرص و آز
نفس کو صحبت سے انکی چاہیے ہے اجتناب

رجس اخلاق ذمیمہ سے ہو دامن پاک و صاف
نفس کو تیرے اگر ہے ذوق تحصیل ثواب

دل نے تیرے سارے عالم کو تہ و بالا کیا
اک لہو کی بوند کا اللہ رے جوش اضطراب

خواہشیں اسکی ستم ہیں آرزوئیں اسکی قہر
دل جسے کہتے ہیں سینہ میں ہے وہ اک عذاب

روک اسکی خواہشوں کو اک ذرا اے دیدہ ور
دیکھ تو ہوتا ہے کن فعلوں کا تجھ سے ارتکاب

پھر نظر آئینگے راز پردۂ ہفت آسماں
تیری آنکھوں سے اٹھینگے جب یہ ساتوں حجاب

معرفت بو نصر کی تقلید سے ممکن نہیں
تجکو سم الفار ہے آب ہوائے فاریاب

دیکھ تو یہ حکمت یونانیان بے سواد
جمع کر کے مکتب توحید کا پہلے نصاب

دلمیں ہو تیرے تجلی فضائل کا ظہور — تا کہ ہو کاشانۂ اخلاق برج نور تاب

بار دنیا سے سبک کر روح پاکیزہ کو تو — چل نہیں سکتی ہے اب یہ بہر خلد ثواب

دیکھ ستا نا ذرا پچھلے پہر کا بے خبر — ترک کر دے خاطر قدرت سے تھوڑی پر خواب

خلوت دل میں ذرا سجادۂ عرفاں بچھا — بند کر آنکھیں نظر آجائے راز احتجاب

آنسوؤں سے اپنے رخساروں کو تر کر رات بھر — صبح تک پھول دونوں دینگی خوشبوئے گلاب

سونے والے اٹھ کہ ہے یہ نیمۂ ماہ صیام — ہو رہی ہیں دیکھ رندوں کی دعائیں مستجاب

دیکھ لے اٹھکر سواد لیلۃ القدر اے عزیز — بھول جائیگا کسیکی زلف کا پیچ و تاب

مشق کر اتنی کہ پیدا تجھ میں ہو روحانیت — پھر نزول روح تو دیکھے گا اے قدسی خطاب

آج دھو جائے گا تیرا نامۂ اعمال سب — اشک اگر نکلے بقدر ریشۂ پر ذباب

ہے بقا اسکی مسلم اسکو پاکیزہ بنا — تو حدوث نفس کا قائل نہو اے نکتہ یاب

فلسفہ اپنے ائمہ کا ذرا دیکھ اے بصیر — پھر تری آنکھوں سے اٹھ جائینگے غفلت کے حجاب

چاہیے اے نکتہ رس تقلید اخلاق حسن — سلسلہ سے دیکھ تو آئیں نسل بوتراب

ہو گیا ہے آج اُس قانون اول کا نفاذ — شرع کی دنیا میں جسکا نام اخلاق انتساب

یاد تو ہوگا تجھے بھی وہ وضو کا واقعہ — کسطرح سکھلائے اک جاہل کو ارکان ثواب

جو سوانح پیش آئے ہیں امیر شام سے — اسکا ہر اک واقعہ ہے ایک اخلاقی کتاب

شرزۂ شیر بیشہ حیدر حسن ابن علے ‏ — سرورِ عالم فروغِ دودۂ ختمی مآب

نورِ زہرا و یہیں فرزندِ ختم الانبیا ‏ — سبطِ اکبر سید ساداتِ امامت انتساب

تیغ تیری دشمنوں کیواسطے بئس المصیر ‏ — ذات تیری اہلِ عالم کے لیے حسن المآب

شاخصِ قامت سے تیرے قبلۂ ایماں ملا ‏ — اور خمِ ابرو کو پایا طاقِ کعبہ کا جواب

مصحفِ ناطق تری اجزا میں سب کچھ مل گیا ‏ — پارۂ اول میں پایا معرفت کا سب نصاب

ہے تجھی سے فرعِ اصلابِ رسالت کو نمو ‏ — بارور نخلِ امامت تجھ سے ای عالی جناب

بائے بسم اللہ کے نقطے سے نکلا ہی یہ خط ‏ — کیوں نہو پھر زینتِ پیشانیِ ام الکتاب

یہ بھی وہ خط ہی جو تھا سرِ لوحِ دیوانِ ازل ‏ — دفترِ قدرت میں وہ نقطہ اگر تھا انتخاب

ای جزاک اللہ عزیزِ نکتہ پرور بس خموش ‏ — یہ قصیدہ ہی ترا یا ایک اخلاقی کتاب

یہ قصیدہ ہی وظیفہ اہلِ عرفاں کیلئے

سبحۂ صد دانہ ہی نظمِ عزیزِ نکتہ یاب

۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

نفسِ مُطمئنّہ

در اثباتِ طمانیتِ مظلومِ کربلا

عبرت سے دیکھ صفحۂ صحرائے کربلا
ہے دفترِ مکارمِ اخلاقِ مصطفا

وہ کربلا کہ جسکے ہر اک ذرّہ سے عیاں
تاباں ہوئی ہے حکمتِ اشراق کی ضیا

تکمیلِ علمِ نفس جو منظور ہے تجھے
اُس نفسِ مطمئنّہ پہ کر غور اک ذرا

اعراض جسکے معجزہ افعال جسکے کشف
تقریر جس کی وحیِ خداوندِ کبریا

ہر فعل جسکا ہے سبق آموزِ معرفت
ہر کام جسکا باعثِ خوشنودیِ خدا

کروبیوں کی عقل بھی حیران ہوگئی
روحانیوں سے بھی نہوا کام وہ کیا

اے مستِ ذوقِ فلسفۂ عشقِ سرمدی!
ہوتے ہیں اسکی راہ میں دیکھ اسطرح فنا

ایسا سنا ہے تونے کہیں جذبِ باطنی؟
دیکھے ہیں اسطرح کے کہیں صادق الولا؟

اللہ رے اُنکا نورِ مجرد سے اتصال
قلب و دماغ عالمِ انوار بنگیا

دیکھ اسکا نام صبر ہی کہتے ہیں اسکو ضبط
جبر ایسے اختیار پہ کرنا محال تھا

گیتی تمام قبضۂ قدرت میں جسکے ہو
وہ اور تشنہ لب ستم اہل جرخ پر دغا

دنیا میں دیکھ قطع علائق ہے اسکا نام
کرتے ہیں دو قلب سے یوں حب ماسوا

ہے جستجوئے ماہیت عشق گر تجھے
گر شرح ذرہ ہائے بیاباں نینوا

وقف بلائے عشق کرے اپنے دل کو جو
جانے وہی حقائق علوی کی انتہا

اللہ رے تاب ضبط و توانائی شکیب
جز و ضعیف ایک یہ دل اور یہ بلا

جو معرض وقوع میں آیا حسین سے
ہرگز نہ تھا یہ فطرت انساں کا مقتضا

مافوق طاقت بشری تھا ہر ایک فعل
اللہ یہ متابعت حکم کبریا

گر شہوت و غضب کو کرے عقل کا مطیع
بہتر ملائکہ سے ہے وہ نفس باصفا

تکلیف تیرے نفس پہ ہے سعی و اجتہاد
لیکن ملائکہ کو یہ زحمت نہیں ذرا

تجکو قسم ہے خلق محمد کی اس طرح
کون امتحان نفس پہ ثابت قدم رہا

گزرے ہیں گو بہت سے حوادث جہانمیں
جب سے ہوئی ہے عالم و آدم کی ابتدا

پھر ہوگا لطف سیر شبستان معرفت
مصباح نفس ناطقہ روشن تو کر ذرا

دیکھے گا تو حقیقت حقہ کا حال پھر
آنکھوں میں اپنی سرمۂ خاک شفا لگا

معلوم ہوگا پھر تجھے پوچھینگے تجھسے ہم
دیکھے ہیں اسطرح کے کہیں عبد حق نما

مجبوری حسین وہ سربستہ راز ہی
عارف جو ذات کا ہو وہی کچھ ہی جانتا

ظاہر ہوئی ہے جسکے کمالات نفس سے
تفسیر خرق عادت و اعجاز انبیا

وہ نفس مطمئنہ کہ جس پر جہاں میں
جتنی مصیبتیں تھیں ہوا سب کا خاتما

کیا پوچھتا ہے علم سیاست کا اسکے حال
عاجز ہے جسکے درک سے یہ عقل نارسا

کی ہے اسی نے تو عملی درسگاہ میں
اخلاق کے تمام مطالب کی ابتدا

اُسکی شجاعت اسکی سخاوت پہ کر نظر
نوشیروان و حاتم طائی کا ذکر کیا

کیا پوچھتا ہو اسکی شجاعت کے معرکے
رستم کا تذکرہ ہے جہاں ننگ نارَوا

اسطرح جو جہاں میں کسی کے لیئے مٹے
ایسے بشر کی ذات کو کیونکر نہ ہو بقا

ہوتے نہ کیوں خلافت باری کی مستحق
تھی ان کی ذات مظہر انوار کبریا

ہر زخم کو سمجھتے ہیں گلزار معرفت
ہر داغ دل کو جانتے ہیں گلشن وفا

کیا کم ہے اُنکے مشہد تربت کا یہ شرف
ہے منزل ملائکہ عرش کبریا

نفس حسین کھینچ رہا ہے دلوں کو یوں
کرتا ہی جذب کاہ کو جس طرح کہربا

عاشور کو وہ چہرے پہ آثار انبساط
اللہ رے شوق وصل خداوند کبریا

اُسکی ضریح کعبہ وجدان شرع ہی
کیونکر کریں طواف نہ ارواح انبیا

ہاں اے شریک مجلس ماتم بتا مجھے
ہوتا ہے کون دوسرا اسطرح فدا

غافل ذرا تصوّر سا فرج سے کام لے
آنکھوں کو بند کرکے ذرا دیکھ ماجرا

ہر ایک ذرّہ دشت کا کیسا ہے مضطرب
اُبلا ہے خونِ ناحق مظلوم کربلا

اس سرزمین کو غور سے دیکھ اے فنا پذیر
ہے تجکو کارنامۂ عبرت جو دیکھنا

لاشوں کے ڈھیر کشتوں کے انبار ہر طرف
وہ جلتی جلتی ریت وہ میدان کی ہوا

بیسر پڑے ہیں جسمیں جوانانِ ہاشمی
رگ رگ میں جوش زن جو لہو تھا وہ بہ گیا

ہر موجۂ سموم سے اس دشتِ بہن میں
آواز آرہی ہے کہ یا دافع البلا

اللہ میرے ہی یہ سماں کون سا سماں
دل خون ہو کے دیدۂ تر سے نکل پڑا

وہ سر جو اک خزینۂ اسرارِ وحی ہے
ہے پیش تختِ سلطنت زادۂ زنا

ناگفتنی ہیں واقعے جو دیکھتا ہوں میں
یہ کیا دکھا رہا ہے مجھے اے مرے خدا

جل جائے یہ زبان اگر کچھ بیان کروں
ہو خونچکاں دہن جو کروں شرح ماجرا

صورتگر خیال کے ساماں یہ تھی نظر
ناگاہ آئی گوش تصوّر میں یہ صدا

یہ سب ہے ستمگاریٔ اُمت کا ساز و برگ
یہ سب ہے کیا نمائشِ اخلاقِ مصطفا

اپنے ستونِ قامت و اعجاز نفس سے
مضبوط کی ترقی اسلام کی بنا

ناقص تھی بس تمدنِ اسلام کی کتاب
ہوتا اگر نہ واقعۂ ارضِ کربلا

تونے کیا ہے اُمتِ احمد کو ستمگار
یا سیّد البریۃ رُوحی لک الفدا

خورشید جہانتاب

اظہار موسم گرما و تخلص بمدح خامس آل عبا

مجمر چرخ مجدّد کی ہے یہ کیفیت
اخگر نیّر تابندہ سے ہے شعلہ صفت

خسرو مہر ہے کاشانۂ جوزا میں مقیم
آجکل طبع حرارت میں بڑھی ہے جودت

مہر ہے گرم روِ دائرۂ نصف نہار
ہوتی جاتی ہے حرارت کی جہاں میں کثرت

امتیاز اب کرۂ نار و زمیں میں نہ رہا
مرکز چرخ میں اس درجہ بڑھی ہے حدّت

وقت وہ ہے کہ سوا نیزہ پہ ہے مہر مبیں
اب ہے معمورۂ گیتی کی دگرگوں حالت

ہے پر شعلہ ہر اک بادکش موج نسیم،
جوف عالم میں حرارت کی ہوئی یہ شدّت

سرد ہے گرمیِ آتشکدہ دوزخ بھی
دیکھ کر عالم امکاں میں فروغ حدّت

آتشی طبع زمانہ ہوا رفتہ رفتہ
بسکہ مانند طبیعت ہے قیام عادت

ارض سے ہوتے ہیں صاعد جو بخارات کثیف
بنتے ہیں شعلہ جوالہ بزور حدت

جوشِ گرمی سے بڑھے ہیں حرکاتِ نفسی
ہے طبائع میں فزوں حزن و غضب کی حالت

کیوں نہ بے ربط ہو شیرازۂ نظمِ عالم
معتدل ہیں نہ عناصر نہ قویٰ میں صحت

خطۂ حسن میں اک آگ لگی ہے دیکھو
گرمیِ جوشِ جوانی پہ ہے دونی حدت

شمعِ عارض ہے ادھر جلوہ فروزِ گیتی
اُس طرف مہرِ جہاں تاب کی ہے اک شہرت

پرتوِ حُسن نے روشن کیا کاشانۂ عشق
مہر نے خیمۂ اطلس میں دکھائی طلعت

مہر ہے شوقِ تقابل میں ادھر سرگرداں
قول اِدھر جلوۂ رُخ کا کہ خدا کی قدرت

دوپہر کو وہ اُدھر خسروِ خاور کا عروج
اُس طرف جوشِ جوانی وہ نکھری رنگت

سرِ خورشید سے واں معجرِ گلدوز ہٹی
وا یہاں ہونے لگی بندِ قبا عقدہ صفت

آبرو قطرۂ شبنم کی کشش سے ہے اُدھر
کھنچ رہی ہیں دلِ اِدھر حُسن میں ہے یہ قوت

اُس طرف مہر نے پختہ کیے اثمارِ نہال
حُسن نے تازہ کیے میوۂ نخلِ قامت

آتشِ عشق نے عشاق کو بس پھونک دیا
تھی ادھر حُسن اُدھر مہرِ مبیں کی حدّت

صاعقہ زار تھے مدّاتِ نسیمِ انفاس
دل جگر کی یہ حرارت سے ہوئی تھی حالت

دیکھئے تو نفسِ گرم کی آتش خیزی
مثلِ شعلہ کے زبانوں ہے دہن میں حرکت

تپ رہا ہے صفتِ تختۂ مس گرمی سے
اک ذرا چرخِ مقرنس کی تو دیکھو رنگت

جاتے ہیں آتشِ یاقوت کے شعلے تا چرخ
تفتگی سے یہ معادن کے ہوئی کیفیت

بسکہ ہر جسم دہکتا ہے بسان اخگر
جوہر روح اُڑا جاتا ہی سیماب صفت

سایہ ہر شخص کا تیزی حرارت سے سیاہ
شعلہ خیزی سے ہر اک جسم میں جوش حمرت

سال شمسی کا پتہ دفتر عالم میں نہیں
مہر کے گرد زمیں کو جو نہیں اب حرکت

کیا تعجب ہی کہ ہو موم دل ہر جوہر
آجکل آئینہ دیکھے جو کوئی مہ طلعت

خشک ہے جوشش تمازت سے ہوا شکل سراب
عنصر آب کی بدلی ہوئی ہی ماہیت

مسکن آب ہوا خوف سے تہ خانہ خاک
ابر دریا پہ پھرے ہیں بخیال راحت

مہر نے چرخ چہارم پہ چھپایا منھ کو
اللہ اللہ یہ گرمی یہ فروغ حدت

بڑھ گئی آبلہ چرخ میں اس درجہ تپک
بیقرار ایسے سکوں اسکو نہیں اک ساعت

ڈالیئے دانہ گندم تو بھنا جاتا ہے،
مثل گلخن کے ہوئی سطح زمیں کی صورت

چھوڑ دی گھبرا کے فرشتوں نے طناب خورشید
تاب کے صبر و تحمل کہ نہیں ہے طاقت

سب کے تھی پیش نظر گرمی روز عاشور
جب رخ مہر نے کی جانب دنیا رجعت

دیکھ کر پیاس ہر اک فرد بشر کی سب کو
یاد ہے تشنگی سبط نبی کی شدت

تین دن جسکو نہ اعدا نے پلایا پانی
ہوگئی پیاس سے جس کی کہ دگر گوں حالت

خامس آل عبا سبط رسول الثقلین
سید و سرور شبان ریاض جنت

وہ حسین ابن علی جس کو ید قدرت نے
خلعت صبر پنہایا تھا بروز فطرت

یاحسینؑ ابن علی آپ نے وہ صبر کیا
ہوگئی جس سے ملائک کو فلک پر حیرت

خاتمہ آپ پہ اخلاق محمدؐ کا ہوا
عرض اسوقت کروں آپکی میں کون صفت

زہد وہ زہد کہ ہے عقل ملائک حیراں
شمر سینہ پہ ہے اور آپ ہیں محو طاعت

خنجر ظلم کجا اور کجا حبل ورید
کچھ خدا کا بھی کیا خوف نہ اے بد طینت

صبر وہ صبر فرشتوں کے بھی دل چھوٹ گئے
رحم وہ رحم کہ قاتل پہ بھی اپنے شفقت

علم وہ علم کہ تصدیق کو جس کی کافی
کی امامت نے بصد فخر و تمنا بیعت

ضبط وہ رنگ بھی چہرہ کا بدلنے نہ دیا
روز عاشورہ تھا رخسار پہ جوش حمرت

زور وہ زور جو میراث میں آیا انکی
صرف فرزندی حیدر ہے دلیل قوت

بیکسی وہ کہ کہا میں ہوں قتیل العبرہ
ذکر میرا جو کرے اسپہ ہو طاری رقت

ناخدا وہ کہ سہے ظلم کٹایا سر کو
نہ مگر ہونے دیا غرق جہاز امت

بخدا آپ نے وہ کام کیا ہے شاہا
آجتک جس سے ہے اسلام کی شان و شوکت

صبغتہ اللہ کی بنیاد نہ قائم رہتی
گر یزید ستم آرا سے یہ کرتے بیعت

سر بخم فلسفی عقل ہے مانند حکیم
دیکھ کر آپ کے اسرار کتاب حکمت

کون جز آپ کے ہے جوہری اہل وفا
کون دے گا گہر اشک عزا کی قیمت

دامن فاطمہ پر لوٹتے ہیں طفل سرشک
رونے والو یہ مقدر یہ تمہاری قسمت

جسنے قائم کیئے دنیا میں عماد الاسلام ... کیوں فلک بہر نماز آج نہ مانگے مہلت

سر تھا نیزہ پہ مگر ورد زباں سورۂ کہف ... اللہ اللہ یہ عبادت یہ وفور طاعت

بزم میخوار میں استادہ رسن بستہ ہوں ... اہلبیت نبوی کی تھی یہی کیا عزت ؟

کربلا میں نہ کوئی آپ پہ کرتا تھا سلام ... کیوں فلک سبط پیمبر کی یہی تھی حرمت ؟

مقتضا حلقہ بگوشی کا یہ ہے اب شاہا ... ہم کریں آپ پر اسوقت سلام رخصت

السلام اے در اکلیل سر مجد و علا ... السلام اے گہر افسر فرق رفعت

السلام اے خضر جادۂ تسلیم و رضا ... السلام اے سبق آموز کتاب و سنت

السلام اے خلف غالب کل غالب ... السلام اے پسر سیدۂ ذی رتبت

السلام اے شہ مظلوم کہ جسکی آواز ... سنکے بیتاب ہے اموات بقصد نصرت

جوش زن کب ہے عبث زیر زمیں آب زلال ... ڈھونڈھتا ہے یہ شہیدان وفا کی تربت

کیا صفت آپکے زوار کی تحریر کروں ... جنکا ہر ایک قدم طاعت رب العزت

ہر نفس رشتۂ تسبیح جناب زہرا ... قطرۂ اشک وہ موتی کہ ہو جس سے خجلت

جسنے عالم میں کیا طوف ضریح اقدس ... سچ ہے قابل ہے قسم کھانیکے اسکی قسمت

اے خوشا بخت زہے طالع فرخندہ نہاد ... جسنے دنیا ہی میں کی سیر بہار جنت

دل زائر سے وہ ہنگام طرب خیز نہ پوچھ ... دور سے جب نظر آتی ہے کلس کی طلعت

دیکھ چہرہ پہ وہ سُرخی وہ تعلق دل کا | پوچھا اسباب زمانہ سے نہ اسکی نفرت

تاج شاہی ہو تو قدموں سے اُسے ٹھکرا دے | گنج قاروں ہو تو اُسوقت وہ بھیجے لعنت

کفش بردار ہو فغفور تو جھنجھلا کے کہے | چھوڑ میں بندۂ دنیا سے نہ لونگا خدمت

شب اول کو بعینہ وہی حالت طاری | منتظر کو جو ملے وصل کی شب میں لذت

اقتضا شوق کا یہ ہو کہ زیارت ہو جائے | تاب نظارہ یہ کہتی ہو کہاں یہ طاقت

عشق کہتا ہے کہ مر جایئے رُوتے رُوتے | دیکھنا ہے ہمیں اندازۂ جوش ہمت

جوش کہتا ہو کہ اب جان کو صدقے کردو | مدعا شوق زیارت کا کہ وقت رخصت

ضبط کہتا ہو خموش او دل آشفتہ مزاج | دیکھ تو لے کہ نہ رہجائے تجھے کچھ حسرت

بخت کہتا ہو کہ خود اپنی بلائیں لیلو | مجھ سا نا چیز کہاں اور کہاں یہ نعمت

ہوش کہتا ہے سنبھل لغزش مستانہ سے | نشہ کہتا ہو کہ ہے اب تو عجب کیفیت

عقل کہتی ہے الٰہی یہ جگہ کون سی ہو | دل پہ قابو نہ رہا اُف رے مری محویت

بس عزیز اب نہیں زیبا ہو بہت طول مقال | مرحبا خوب طبیعت کی دکھائی جودت

بس بس اے کلک نہ کر زمزمہ سنجی اتنی | لکھ سکے مدح امام دوسرا کیا طاقت

بس زیادہ نہ بڑھ او خامۂ از خود رفتہ | اس بیاباں کی معلوم ہو کسکو وسعت

ہرزہ گوئی ہو یہاں لاف و گزاف دانش | لغو ہے ترمت فہم و عنصر فطنت

ثبت کر صفحۂ قرطاس پہ اب نقش سکوت ‏ ‏ کر دعا حق سے ملی ہے تجھے اچھی ساعت

یا الٰہی رہے جب تک کہ غم سبط نبی ‏ ‏ دل میں شیعوں کے زمانہ میں بعیش و عشرت

لب پہ جبتک کہ رہے نالہ و فریاد کا غل ‏ ‏ اور بہے آنکھوں سے خونابۂ اشک حسرت

سر پہ شیعوں کے رہیں سایہ فگن ناصر دیں،

آیۃ اللہ علی الخلق مُعینُ الملّت

سِلکِ گُہر

در تہنیت ولادت حضرت سبط اصغرؑ

یہاں تک باطنی جذبوں میں قوت ہونیوالی ہی
بعینہ میری صوت انکی صورت ہونیوالی ہی

کشش مرکز کی شمع سوز دل کو بھی بجھا دیگی
کہ سرد اب آتش دوزخ کی حدت ہونیوالی ہی

نصیحت گر سہی لیکن میں کیوں بتلاؤں نام اس کا
سمجھتا ہوں کہ عالم سے رقابت ہونیوالی ہی

جدائی میں کسی کی جس قدر تکلیف اٹھائی تھی
وہی تکلیف مجکو خواب راحت ہونیوالی ہی

وہ آہ نارسا جو مدتوں ٹکرائی گردوں سے
وہی دیکھو کمند جذبِ حدت ہونیوالی ہی

وہ آنکھیں روتے روتے ہجر میں پتھرا گئیں تھیں جو
سپیدی اب اُنھیں کی صبح عشرت ہونیوالی ہی

وہ آنسو ہجر میں جو بے محل ضایع کئے میں نے
اُنھیں اشکوں کی دیکھو اب ضرورت ہونیوالی ہی

نکلتے ہیں جو پیہم میری چشم گوہر افشاں سے
وہی موتی ہیں اور تجویز قیمت ہونیوالی ہی

وہ میرے ہاتھ جو ٹوٹے تھے شغل ماتم دل میں
اُنھیں ہاتھوں میں پھر قوت ودیعت ہونیوالی ہی

وہ میرا ناز پرور دُلاری جو کل تک مجھ سے رُوٹھا تھا
اُسی سے آج پھر مجھ سے رفاقت ہونیوالی ہی

کہاں تک سعی درماں تو بھی تو زچ ہو گیا آخر
نہ گھبرا چارہ گر اب تجکو مہلت ہونیوالی ہے

جنھیں دعوے تھا بیمار امیس پانی پی نہیں سکتا
اُنھیں بھی دیکھ کر اسوقت حیرت ہونیوالی ہے

کوئی دینے کو ہے اک صرۂ خاک شفا اُسکو
مریض عشق کو دم بھر میں صحت ہونیوالی ہے

دل بیمار وہ رشک مسیحا آج آئیگا
شفائے دردمنداں جسکی تربت ہونیوالی ہے

حسین ابن علیؑ یعنے مسیحا دین احمدؐ کا
کہ جسکے دم سے معراج شہادت ہونیوالی ہے

لکھوں گا آج کچھ اشعار فطرس کے نئے پر سے
کہ پھر معجز نما میری طبیعت ہونیوالی ہے

نبی معراج میں دو گوشوارے دیکھ آئے تھے
اُسی اجمال کی آج اب صراحت ہونیوالی ہے

عیاں آثار وضع حمل ہیں صدیقہ کے رخ سے
نبی زادے کے گھر میں بزم عشرت ہونیوالی ہے

رخ اُم الکتاب آئینہ زار نور وحدت ہے
کہ نازل مصحف ناطق کی آیت ہونیوالی ہے

ادائے شکر نعمت میں حضور خالق داور
جبین پاک زہرا وقف طاعت ہونیوالی ہے

گلے مل ملکے کہتے ہیں نصیری آج آپس میں
علی اللہ کے گھر میں ولادت ہونیوالی ہے

مدینے میں ہے غل اور دوسری تو مومنیں چرچا ہے
کہ ناجی اب رسول اللہ کی اُمت ہونیوالی ہے

حریم مرتضیٰ میں آج وہ مولود آئیگا
نگہ جس کی چراغ افروز قدرت ہونیوالی ہے

گرا پڑتا ہے بیتابی سے پروانے پہ پروانہ
کہ روشن شمع ایوان رسالت ہونیوالی ہے

غذا پائے گا جو انگشت ابہام محمدؐ سے
اُسی بچے کی دنیا میں ولادت ہونیوالی ہے

مقدر سے نبی تھی جو کہ دایہ سبط اکبر کی
وہی بنت عمیس اب وقف خدمت ہونیوالی ہی

زمانہ آرہا ہے دیکھ کامل حق پرستی کا
تہ محراب خنجر اب عبادت ہونیوالی ہی

دل بیتاب ہے صحبت سے اُسکی کچھ سبق تو بھی
کسی میں صبر کی قوت ودیعت ہونیوالی ہی

اُسے ہمراہ اے جبریل لے لینا جزیرہ سے
کہ یاور آج فطرس کی بھی قسمت ہونیوالی ہی

وہ دریا بذل کا ہی جوش زن آغوش زہرا میں
کہ سائل جسکے در پر خود سخاوت ہونیوالی ہی

مساکین عرب کے اب وظیفے کھلنے والے ہیں
فقیروں کے لیئے پھر وقف دولت ہونیوالی ہی

نواسہ رحمۃ للعالمین کا آج آئیگا
مدینے کی زمیں آغوش رحمت ہونیوالی ہی

ثواب حج ملے گا ہر قدم پر زائر آئیں تو
کہ آباد اب زمین دشت غربت ہونیوالی ہی

رسولؐ محترم یہ کہہ کے منہ پر پیار کرتے ہیں
اسی کی نسل سے میری حکومت ہونیوالی ہی

وہ سید آج پیدا ہوگا گلزار نبوت میں
جوانی پر تصدق جس کی جنت ہونیوالی ہی

چُساتے ہیں زباں ہر روز اس مولود کو احمد
امامت میں مشارک اب نبوت ہونیوالی ہی

ستارہ اوج پر آیا ہے بخت شہربانو کا
زمیں فارس کی پھر زیر حکومت ہونیوالی ہی

مبارک امراء القیس اب رب البیت آتا ہی
ربابہ کی بھی یاور جس سے قسمت ہونیوالی ہی

لکھی ہی اُسنے دستاویز بخشش خون ناحق سے
گنہگاران اُمت کی شفاعت ہونیوالی ہی

لگائی جائینگی اب لولو و مرجاں کی قندیلیں
سجاوٹ تیری پھر سے شہر حکمت ہونیوالی ہی

فقاہت کا گرانمایہ لقب دیگا کوئی آکر
حبیب ابن مظاہر سے رفاقت ہونیوالی ہی

ہمیبہ کو کوئی ناز آفریں مرکب بنائیگا
کسی کی مسند اب مہر نبوّت ہونیوالی ہی

امام بندہ پرور ہے یہ تسبیح امامت کا
اسی سے منتہی نسل امامت ہونیوالی ہی

سیا ہوگا پر جبرئیل کے تاگے سے جو حلّہ
اسی حلّہ سے اک پیکر کی زینت ہونیوالی ہی

بنی نجّار کے باغوں میں تنہا کوئی سوئیگا
موکل ہیں فرشتے اب حفاظت ہونیوالی ہی

بشکل وحیہ کلبی کوئی خادم پھر آئے گا
کہ یاور قسمت اشارجنت ہونیوالی ہی

عزیز اب زندگی دشوار ہی کیوں کہدیا مجھ سے
زمین کربلا پر تیری تربت ہونیوالی ہی

جنون عشق میں پھر سوتے سوتے چونک اٹھتا ہوں
یقیں ہی پھر مجھے کوئی بشارت ہونیوالی ہی

چمک اُٹھنے لگی رہ رہ کے پھر درد محبت کی
تعجب کیا ہے حضرت کی زیارت ہونیوالی ہی

قصیدہ سنکے کروٹ لی کسی نے کنج تربت میں
بہت جلد اب سوار میری محنت ہونیوالی ہی

غبار پردہ باطن کو دھو اشک ندامت سے
کہ شامل سجدہ گہ میں تری طینت ہونیوالی ہی

۳۰ شعبان ۱۳۳۰ھ یوم پنجشنبہ

سجّادیہ

در مدح حضرت سیّد السّاجدین ؑ

عابد شب زندہ دار ماہ باحُسن یقیں
آگیا ہے اپنے سجّادہ پہ اے اہل زمیں

لو سب ارکان وضو سے بھی فراغت ہوگئی
آفتاب یہ لیکے مغرب کو چلا مہر مبیں

کہکے اللھم بیض یوم تسود الوجوہ
رُخ پہ ڈالا چشمۂ خورشید کا ماء معیں

آتے ہی عابد کے جو سازِ طرب تھے اُٹھ گئے
رقص زہرہ تھا نہ جوزا کی صدائے دلنشیں

سب سے پہلے دست بوسی کو بڑھا کف الخضیب
پھر تعظیم اپنی جا سے اُٹھے سارے کہیں

عقد پرویں نے پرو دی اک طرف تسبیح نور
لکھنے بیٹھا ہے عطارد شرح قرآن مبین

سلک انجم نے منظم کی اُدھر نظم صفوف
دی اذاں قاضی نے گونجا گنبد چرخ بریں

ہو رہی ہے ششجہت میں سب کو تاکید نماز
اپنے محور پر ثوابت تک جھکائے ہیں جبیں

قاضی گردوں اُدھر ہے حاکم دار القضا
ہو رہا ہے امر بالمعروف رب العالمیں

پوچھتا پھرتا ہے ہمراہی میں جلاد فلک
کتنے عالم میں کیے ہیں ترک آج احکام دیں

درخورِ بزمِ عبادت کب تھا ہندوئ فلک — اس سبب سے ہوگیا محبوس چرخ ہفتمیں

رجم کرتا ہی شہاب ثاقب اس انداز سے — ہی طلسم قہر میں مسدود شیطان لعیں

جسطرف دیکھو صدا تکبیر اور تہلیل کی — بن گیا چرخ مکوکب رشک عرش بریں

بڑھ گیا ہے اسقدر حسن عقیدت ماہ سے — مرجع اہل سمٰوات اب ہے چرخ اولیں

نور تو دیکھو کہ سب عالم منوّر کردیا — زرد ہی گو ضعف سے چہرہ برنگ یاسمیں

آخر افراط عبادت سے ہوا گھٹکر ہلال — جھک گئی پشت اسقدر سجدہ میں رکھی ہی جبیں

یہ نشان سجدۂ روشن اُسکی پیشانی پہ ہی — جسکو سمجھے ہیں کلف دھوکے سے ہم اہل زمیں

کچھ نہیں عابد کو اپنی حفظ صحت کا خیال — دلمیں خدام ادب کے یہ تصور جاگزیں

رکھیں گوشہ میں مسہری اک بنات النعش کی — جب ریاضت سے بہت خستہ ہو راحت لے وہیں

کی ہوائے شبنمی نے سبحہ گردانی شروع — یہ اشارہ دیکھ کر اُٹھنے لگے اہل زمیں

کچھ جماعت میں شریک آکر ہوئے ہیں باوضو — منزوی جو ہیں مصلّے اُنکا بچھا ہی وہیں

اسطرف کس شان و شوکت سے امامت کے لئے — کہہ کے یا اللہ اُٹھا زاہد مسجد نشیں

کہہ گزاہد سے کہ شب ہوتی ہی راحت کے لئے — لیکے انگڑائی چلے بستر پہ سونیکو حسیں

اُسطرف ہی حسن کی محفل میں سامان نشاط — اِسطرف مصروف طاعت زاہد غزلت گزیں

گوشہ غزلت کی زینت ایک سجادہ یہاں — واں کسی کی بزم لعبت خانہ اقلیم چیں

یاں ہی شغل سبحہ گردانی حضور قلب سے | حلقۂ گیسو میں وہ گنتے ہیں دلہائے حزیں
اسطرف خوف آلہی سی ہے دوزخ کا خیال | اسطرف سوز غم عاشق سی دل اندوہگیں
عاقبت کی فکر میں یاں گریۂ بے اختیار | سوچکر انجام عاشق واں ہنسی رکتی نہیں
انما الاعمال بالنیات اُدھر زاہد کا قول | اسطرف یہ فکر نیت میں خلل آئے کہیں
یاں نشاں سجدے سے چہرے کی رونق ہی ہے اور | خال اُدھر ہی غیرت افزائے عذار آتشیں
اُسطرف اک شمع ہی وحدت نمائے کبریا | نازیکتائی میں ہی یاں جلوہ برق آفریں
سورۂ واللیل کی تفسیر اُدھر پیش نظر | نیند میں بکھری یہاں چہرے پہ زلف عنبریں
واں کھلا ہی تھا صحیفہ حضرت سجاد کا | لیں بلائیں اُنکے یاں نام امام المتقیں
وارث علم لسان اللہ علی ابن الحسین | بوالائمہ سید السادات زین العابدیں
سرگروہ شجرۂ انساب اصحاب کسا | یادگار پنجتن ابن امیر المومنیں

مطلع

ساربان عترت اطہار بیمار حزیں | بو محمد سید سجاد امام العارفین
زیب اورنگ امامت بادبان بزم قدس | خسرو کشورستان شرع راس المتقیں
دختر شاہنشہ فارس کے فرزند سعید | جسکے ہی زیر حکومت سرحد دنیا و دیں
حاجب اجلال رو کے اک کمینہ جانکر | گر گرے طوف سرادق روح پور آتبیں

اے خوشا طالع وہ آقا ہمکو قسمت سے ملا
موقف رفعت پہ جسکے جبہہ سا روح الامین

کر رہا ہے زنگ رخ نقش و نگار بزم قدس
آپ مصروف وضو ہیں یا امام العارفین

آگ ہے گھر میں لگی ہر سو ہے اک ہنگامہ گرم
کیا رجوع قلب ہے ان کو خبر مطلق نہیں

وقت طاعت یوں جہاد نفس امارہ کیا
غیب سے آواز آئی انت زین العابدین

لکھ رہا ہے سرنوشت لوح نور معرفت
کر کے سیما ہم کی تفسیر آپ کا نقش جبیں

سب لکیریں ہاتھ کی ہیں دست آویز جناں
خط پیشانی ہے یا ہے عروۃ الوثقائے دیں

آپ کے علم و عبادت کی ہوئی یہ انتہا
اُس سے مافوق اب کوئی صورت تصور میں نہیں

آپ زنداں میں مقید تخت شاہی پر یزید
سچ ہے دنیا جنۃ الکافر ہے سجن المومنین

زوجۂ زائر کا قصہ سنکے دعوے ہے میرا
قابض ارواح ہے ان کا غلام کمتریں

دیکے عقل کل کو درس دفتر فرزانگی
کر دیا ہے باریاب قرب رب العالمین

مطلع

اک اشارہ سے ترے اے عروۃ الوثقائے دیں
مثل یوسف چاہ سے نکلے امام نجمیں

آکے دہری دیکھ لے حضرت کو ہنگام نماز
ہے شکست رنگ رخ آئینہ حق الیقیں

پشت پر ثعباں اور شبگوں نکلے ہیں حضور
بذل کے آگے دیتا ہے صدائے آفریں

کر کے دقّ الباب کہتا ہے ترحم آپ کا
کون ہے مسکیں یہاں اور کون ہے اندوہگیں

اسطرف اہل مدینہ کے گھروں میں شور ہے
یا ابا الایتام فرزند امیر المومنیں

غسل دیتے وقت پشت پاک پر دیکھا گیا
اک نشاں جسطرح سے مہر نبوت کا نگیں

ہاں مرے مولا تصدق اک نظر سوئے عزیز
آستاں پر دیر سے رکھے ہوئے ہے وہ جبیں

دلمیں یہ ضد ہے کہ راز اپنا کرونگا میں فاش
کیا معاذ اللہ نہیں ہیں آپ امام العارفیں

جو مقاصد جو مطالب ہیں مرے دلمیں نہاں
کیا عجب ان دفتر شاہی میں لکھے ہوں کہیں

ہاں مگر اب یاد دلوانا ہے اک شرط قبول
اسلیئے ہے خدمت عالی میں عرض کمتریں

حشر میں ہو اور فرزدق ساتھ اُٹھوں یا علیؑ
بازوے الیسری پہ ہو اور میں سوئے یمیں

ہو اُدھر ہذا الذی تعرف سے آغاز کلام
یہ قصیدہ ہو اُدھر ورد زباں ای شاہ دیں

سُنکے نظم بوفراس وزادہ طبع عزیز
گاہ احسنت آپ فرمائیں گہے صد آفریں

آفتابِ معاد

در اسرار منازل عشق و عاشقان الٰہی و تخلص بمدح حضرت زین العابدین ع و در آخر ترجمۂ قصیدۂ ابو فراس فرزدق

چلا ہوں دشت محبت کی سمت میں ناشاد
قدم قدم پہ صدا مرگ نو مبارک باد

وہ ہولناک یہ وادی ہے لے معاذ اللہ
سنائی کچھ نہیں دیتا جہاں بجز فریاد

عجیب رنگ ہے اس ہولناک جنگل کا
کہیں ہے دام کہیں ہے قفس کہیں صیاد

چلا ہی جاتا ہوں کچھ انتہا نہیں ملتی
ہر اِک قدم کی مسافت ہے طولِ ورِ معاد

قدم قدم پہ ہے لبریز میرا پیمانہ
کہ آبلوں کی تپک بڑھ گئی ہے حد سے زیاد

خدا ہی مجھ کو نظر آگیا وہ عالم ہے
نہ آدمی ہیں یہاں اور نہ کوئی آدم زاد

کہیں ملا جو کوئی زندہ دل شگفتہ مزاج
ہزار حیف کہ قسمت سے وہ بھی تھا جلاد

نظر بھی آئی تو کچھ جا بجا جلی ہوئی خاک
نگر اٹھا کے جو دیکھا تو تھا دل ناشاد

کہیں پڑے ہوئے ڈھانچے ستم رسیدوں کے — کھلا تھا دفترِ تشریح عالمِ اجساد

کہیں پہ ڈھیر تھے کچھ استخوان بوسیدہ — کہیں پہ منظرِ ویرانۂ عدم آباد

دیارِ حسن میں جنکے کہ دور دورے تھے — بنے ہیں عنصرِ خاک اب وہ خانماں برباد

ذبائے شوق جو چلنے میں ایک آندھی تھی — اُسکی خاک فلک کر رہا ہے اب برباد

دہن پہ عشق نے دی آج اُنکے مہر سکوت — جو پھونکتے تھے کبھی صورِ نالہ و فریاد

بجائے آب ہیں کچھ خونِ تازہ کے دریا — جہاز جسمیں رواں ہیں سوئے عدم آباد

شناورِ اُسکے بہت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں — مگر اُبھر نہیں سکتے کسی طرح ناشاد

قفسکل چاک گریباں کھلا ہے اک زنداں — جہاں چلے ہیں گرفتار ہوکے چند آزاد

صدا یہ ہے کہ قدم تک کسیکے زلف آئی — ہے تا بحشر اسیرانِ عشق کی میعاد

غرضکہ منزلیں ایسی ہزارہا دیکھیں — وفورِ غم سے پریشاں ہوا دلِ ناشاد

وہ دل جو پیرِ طریقت بنا تھا ساتھ میرے — وہ دل کہ جس سے ملا تھا افاضۂ امداد

لرز رہا ہے کچھ اسطرح دیکھ دیکھ کے حال — نہ زورِ نالہ و زاری نہ طاقتِ فریاد

یہی سزا دلِ ناعاقبت خیال کی ہے — کہ میں تو جلد اُن اور اُسکو کروں یہیں برباد

سُنی جو حضرتِ دل نے عزیز کی تقریر — جو شیلے لہجہ میں غصہ سے یہ کیا ارشاد

یہ دشت کیا۔ یہ منازل ہیں کیا۔ یہ دریا کیا — قسم ہے جذبِ محبت کی سب ہیں بے بنیاد

یہ امتحان فقط تھا تری طبیعت کا — ابھی جو چاہوں تو دم بھر میں سب ہے یہ برباد
تمام عمر وہاں میں نے خاک چھانی ہے — جہاں کی ذرہ سے کمتر ہے عالم ایجاد
مراد ذوق خلش راہ عشق میں پائی — کھٹک میں ہے سر ہر خار نشتر فصّاد
سمجھ کے کچھ تو ہوا ہوں اسیر دام بلا — وگرنہ چاہوں تو ہو جائے موم ابھی فولاد
بنا ہوں ہاتھ سے خود اپنے بیکس و مجبور — غرض ہے اس سے فقط آزمائش بیداد
نگاہ قوت اعجاز عشق پیدا کر — دکھاؤں کیا تجھے تاثیر نالہ و فریاد
تجھے خبر ہی نہیں راز اہل الفت کی — کہ زندہ رہتے ہیں کیونکر یہ خانماں برباد
گلے میں جسکے ہو طوق اور پانو میں زنجیر — وہی اسیر محبت ہے بندۂ آزاد
تمام عمر جو رویا ہو خون کے آنسو — ہو کربلائے محبت میں کچھ وہی دل ناشاد
وہی صحیح ہے دار الشفائے الفت میں — کہ جس مریض کی حالت پہ روئیں سب حسّاد
وہی علیل حقیقت میں سرخرو ہوگا — کہ جسکے رخ سے زر اندود ہو رخ جلّاد
دہک رہا ہو تپ غم سے جسکا جسم تمام — نفس سے جسکے ہو سرد آفتاب روز معاد
قسم ہے عرش خدا کی جو مجھسے اشبہ ہے — حجاب قدس ہلا دیتی ہے مری فریاد
قسم ہے کعبہ کی جو میرا نقش ثانی ہے — قسم خلیل کی ڈالی ہے جسنے یہ بنیاد
قریب ہے رگ گردن سے وہ بذات خدا — کہ جستجو میں ہے تو جسکی خانماں برباد

بشمع خلوت تاریکی شب ہجراں — ازل سے جو کہ ہی ہمراز عاشق ناشاد

بنارسائی تقدیر عاشق گیسو — بہ تیرہ بختیِ عشاق خانماں برباد

بگرد بالش رخسارۂ عرق آلود — بخواب نازِ حسینان خلّخ و نوشاد

بمستی نگہ ساقیان عہد شکن — بجوش نگاہی چشم تبان ظلم ایجاد

بحسرت نگہ وقت واپسین مریض — بجز نظارۂ دلبر نہیں ہے جسکی مراد

بگرم جوشی سودائیان فصل بہار — بسعی کاوش و تیزی نشتر فصّاد

بسادہ لوحی دلہاے طالبان وفا — بعشوہ نگہ پر جفا کرشمہ نژاد

بسوز سینۂ بیمار شام تنہائی — کہ ہے وفور حرارت سے کورۂ حداد

بجوش ابر بہاری نزہت گلشن — بتازہ کاری بلبل بقامت شمشاد

بدلفریبی بزم نگار خانہ چیں — بنقش خامہ گلکار مانی و بہزاد

بنامرادی شیریں بکوشش خسرو — بسرنگونی تیشہ بخجلت فرہاد

باہ و زاری ناقوس دیر و بتخانہ — کہ جنکی خلق میں سنتا نہیں کوئی فریاد

بدرسگاہ فلاطون عشق خانہ خراب — بمکتب غم نہاں بہ سیلی استاد

بجلوہ ریزی طور و باضطراب کلیم — بہ بے حواسی و ناکامی دل ناشاد

بشام کاکل مرغولۂ مہ کنعاں — کہ کحل دیدۂ اعمیٰ بنا ہے جسکا سواد

بہ نیل دیدہ بے نور حضرت یعقوب — کیا ہی محبس یوسف ز حبس اخذ مداد

بانبساط طلوع بیاض صبح قمیص — بخیر باد نگاہ بلاکش ناشاد

بہ منجنیق خلیل و بآتش نمرود — برہنمائے ہود و بموج صرصر عاد

بفقر و فاقہ اصحاب معرفت پیشہ — بکاسہ لیسی عشاق خانماں برباد

بعز حضرت سلماں بشوکت عمار — بزہد حضرت بوذر برتبہ مقداد

بصبر حضرت ایوبؑ وضبط ابراہیم — باشک ریزی آدم بحرمت اجداد

بشور و نعرہ مستانہ علی اللہ — باعتقاد نصیری بدولت اولاد

بارتفاع ید اللہ فوق ایدیہم — بزور بازوئے حیدر بقلعۂ فولاد

بنقش سجدہ لوح جبین ذو الثفنات — بعلم و زہد و عبادت سید سجاد

امام ہر دو سرا سرّ واجد و موجود — رئیس ملت و خیر جلیل عالم ایجاد

فقیہ آل محمد نجیبہ علم خدا — امین موہبت حق ذکی و خیر عباد

انھیں کی جدہ صدیقہ فاطمہ زہرا — ہوئے ہیں خلق جہاں میں امام مادر زاد

پڑھا تھا خطبہ سر منبر اس فصاحت سے — بنی تھی عالم تصویر بزم ابن زیاد

تو ہی تو علت غائی آفرینش ہے — سجی ہے تیرے لیے بزم عالم ایجاد

مدیح شاہ میں ہو نظم کوئی قول صحیح — وسیع یوں تو ہے معمورۂ خیال آباد

غزنیز نظم فرزدق کا ترجمہ کر نظم | کہ محفل ادبا میں رہے تری بھی یاد

ہشام زادہ عبد الملک بن مروان
چلا ہے حج کو جلو میں ہیں بندگان و عباد

کھڑا ہوا ہے بقصد طواف بیت اللہ | ہجوم حاجیوں کا مانع حصول مراد
کبھی غرور سے بہر نظارہ حجاج | فراز عرشہ منبر ہو جائے پست نہاد
کہ سامنے سے پئے استلام رکن حطیم | ہوا ظہور شہنشاہ عالم ایجاد

مطلع

فروغ دودہ ختمی مآب زین عباد | ابو الائمۃ الاطہار سید سجاد
ہے جیسے پوشش کعبہ سے زینت کعبہ | عبا ہے یوں ہیں سر دوش مفخر زہاد
خجل نہ کیوں حجر الاسود حرم ہو جائے | نشان سجدہ ہے تاباں کہ آفتاب معاد
نظر گئی سوئے محراب کعبہ ابرو | جھکے ادب سے وہ سب حاجیان نیک نہاد
شگفتہ ہوئی ہر صف چلے میرے مولا | معاندین پہ گردوں نے کی نئی بیداد
کہا ہشام سے اسوقت ایک شامی نے | یہ کون مرد مقدس ہے مفخر اجداد
خیال اسکو ہوا ۔ دل نہ اسکا مائل ہو | کروں بیان اگر اسکے فضل کی روداد
کہا کہ میں نہیں واقف ہوں اس سے ہوگا کوئی | کھٹک رہا تھا مگر دل میں خار بغض و عناد

یہ اتفاق کہ تھا اُس گروہ میں حاضر
ابو فراس فرزدق بھی نظم کا اُستاد

رگوں میں دوڑا جو خون حمیتِ اسلام
تو فی البدیہہ قصیدہ یہ اک کیا انشاد

کہا کہ پوچھ لے مجھ سے جو پوچھنا ہی تجھے
وہ جانے کیا کہ نہیں جسکے دین کی بنیاد

آغاز ترجمہ قصیدۂ فرزدق

یہ وہ ہے جسکے نشان قدم سے ہے آگاہ
زمین حلّ و حرم اور یہ بیت رب عباد

یہی تقی و نقی طاہر اور امیر القوم
یہی جہاں میں ہے فرزند بہترین عباد

بوقت دید یہ کہتے ہیں سب قریش اُسے
کہ منتہی ہیں اسی پر مکارم و امجاد

رسا ہے کون بھلا اسکے اوج عزّت تک
عرب ہو یا کہ عجم کس میں ہے یہ استعداد

جب آتے ہیں یہ پئے استلام رکن حطیم
تو ہاتھ چومنے آجاتا ہے قریب جماد

لئے ہے ہاتھ میں اک چوب خیزران وہ جواں
بلند بینی و خوش صوت و بزرگ نہاد

نگہ حیا سے نہ واں اُٹھتی ہے نہ رعب سے یاں
کرتے تبسّم اگر کچھ تو آئے دل کی مراد

زوال کفر ہوا یوں رخ منوّر سے
کہ جیسے مہر کی اشراق سے فنا ہو سواد

یہ وہ ہے جسکے جد افضل ہیں سب نبیوں سے
اور اُمت اسکی شرف میں سب اُمتوں سے زیاد

اسی کی ذات ہے اک فرع دوحۂ نبوی
زہے عناصر و اخلاط طبع نیک نہاد

یہ ابن فاطمہ زہرا ہے جان لے اسکو
اسی کی جد ہیں نبیوں میں آخر الافراد

کیا خدا نے بزرگ اسکو بدو فطرت سے
قلم سے لوح پہ لکھی شرف پئے اسناد

خفیف تھا اسد اور مرگ کی سختی
جب اسکو غیظ دلائے کوئی دم بیداد

ضرر نہیں ہے اگر تو نہ اسکو پہچانے
عرب سے لیکے عجم تک سب اسکے ہیں منقاد

فنا و فور سخاوت سے ہو گیا افلاس
ہے اسکا دست کرم دادرس دم فریاد

یہ حسن خلق و شیم سے ہوا مزین وہ
متاع خوف بھی غصہ سے ہو گئی برباد

نہ بار قرض سے کیونکر وہ دے سبکدوشی
شمائل اسکے ہیں شیریں وہ ہے کریم نہاد

زباں پہ لا بھی نہ آیا مگر تشہد میں
نعم تھا وہ بھی نہوتا جو حکم رب عباد

براہ جادہ اقبال رہبر دانا
خلاف عذر کرے کیوں کہ وہ ہے پاک نہاد

رہی نہ خلق میں اب نام کو بھی ناداری
ترے کرم نے دیا سب کو اتنا نقد مراد

پئے نجات ہے قرب اسکا ایک دست آویز
ولایت اسکی ہے اسلام کفر اسکا عناد

محیط دہر میں جز ذات اقدس اعلیٰ
ہے کون امام تقی اور کون خیر عباد

نہ پہونچا اسکے کرم تک کوئی کریم القوم
نہ پہونچا اسکی سخا تک کوئی سخی و جواد

دم جدل ہے اسد راہ کوہ سلمیٰ کا
زمان قحط میں باراں ہے وہ سخی و راد

نہیں ہے عسر ترا مانع فراخی دست
کہ ایک حال پہ دونوں ہیں یاں نہ کم نہ زیاد

ہر اک سخن میں ہوا ذکر تیرا حسنِ ختام
تقدم اُسکو ہوا بعد ذکر رب عباد

قدم پھسلتے ہیں آتے ہوئے نکوہش کے
یہ ہو رہی ہے ترے در پہ بارش کف راد

جہاں میں جتنے ہیں مخلوق اُسکے بندے ہیں
زبسکہ سب سے مقدم ہے ذات نیک نہاد

خداشناس ہے جو آپ کا شناسا ہے
پڑی ہے آپ ہی کے گھر سے دین کی بُنیاد

غرض ہے تا بکجا طول نظم بس خاموش
کیا ہے روح فرزدق کو خوب تو نے شاد

صلے میں اُس نے تو بارہ ہزار پائے درم
ملے مجھے بھی شہا تیرے در سے نقد مُراد

۱۵۔ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

کاشفُ الحقائق

در مدح امام جعفر صادق علیہ السّلام

صبح صادق ذر کھا سر پہ سنہرا جب تاج
گل ہوا چرخ کے ایوان منبّت کا سراج

کون لیجائیگا اس نور سے بازی دیکھیں
تختہ چرخ پہ ہے مہر کا مُہرہ عاج

اطلس چرخ زبرجد کا جو طاقہ دیکھا
دم بخود ہو گئے دنیا کے پرانے نسّاج

یوں کھنچی ہے دل دُنیا میں ضیائے خورشید
جیسے مشکوٰۃ کو گھیرے ہوئے قندیل زجاج

جذبۂ شوق بڑھاتے ہیں دل عارف میں
نور وحدت کی ہر اک سو متلاطم امواج

پنبۂ صبح سے انجم کے چنے سب دانے
قوس گردوں نے کیا کار کمان حلّاج

جھومتی آتی ہے مستانہ نسیم سحری
کیوں نہ ہو معتدل اب نسخۂ ترکیب مزاج

گر نہ کرتا نفس صبح مسیحا نفسی
سخت دشوار تھا بیمار محبت کا علاج

عشق صادق ہے مگر شرط نہیں یہ جسمیں
ہو گی اُسکے لیے یہ صبح مسرت شب داج

صادق آل محمدؐ وہ امام سادس
زیب سر جسکے امامت کا ہے موروثی تاج

ہے یہ مولود جگر بند محمد باقرؑ | خانۂ ہستی بدعت کو کرے گا تاراج
ہے یہ مخدوم جگر گوشۂ ام فروہ | اسکے خدام کا ہی ملک شریعت میں رواج
آگیا فلسفہ شرع کا فرزانہ حکیم | اہل باطل کی قیاسات ہیں باطل سب آج
زہد وہ زہد ملائک کو تحیر جسپر | فقر وہ فقر کہ نعمت ہی فقط ما یحتاج
آنکھ وہ آنکھ ہے بیمار ہو جو اُسکے لیئے | دل وہ دل ہی جو ہو اُس تیر نظر کا آماج
وہ محقق کہ حقائق پہ نظر جس کی بسیط | ذات سے جسکی ہو اعلم نبوت کا رواج

مطلع

کیوں نہو آج مدینے کی زمیں کو معراج | ہوگا تابندہ پہ چھٹے برج امامت کا سراج
ہے چھ پشتوں سے جہاں میں جو سخی ابن سخی | عہد میں اُسکے سخاوت تھی اُسیکی محتاج
سو مسیحا ہوں تو ممکن نہیں اُسکا احیا | طائر روح کو دے جسکے یہ حکم اخراج
قلزم علم الٰہی ہے کنارا جس کا | ہے یہی نسل محمدؐ میں وہ بحر مواج
کیوں نہو کشتی طوفاں زدہ قصر منصور | لب ہلادے تو بدل جائے زمانیکا مزاج
حرکت میں نہ تغیّر ہو زمانے کی کبھی | نبض دنیا کو جو دیکھے یہ پئے استمزاج
اسم اعظم کی تلاوت جو کرے گا یہ کبھی | ہونگے ساکن ابھی بہتے ہوئے بحر مواج
عشق صادق جو نہیں دل میں تو ہی لا حاصل | سعی بے سود ہے کعبہ میں طواف حجاج

حمیری عہد میں ہوں ناصرآیت کے عزیز
کیوں نہ لے نظم میری جا کے نظامی سے خراج
۱۳۳۱ھ

سرّ معرفت

در مدیح بلد الامین امام منتظر ع

سمیٹا روز بزم افروز نے جب اپنے داماں کو — کواکب کے چراغوں نے کیا روشن شبستاں کو

گئے فرقت کے دن جو تھے برابر روز محشر کے — شب آئی لو مبارک طالبان وصل جاناں کو

وہ شب جو روکش رخسار لیلیٰ انکو مانتے ہیں — وہ شب ہے رشک جسپر سرمۂ چشم غزالاں کو

وہ شب جسکی سیاہی میں قیامت کی ملاحت ہے — سواد مشک ہے زخم دل بیمار ہجراں کو

وہ شب جسکی سیاہی ناگن ایسی لہریں لیتی ہے — نہیں لاتی جو خطرے میں سواد زلف پیچاں کو

وہ شب جسکی سیاہی پردہ پوش کوچہ گرداں ہے — وہ شب جسمیں نظر آتا نہیں ہے کوئی درباں کو

وہ شب جسکی سیاہی دیکھ کر گھبرا گئے عاشق — جلایا شام ہوتے ہی چراغ داغ سوزاں کو

وہ شب جو نرگس مخمور میں کاجل لگاتی ہے
گل سوسن بنا کر شعلہ شمع شبستاں کو

وہ شب جسمیں سیاہی بخت عاشق سی زیادہ ہی
وہ شب چھاتا ہے جسنے کوچہ زلف پریشاں کو

وہ شب جسکی سیاہی موجزن ہی بحر عالم میں
کرے جو غرق مایوسی دل محبوس زنداں کو

وہ شب ہیبت سے جس کی راستہ چلتا نہیں کوئی
مبارک ہمنشینی ساکنان کوئے جاناں کو

وہ شب جسکی سیاہی دیکھ کر وہ رعب چھایا ہی
صدا دیتے ہوئے خوف آ رہا ہی ہر نگہباں کو

وہ شب جو طول میں گیسوے تشنگوں کے برابر ہی
وہ شب جس سے ہی پیچ و تاب ہر اک رشتہ جاں کو

وہ شب جسمیں کہ اکثر نالہ دستگیر عاشق تک
پلٹ آتے ہیں چھو کر گنبد گردون گرداں کو

وہ شب جسکی ہوائیں کس بلا کی وحشت آگیں ہیں
..بجھا دیتی ہیں بڑھ کر مشعل غول بیاباں کو

وہ شب جسکے تصور سے سحر تاریک ہو جائے
کرے بے نور جو آئینہ ہاے بزم جاناں کو

وہ شب ہمراز شانہ ہے جو وقت زینت گیسو
وہ شب جس سی کہ دلجمعی ہوئی زلف پریشاں کو

وہ شب جسکی سیاہی کہہ رہی ہی جلنے والوں سے
جلا دے کوئی شمع کشتہ گور غریباں کو

زلیخا کی نگاہوں میں جہاں تاریک تھا جس سی
وہ شب تاریک تر جسنے کیا یوسف کے زنداں کو

وہ تاریکی ہوا جسمیں یہ سودا جاں نثاروں کو
کہ نذر دامن شب کر دیا اپنے گریباں کو

بہت گھبرا رہے تھے سب یہ عالم دیکھ کر ناگہ
دکھایا چرخ نے آئینہ صبح درخشاں کو

وہ خورشید امامت ملک مغرب میں ہوا طالع
بنایا مشرقستاں جسنے قلب اہل عرفاں کو

غزلخواں اب پڑھ دو وہ مطلع کہ سب اہل محفل میں
ہلا دیں نعرۂ صل علیٰ سے عرش یزداں کو

مطلع

خبر دو شاہ کے میلاد کی موسیٰ عمراں کو
مبارک جلوۂ نور خدا ہو اہل عرفاں کو

نگاہ دیدۂ نرجس شہنشاہ زمن مہدیؑ
کہ جس کے نور نے روشن کیا ہے بزم امکاں کو

وہ خسرو جسکا سر شایان دیہیم امامت ہے
وہ خسرو جس نے اکلیل حشم بخشا سلیماں کو

وہ شاہنشاہ جو ہے باجگیر مسند آرایاں
وہ شاہنشاہ جسنے سلطنت دی ماہ کنعاں کو

تعالے اللہ اب وہ آفتاب دیں ہوا طالع
منور کردیا جس نے قلوب اہل ایماں کو

انھیں کی جد کی الفت اس دل نالاں میں رہتی ہے
کیا آباد تیر حق سے میں نے اس نیستاں کو

زمیں پر ذرّے گردوں پر ستارے پھر نہوں پاشاں
جو دیں فرمان جمعیّت یہ اجزائے پریشاں کو

در جنّت پہ مجھ کو روک لے یہ کس میں طاقت ہے
خریدا ہے زر الفت سے میں نے باغ رضواں کو

لگائے سرمہ آنکھوں میں اگر خاک در شہ سے
گنے اعمیٰ ابھی سب قطرہ ہائے آب باراں کو

اگر دریا دلی سے زور بخشیں یہ ضعیفوں کو
حباب بحر ابھی آنکھیں دکھائیں موج طوفاں کو

یہ اپنے مہر سے گر فوق دیں ادنیٰ کو اعلےٰ پر
ہر اک ذرہ چھپادے اُٹھکے خورشید درخشاں کو

زبان دل میں گویائی ہو پیدا حال کہنے کو
چھپائے گر کوئی حضرت سے اپنے راز پنہاں کو

اگر قوت یہ بخشیں زور بخشی میں ضعیفوں کو
اُلٹ دے بڑھ کے مور ناتواں تخت سلیماں کو

مریضان محبت ان کے کیا جویائے درماں ہوں / شفا کا درس خود دیتے ہیں جو عیسیٰ دوراں کو

ظہور نور حق کے منتظر کچھ دن ہیں دل سے / جو بھرے ہے شوق دیدار تجلی ابن عمراں کو

گواہی ایک طفل بے زباں سے شہ نے دلوا کر / بچایا داغ سے الزام کے یوسف کے داماں کو

دکھائے بحر فیض شاہ جزر و مد اگر اپنا / زمیں کے گرد اٹھ کر گھیر لے گردون گرداں کو

یہی ہے مصلحت غیبت کی یہ ظاہر اگر ہوتے / خدا کہتے نصیری کی طرح سب شاہ دوراں کو

نہ ہوتی جامۂ یوسف میں شامل گر شمیم انکی / قیامت تک نہ ملتا نور چشم پیر کنعاں کو

وہ خورشید امامت اب ہوا طالع زمانے میں / کیا جسنے فروغ رخ سے کامل ماہ شعباں کو

سیاہی کفر کی زائل ہوئی یوں نور حضرت سے / اڑائے جسطرح خورشید تاباں شبنمستاں کو

زہے اعجاز غیبت میں بھی وہ نائب کیا ظاہر / کہ جس سے فیض پہونچے خلق میں ارباب عرفاں کو

نبی آل اسرائیل کے ہمپایہ وہ عالم / بلندی دی ہے جس نے آسمان دین ایماں کو

جناب مولوی ناصر حسین مجتہد جس نے / سنوارا شاہد اسلام کی زلف پریشاں کو

قلم روکو عنبر اب دیر سے آواز آتی ہے / کہ بھر لے گوہر مقصود سے تو اپنے داماں کو

مدد اے شوق لیجل وادی مدحت سے اب مجھ کو / دکھا آئینۂ رخسار حضرت چشم حیراں کو

فنا فی العشق دل ہو المدد اے جذبہ الفت
ضرورت نا خدا کی ہے غریق بحر عصیاں کو

گلِ رجب

حالاتِ ولادتِ امامِ عصر عجّل اللہ ظہورہ

منتظر کب تک رہیں گے شاکی بداختری
اے حجابِ آرا کہاں تک یہ حجابِ دلبری

بے نیازی پر تری کافی ہو اک حجت یہی
میرا شوق بے نہایت اور یہ غیبت تری

انتظارِ وعدۂ فردا کی آخر حد بھی ہے
دے چکی مجکو جواب اب ہمت و طاقت مری

فائدہ دینگے بھلا کیا یہ حجاب اندر حجاب
کیا چھپائے سے کبھی چھپتی ہے شانِ دلبری

تو نگاہ شوق کی تاثیر سے واقف نہیں
ڈھونڈھ ہی لینگی تجھے قسمت نے کی گر یاوری

تو شبِ فرقت سے میری مطمئن ہو تو سہی
سرمہ آنکھوں میں لگائے میری تیز اختری

تھی امید وعدۂ فردا شغلِ زندگی
عمر بھر گنتا رہا ساعات روزِ محشری

زخم دامندارِ دل ہے پردۂ تصویرِ یار
دیکھنا تیر نگاہِ ناز کی صورت گری

پہلے ہی سمجھے تھے ہم اندازِ غیبت کو ترے
کس قیامت کی تری آنکھوں میں تھی شوخی بھری

پردۂ تصویر ہیں ساتوں حجابِ چشمِ شوق
ہر طرف مجکو نظر آتی ہے شکلِ دلبری

دیکھتا ہوں غور سے سرداب دل کی طرف
یاد جب آتی ہے مجکو چاہ میں صوت تری

دل میں جو تصویر تھی وہ آج ہے پیش نظر
دیکھئے مشق خیال یار کی صورت گری

اسقدر رویا ہوں فرقت میں بذوق جستجو
بحر ابیض ہو گئی ہے میری آنکھوں کی تری

وہ جزیرہ دل کی بستی میں نظر آیا مجھے
تھا فضا میں جو کہ رشک سرزمین بربری

دل کی یہ ضد ہے کہ ہو تعیین ہنگام ظہور
ہوں معاذ اللہ شریک علم غیب داوری

منتقم تجھ کو سمجھ کر ہوں عدو سے مطمئن
ورنہ بزم عشق میں مجھ سے کرے وہ ہمسری

شغل بیکاری مبارک اے جنون انتظار
اسکی دلچسپی کا ساماں ہے مری جامہ دری

نامہ لکھکر اسلئے ڈالا ہے بحر شوق میں
گریۂ فرقت سے تا ظاہر ہو کچھ حالت مری

میں نے یہ مانا کہ تم لکھو گے کس کس کا جواب
یہ تغافل بھی نہیں شایان بندہ پروری

خط شوق اسواسطے ملفوف مٹی میں کیا
تا عیاں ہو فاضل طینت سے ہے خلقت مری

چھپنے والے کون ہے راز آشنائے معرفت
کیا سمجھ سکتا ہے کوئی علت غیبت تری

عالم زر میں ترا سکہ تھا اے والا گہر
ہم جبھی سے ترے اس بازار میں تھے جوہری

اک رقیبانہ شکایت ہے زمین سامرہ
کیا ترا ہی دل تھا اس قابل کہ ہو جلوہ گری

اور کچھ کرتے ہیں شک دلمیں مشکک دہر کے
ختم بھی ہوگا کسی دن یہ حجاب دلبری

کیا تعجب اسمیں منکر ہوں جو تیری ذات کے
جب جہاں میں کرتے ہیں انکار ذات داوری

ہی طلسم وہم میں تیرے سبب اک گروہ
چھپنے والے کچھ تو بتلا مصلحت کیا ہی تری

تیری ہستی بھی ہی اُن آیات قرآں کی طرح
ہوں معانی جسکے پوشیدہ بچشم ظاہری

دہر میں جب تک ہے تکلیف الٰہی کا نفاذ
تیرا ہونا عین حکمت ہی بحکم داوری

ہے مسبب عالم اسباب اور تو ہی سبب
آرزوے قلب فطرت دہر میں خلقت تری

کوئی مر جائے اگر اور تجکو پہچانے نہ وہ
ہے وہ موت جاہلیت عین موت کافری

تو ہی ہے وہ نقطۂ پرکار نقاش ازل
منتہی جسپر جہاں میں دور چرخ چنبری

طول استمرار تیرا شک دلاتا ہے جنھیں
دیکھ لیں تفسیر آیاتِ کلام داوری

کی تھی کچھ پیشین گوئی جد اعلیٰ نے ترے
تیری ہستی بھی ہی گویا معجز پیغمبری

مان لیں جب ہم بقائے خضر و الیاس و مسیح
پھر تری ہستی بھی ثابت کرتی ہی دانشوری

جس کسیکو شک ہو میرا اسکی جانب ہے خطاب
جا ہی اپنے وقت کا سعدی ہو یا ہو انوری

ہاتھ رکھ کر خامس آل عبا کے دوش پر
دیکھ پیغمبر نے فرمایا تھا کیا او خیبری

بو الائمہ ہے یہی قائم ہے اسکی نسل سے
ہے بقا اسکی مسلم تا بروز محشری

عدل سے بھر دے گا وہ معمورۂ آفاق کو
اُس سے ظاہر ہوگی تفسیر عدالت گستری

جوش سودا دور کردے گا دماغ کفر سے
قلب ایماں میں بڑھائیگا وہ نور داوری

یہ خبر سنکر سلاطین ستم کو خوف تھا
تھے اترے جسکے زندانمیں نقی و عسکری

لیتے رہتے تھے وہ اس پیشینگوئی کی خبر
تھے ہمیشہ ساعی اطفائے نور داوری

مصلحت پوشیدگی حمل و غیبت کی یہ ہے
سُن لے اے منکر بجھ میں آئیں کچھ باتیں مری

وجہ غیبت کی کچھ آئی اب تو تیرے ذہن میں
یا نہ آئے گا اور کچھ اے دشمن دانشوری

چھوڑ دے تقلید تسویلات شیطانی کو اب
یاد کر پوشیدگی موسیٰ کی بہر جانبری

ایک عرصہ تک خلیل اللہ بھی مخفی رہے
حکم ان کی قوم پر چھوڑی بحسب ظاہری

کینہ کفار مکہ سے بخوف و بیم قتل
یاد کر لے واقعات غیبت پیغمبری

دائمی ہو گا مسبب جب سبب ہو دائمی
مستمر ہے اس جہت سے یہ غیاب سروری

کب تلک اے کافر یہ اخفای حقوق اہلبیتؑ
تا بکے تکذیب قول و معجز پیغمبری

کیا اثر دیگی ہوائے دامن بغض و عناد
بجھ نہیں سکتا بجھائے سے چراغ داوری

سفسطہ وہ بھی ترا برہان عقلی سے ہے رد
گر خیال عمر کچھ پیدا کرے تو منکری

یاد کر لے عمر حضرت نوح و لقمان ابن عاد
ہے یہ طول عمر ان کی دلیل ظاہری

اسمیں استبعاد عقلی کیا ہے اے ایمان فروش
حصر قدرت کیا وہیں تک تھا سمجھ تو اک ذری

حجت حق سے نہیں رہتا ہے خالی کوئی عصر
تا نہ نظم عالم ایماں ہیں ہو کچھ ابتری

یہ دلائل تھے فقط تجھ ایسے منکر کے لئے
ورنہ انسان کیا سمجھ سکتا ہے فرد اوری

عقل آرائی سے ہرگز وا نہو گا یہ طلسم
راز باری پر چلے کیا ذہن کی افسونگری

جبکہ اپنے نفس کے ادراک میں قاصر ہی تو
کیا سمجھ سکتا ہی اے ناداں رموز داوری

جب لکھیں لا تسئلوا اور باب غیبت خود خصوص
ہے جواب نامہ اسحاق سے تسکیں مری

چھوڑ اس وادی کو اے کلک سریع السیر نظم
مرحبا کی خوب تو نے نصرتِ پیغمبری

خون پانی ہو گیا اس فکر میں تیرا عزیز
پی لے خمخانہ سے جا کر کوئی جام احمری

مطلع

نیمۂ شعباں ہے ساقی پھر بھی یہ غفلت تری
لا کنار بحر اخضر کشتی صہبا مری

نشہ کی دھن میں مجھے سوجھی ہی ساقی سیر کی
لیچل ایسے ناحیہ میں ہو جہاں فرحت فزی

ہی شب آدینہ بھی رُتنے سی بھی تھا ساقیا
لے تو اب ای سرخوش صہبای جام حیدری

دے وہ شی جس سے حکیمہ نے کیا افطار صوم
دے وہ مے جسنے بڑھائی قلب کی روشنگری

رتجگا ہی میکدے میں ہوش افزا جام دے
جاگنا ہی رات بھر اور نیند آنکھوں میں بھری

لے سناتا ہوں تجھے اک مطلع پر نور میں
چشم نرجس کا تصدق مست کر دینا ذری

مطلع

آنکھ کھولی منتظر نے بہر شوق رہبری
خواب نرجس کی ملی تعبیر امام عسکری

یہ بشارت دے بشیر ابن سلیماں کو کوئی
لے مبارک ہو سوارت ہو گئی محنت تری

جانب بغداد ہاں لیکر گیا تھا تو جو خط
کھلگیا وہ آج راز مخفی نامہ ای

دے کے خط وہ تیرا کہنا یاد آتا ہے بشیر ہو جو تم راضی تو میں ہونگا وکیل مشتری

دیکھ کر بیتاب ہونا وہ کسی کا خط شوق دل میں جذب آنکھوں میں وہ دیدار کی حسرت بھری

سرگزشت انکی تجھے تو یاد ہی ہوگی بشیر واقعات انکے ہیں اکثر معجز پیغمبری

کیوں نہ گر پڑتیں صلیبیں اور وہ تخت زرنگار بطن میں تاباں تھے جب انوار ابن عسکری

وہ ملیکہ تھیں جو دختر بادشاہ روم کی آج امام عصر پر ہے اُنکا حق مادری

آپ نے جو نرجس خاتوں بشارت پائی تھی کی اُسی نے آپکی آغوش میں جلوہ گری

مادر موسیٰ کی صورت حمل بھی مخفی رہا تا ولادت، جو رہا دنیا میں راز داوری

جب جناب اقدس علیا حکیمہ سے کہا ہوگا ظاہر آج زیب مسند پیغمبری

دیکھتی تھیں چشم نرجس کو بحیرت بار بار حمل کے آثار چہرے پر تھے کچھ ظاہری

سو رہی تھیں بستر راحت پہ نرجس چین سے تھی بسان شرم و عفت نیند آنکھوں میں بھری

رات ساری حیرت آباد تمنا میں کٹی صبح کاذب نے دکھائی ناگہاں روشنگری

اُس طرف طالع ہوا حسن مہ کنعاں صبح یہ اُدھر اُٹھیں پئے تصدیق قول عسکری

یو محمد نے صدا دی اے پھوپھی ہشیار ہو اب وہ وقت آیا ہے دیکھو صنع کلک داوری

چہرۂ نرجس ہوا آئینۂ زار اضطراب وضع کے آثار نے عارض پہ کی صورتگری

سورۂ قدر اور اسم اعظم پروردگار دم کئے اُن پر بفرمان امام عسکری

ادلا کی بطن مادر میں تلاوت ساتھ ساتھ
اے زہے معجز نمائی و فصاحت گستری

پھر کیا اعجاز فطرت نے حکیمہ پر سلام
ہوگئی حیرت انھیں دیکھی جو یہ دانشوری

تھیں اسی حیرت کدہ میں محو اسرار خدا
دیکھتی تھیں نیر اعجاز کی روشنگری

ناگہاں آنکھوں سے انکی ہوگئیں نرجس نہاں
آئیں بیتابانہ یہ پیش امام عسکری

پاکے اُن کو مضطرب یہ بو محمد نے کہا
ہے اسی حجرے میں نرجس دیکھیے جا کر ذری

خیرگی پیدا ہوئی آنکھوں میں واپس آتے ہی
سر سے پا تک تھی حجاب نور میں نرجس گھری

گود میں مہ پارۂ نور امامت کو لئے
چشم دل محو کمال حُسن صنع داوری

نرجس خاتون ترے آغوش میں وہ گل کھلا
جس کی نکہت سے معطر ہے مشام حیدری

مصحف ناطق کا جس پارے پہ ہوگا اختتام
ہے یہ قرآن امامت کا وہ جزو آخری

اصل میں بارہ اماموں کی زیارت ہوگئی
ختم قرآں ہوگیا جب دیکھ لی صورت تری

کل صحیفے انبیا کے ہیں زبان پاک پر
کیوں نہو ہے وارث میراث علم حیدری

مولد جد کیطرف رُخ سجدہ خالق میں سر
اور انگشت شہادت سوئے چرخ چنبری

قول اَللّٰھُمَّ انجز لی زبان پاک پر
بحر دل میں موجزن جوش عدالت گستری

یوں منقش نقش جاء الحق ہو دست راست پر
جس سے ظاہر خامۂ نقاش کی صنعتگری

اب حکیمہ حسب فرمان طلب مولود کو
لائیں پھر زیب آغوش امام عسکری

مثل حیدر ابر رحمت سر پہ ظلِ اللہ کے
سایۂ شہپر کیے کچھ طائران اخضری

اِن کو اُس طائر کے آغوش حفاظت میں دیا
عرش پر ہے جو امین رازِ وحیِ داوری

جسنے موسیٰ کو رکھا تھا اپنے مہد حفظ میں
آج اُسی رُوح القدس کی بخت نے کی یاوری

اشک بھر آئے کسی کی نرگسی آنکھوں میں جب
کی رددناہ الیٰ امہ سے تسکیں گستری

مطلع

انتظارِ شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں مری
کیجئے جلدی ظہور ابن امام عسکری

ہو بلند آوازۂ ہذا امیر المومنیں
گونج اُٹھے جس صدا سے گنبد نیلوفری

سُن لیں ہم بھی صیحۂ جبریل اپنے کان سے
قائم آل محمد صلعم کی کرو فرمانبری

لشکر عثمان سفیانی ہو پیر طعم زمیں
جائے سوئے شام تیری فوج ابن عسکری

تیغ کے قبضے پہ ہوں شاہا ترے شیعوں کے ہاتھ
کفر کی بستی پہ ہوں آمادہ غارتگری

جنکی قسمت میں ہے تیغ آسمانی پائیں وہ
ہو یمانی کا یمن سے اب خروج ظاہری

دیکھ لیں چہرہ بھی تیرا جو ہے تصویر شباب
جسم بھی جو مظہر آثار پیرانہ سری

یا الٰہی خود بخود ہو جائے بیرون نیام
دم بخود مدت سے ہوگی ذوالفقار حیدری

دیدۂ جوہر بنے اک چشمۂ خوناب کفر
باڑھ ہو اس کی صراط مستقیم رہبری

دے صدا لے یا ولی اللہ اقتل جوش میں
پرچم رایت ترا پر کھول کر مثل پری

خود بخود دھُلکر بھرے زخمِ قلبِ کفر پر — دے ہوائے فرحت افزائے عدالت گستری

درسِ حدت دے رہا ہو ہاتھ میں تیرے علم — رمزِ قرآنی سکھاتی ہو ادھر صوت تری

اک علم سے آیۂ یوفون بالنذر آشکار — جیسے میرے دل پہ ہے نقشِ ولائے حیدری

دوسرے پر آیۂ الیوم اکملت لکم — تیسرے پر کلمۂ توحیدِ ذاتِ داوری

اک طرف روح القدس ہوں حاملِ لوا اک طرف — ہم مشیر و لشکر کے ہوں سب شیعیانِ حیدری

مالکِ اشتر ادھر سلمان و مقداد اس طرف — ہو شکوہِ یوشع ابن نون و جاہِ بوذری

نقشِ رعبِ اقتلوھم دلنشینِ کفر ہو — اور پڑ جائے دلوں میں کافروں کے تھرتھری

صفحۂ ہستی سے نقشِ اختلافاتِ ملل — اب مٹا لے ناسخِ ادیان بزورِ حیدری

تیری بیعت کو چلا قبل از طلوعِ آفتاب — رشک ہے دیکھے نہ طلعت تیری شاہِ خاوری

میں ابھی سے کعبہ میں ہوں طائفِ رکن و مقام — لے یدِ بیضا پہ بیعت اے امینِ داوری

سنگِ اسود تو بنے کعبہ میں تیرا تکیہ گاہ — دید سے محروم ہم ہوں وائے تیرہ اختری

قوم ہر اک اسکی صحت کا کرے اقرار خود — کل صحیفے انبیا کی یوں زباں پر ہوں تری

جسم پر تیرے زرہ ہو جعفرِ طیار کی — زینت افزائے کمر ہو ذوالفقارِ حیدری

دستِ اقدس میں ترے ہو وہ عصائے موسوی — اک دھمک سے جسکی ہو پروازِ روحِ سامری

آگ لگ جائے ہر اک بیت الصنم میں اے خدا — گر پڑے سجدہ میں گر کے ہبل خدائے آذری

یا الٰہی بیٹھ جائے اب گلا ناقوس کا
ناگوار سمع ہے یہ زور و شور کافری

لیجئے ہاں میرے مولا اب بتوں سے انتقام
دشمن ایماں تھا بیشک ان کا ناز دلبری

جو برہمن رفت و روب دیر میں سرگرم ہیں
سنگ کعبہ پر ہو پیشانی انھیں کی اب دھری

نقش قشقہ سے عیاں ہوجائے حرف لا کی شکل
ہر جبین پر ثبت گویا نیستی کافری

خون بدعت کا رگ زنار سے بہہ جائے سب
دے نگاہ ناز کو اب حکم کار نشتری

لالہ زار دین تو سینچے گا خون کفر سے
قبضۂ قدرت میں تیرے ہو گی موت احمری

شہر کوفہ اب بنے اے شاہ تیرا پایۂ تخت
ہر طرف جاری ہو منشور عدالت گستری

مسجد سہلہ بھی ہو آباد بیت المال سے
قسمت مال غنیمت ہو بطرز حیدری

اب شبستان نجف کو کیجئے خلوت سرا
ہو ادا اس بزم میں راز و نیاز داوری

آرزوے مسجد کوفہ بھی بر آئے شہا
کیجئے رائج وہاں احکام دین جعفری

حضرت عیسیٰ کے دلمیں اقتدا کا شوق ہے
اب مصلّے پر شہ دیں کیجئے جلوہ گری

آکے پھر دربار عالی میں عزیز نکتہ سنج
لے بقدر حوصلہ انعام مدحت گستری

مہدویّہ

در تغزّل و تخلّص بمدح امام ثانی عشر صاحب العصر و الزمن ابو القاسم محمد ابن الحسن سلام اللہ علیہم

بہت بیتاب ہیں پردے میں پنہاں دیکھنے والے
نکل آ دیکھ لیں تجھ کو مری جاں دیکھنے والے

کہاں تک منتیں مانو گے زلفوں کی درازی کی
مرے جاتے ہیں طول شام ہجراں دیکھنے والے

سمجھتے ہیں محل غیبت اپنا از رہ شوخی
وہ گہرا سا کسی کا زخم پنہاں دیکھنے والے

میرے آنسو کا ہر قطرہ ہی خاکہ بحر ابیض کا
ہنسے دیتے ہیں مجھکو آج گریاں دیکھنے والے

نہیں جب دیکھنے پاتے ہیں سبز تک جزیرہ کا
تو پھر کیا زہر کھالیں شام ہجراں دیکھنے والے

ذرا ہم بھی تو دیکھیں رنگ چہرہ کا ہے اب کیسا
ادھر بھی اک نظر اے روئے جاناں دیکھنے والے

ادا سے کھینچنے بیٹھے ہیں اب ٹوٹے ہوئے نشتر
نگاہ روح پرور سے رگ جاں دیکھنے والے

نہیں ہے مصر کے بازار میں دلکش کوئی منظر
پلٹ آ اے جمال ماہ کنعاں دیکھنے والے

چنی ماتھے پہ افشاں ہوشوں ذرّہ شب ہیں ۔۔۔ سویرے سے چلی سیر چراغاں دیکھنے والے

پھرے رستے میں ٹھکراتے ہوئے پائے حنائی کر ۔۔۔ چراغ مردہ گور غریباں دیکھنے والے

نمک پر وہ ذوق خلش بیٹھے ہیں محفل میں ۔۔۔ بہت بے چین ہیں خالی نمکداں دیکھنے والے

غلط انداز نظریں ہیں نشانہ اڑ گیا کب کا ۔۔۔ وہ دل ہی اب نہیں ہے اپنا پیکاں دیکھنے والے

چھپایا تو لاکھ پردہ دل میں مگر یہ بھی کھلا تجھ پر ۔۔۔ تجھے دیکھا کیے تا حد امکاں دیکھنے والے

لڑا میں پہلے آنکھیں مدتوں خورشید محشر سے ۔۔۔ بڑے آئے ہیں داغ قلب سوزاں دیکھنے والے

پھٹا جاتا ہے دل آخر بتا اب کیا ارادہ ہے ۔۔۔ ہرا چاک گریباں اپنا داماں دیکھنے والے

سحر طالع ہوئی چمکا ستارہ صبح دولت کا ۔۔۔ اٹھا لے تاریکی شب ہائے ہجراں دیکھنے والے

اٹھے ہیں نیند سے زلفوں کو سلجھاتے ہوئے اپنی ۔۔۔ پریشاں ہو گئے خواب پریشاں دیکھنے والے

ہوائے صبح سے پڑ گئی ہونٹوں کی سبب سرخی ۔۔۔ اٹھے نیرنگی خون شہیداں دیکھنے والے

اٹھے پچھلے پہر سے حال لکھنے درد فرقت کا ۔۔۔ لب دریا فروغ ماہ شعباں دیکھنے والے

جہاز مہر عالمتاب پہونچا بحر ابیض تک ۔۔۔ اٹھے آنکھوں کو ملتے روئے جاناں دیکھنے والے

قمیص یوسف خورشید لائے صبح ہوتے ہی ۔۔۔ بیاض چشمہائے پیر کنعاں دیکھنے والے

ملی تفسیر بیضاوی میں شرح ملت بیضا ۔۔۔ رخ مہدی کو دیکھیں مہر تاباں دیکھنے والے

زمین سامرہ تک آ گئے آخر کسی صورت ۔۔۔ تجلّے چراغ نور ایماں دیکھنے والے

دکھایا روئے تاباں مصحف ناطق کے پوتے نے — چلے خوش ہو کے سب تفسیر قرآں دیکھنے والے

بہت حیرت سے کرتے ہیں نظر نرجس کے چہرے پر — نظیر مادر موسیٰ عمراں دیکھنے والے

وفور شوق میں بڑھ کر لگا لیتے ہیں سینہ سے — جناب نرجس خاتون کو لرزاں دیکھنے والے

جناب عسکری لیتے ہیں یوں رخسار کے بوسے — چلے آتے ہیں سب قرآن پہ قرآں دیکھنے والے

پڑی تھی جس طرح پہلے نظر روئے حکیمہ پر — یونہیں پھر دیکھ لیں ہاں تیرے قرباں دیکھنے والے

ترا نظارہ ہر صورت سے درس آموز وحدت ہے — خدا کو دیکھتے ہیں تجکو اے جاں دیکھنے والے

دکھا دے ساز و ساماں موکب اجلال کا اپنے — بہت مشتاق ہیں تخت سلیماں دیکھنے والے

رگوں سے کھینچ کر دم آنکھوں میں آیا پھر بھی جیتے ہیں — سواری تیری اے مہدی دوراں دیکھنے والے

ولادت سے تری تازہ ہوا ہے مزرع دنیا — تری رحمت کی قائل ابر باراں دیکھنے والے

ہٹے جاتے ہیں سطوت سے دبے جاتے ہیں ہیبت سے — رگوں میں تیری خون شاہ مرداں دیکھنے والے

یہ بیشہ ہی وہ بیشہ جسمیں بارہ شیر رہتے ہیں — سنبھل کر اے امامت کا نیستاں دیکھنے والے

یہ ہی زنجیر باب العلم کا وہ آخری حلقہ — کہ وابستہ ہیں جس سے شہر عرفاں دیکھنے والے

لگا دینا کسی سورہ میں اسکے بیت ابرو کو — اگر ممکن ہو تجھ سے نظم قرآں دیکھنے والے

مرقع ہے رسول اللہ کے عہد جوانی کا — ہوئے جاتے ہیں سب دل سے مسلماں دیکھنے والے

ہوئی ہے خاص علم خدا میں پرورش اسکی — سن اے گنجینۂ اسرار پنہاں دیکھنے والے

امید وعدہ فردا پہ کب تک منتظر بیٹھیں
حجاب شرم میں ہمکو میری جاں دیکھنے والے

غریب سامرہ بیمار کو پوچھا کبھی تو نے
ادب سنجو کی محفل میں غزلخواں دیکھنے والے

اس انداز تغافل پر مجھے دیتے ہیں سب طعنے
کمال رتبۂ حسان و سحباں دیکھنے والے

گرہ اس دور دنیا کا بدل ظاہر ہو پر دیسے
ارے اے گردش گردون گرداں دیکھنے والے

بہیں دریا لہو کے ذوالفقار حیدری نکلے
گلے مل لیں ہلال عید قرباں دیکھنے والے

قلم کو کیوں ہو جنبش گیسوؤں سے اپنے مس کر دے
مٹا دے میری عصیاں فرد عصیاں دیکھنے والے

مثل تیری سفینہ نوح کا ہے جب تو نصرت کر
میرے دریائے غم میں زور طوفاں دیکھنے والے

بحر اخضر

در تہنیت ولادت امام ثانی عشر

جب ہوا میں نشہ افزائے گلستاں ہو گئیں / چشم خواب آلود بے نرگس کی کلیاں ہو گئیں

بحر اخضر سے ملا دی کا مگر کوثر سے نہر / بو تلیں صہبائے جنت کی بھی ارزاں ہو گئیں

پردۂ غیبت سرک جائے تو دکھلا دوں تمھیں / اک جھلک ایسی کہ جانیں جیسے قرباں ہو گئیں

راتیں فرقت کی تجلی زار آتی ہیں نظر / شعلہ بار آہیں مری سرو چراغاں ہو گئیں

نو گل نرجس کا پرتو جس میں آتا تھا نظر / اُس لہو کی چند بوندیں آج طوفاں ہو گئیں

شوخیاں اُسکی ہیں ناز اُسکے کرشمے اسکی ہیں / جس ستمگر کی ادائیں دشمن جاں ہو گئیں

بڑھکے دلکی حسرتیں سب باعث وحشت ہوئیں / بستیاں آباد ہو ہو کے بیاباں ہو گئیں

اب کہاں تک انتظار اے آنیوالے جلد آ / زندگی کی ساعتیں سب وقف ہجراں ہو گئیں

کوچۂ قاتل کے متوالوں نے یہ مطلع پڑھا

آرزوئیں دلمیں جتنی تھیں غزلخواں ہو گئیں

مطلع

جذبۂ الفت میں تاثیریں نمایاں ہو گئیں
یاں ہوا سودا وہاں زلفیں پریشاں ہو گئیں

وائے قسمت کچھ نہیں اب نوکِ پیکاں کیلئے
خونِ دل کی ساری بوندیں نذرِ مژگاں ہو گئیں

شوخیاں اے شوخ تیرے حُسنِ عالم ساز کی
جلوۂ برقِ تجلّی سے نمایاں ہو گئیں

دودِ سیما میں نے چند آہیں جو کی تھیں ہجر میں
وہ جوابِ گنبدِ گردونِ گرداں ہو گئیں

اُسکی شامِ غم پہ صدقے ہو مری صبحِ حیات
جسکے ماتم میں تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

اُف جوانی میں کسی بدمست کی انگڑائیاں
باعثِ خمیازۂ چاکِ گریباں ہو گئیں

انتظارِ شوق میں ہوں میں سراپا آرزو
جتنی بُوندیں تھیں لہو کی سب وہ ارماں ہو گئیں

انتظارِ منتظر میں شعلہ بار آہیں میری
بے سروسامانیِ وحشت کا ساماں ہو گئیں

منتظر وہ جس نے اس عالم کو روشن کر دیا
رخ کی تنویریں چراغِ بزمِ عرفاں ہو گئیں

منتظر وہ جس کے ذکرِ حُسنِ عالم ساز سے
خود بخود ہر بزم کی شمعیں فروزاں ہو گئیں

دیکھنا اس مطلعِ نو کی دلآویزی عزیزؔ
تیری بیتیں بھی جوابِ نظمِ حساں ہو گئیں

مطلع

مصحفِ عارض پہ جب زلفیں پریشاں ہو گئیں
آتے آتے تا کمر تفسیرِ قرآں ہو گئیں

جو اشارے دلربا تھے جانِ مذہب ہو گئے
جو ادائیں جانستاں تھیں جزوِ ایماں ہو گئیں

نشۂ وحدت ٹپکتا ہے نگاہِ ناز سے
کافر آنکھیں تک تو نکی اب مسلماں ہوگئیں

دیکھکر آثار رعب ذوالفقار حیدری
لاکھ جانیں جسکے اک ابرو پہ قرباں ہوگئیں

کس کا پرتو اسکے دل میں آج آتا ہے نظر
حسرتیں جتنی تھیں نذر ماہ شعباں ہوگئیں

کچھ تو کہیئے کیسا جلوہ آج آتا ہے نظر
اے حکیمہ اسقدر کیوں آپ حیراں ہوگئیں

دیکھیے تو دیدۂ حق بیں سے مخدومہ مری
نرجس خاتوں کہاں آنکھوں سے پنہاں ہوگئیں

نور نے مولود کے آغوش میں اُن کو لیا
رخ کی تنویریں حجاب بزم عرفاں ہوگئیں

رشتہ بن بنکر نگاہیں آج اس مولود کی
دیکھیے شیرازۂ بند جزو ایماں ہوگئیں

جب کیا اے مصحف ناطق تری بیعت کا قصد
سب لکیریں ہاتھ کی آیات قرآں ہوگئیں

جب نظر آئے اُسے آثار ختم دلبری
سب امامت کی ادائیں رخ پہ قرباں ہوگئیں

مسند احمد پہ کی ہیں جتنی باتیں آپ نے
اب وہی مجموعۂ آیات قرآں ہوگئیں

ابروں نے کھینچدی چہرے پہ شکل ذوالفقار
چشم حق بیں میں نگاہیں شیر یزداں ہوگئیں

لی تھیں جو انگڑائیاں اس شبل ابن اللیث نے
اب وہ تمہید کتاب نفس ایماں ہوگئیں

حجت ثانی عشر کے جلووں کی رنگینیاں
تہ بہ تہ پردوں سے گل کے سب نمایاں ہوگئیں

جب قیامت آگئی نظارا تیرا ہوگیا
مشکلیں جب بڑھ گئیں حد سے خود آساں ہوگئیں

شیر نرجس نے دکھائی قوت شیر خدا
جتنی بوندیں تھیں وہ خون شاہ مرداں ہوگئیں

رُخ وہ رُخ جسمیں شباب مصطفےٰ کی رُوح ہو | غیر قومیں دیکھ کر جس کو مسلماں ہو گئیں

سِلسلے سی انکے چہرے تک نظر پہونچی غرض
رُخ کی تنویریں دعائے ختم قرآں ہو گئیں

بادۂ شیراز

مسمّط مخمّس
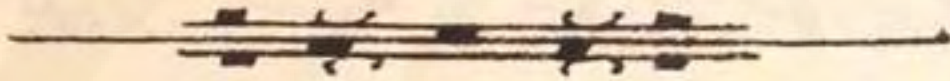
در تہنیتِ فتحِ غزوۂ خیبر بہ تتبّعِ بعض اَساتذۂ فارس

حیات گشتہ بارہا رہین نو بہارہا　　نثارِ گلعذارہا میانِ لالہ زارہا
بوجد در کنارہا قمر جبین نگارہا　　کنارِ جُوئبارہا ز نغمۂ ہزارہا
بعیش بیشمارہا گذشت روزگارہا

چہ ساز و برگ حیرتے ز روزگار داشتم　　کہ پیش چشم آئینہ ز روئے یار داشتم
لبے بذوق بوسہا بر آں عذار داشتم　　گرفتہ شیشہ در بغل بسر خمار داشتم
بجرعہ جرعۂ قدح ہجوم صد بہارہا

زہی نشاطِ اوجِ نو زوالِ فصلِ مہرگاں　　بشاخ شاخ و برگ برگ زند بافِ قمریاں
چہ صعوگاں چہ بلبلاں بر آبشارِ پرفشاں　　ببیں بہ پہنۂ زمیں کز ارغوانِ ضیمراں
بنقشِ گل چمن چمن بُراست روزگارہا

بشیشہ شیشہ بادہ بکاسہ کاسہ کوثرے ۔ بگوشہ گوشہ خلوتے بحجرہ حجرہ دلبرے
نگاہ مست و جام مے کہ ساغرے بساغرے ۔ ز حلقہ حلقہ دام دل بدو گیسوے معنبرے
شکنج تار تار آں کمند گیرودار ہا

بقطرہ قطرہ قلزمے بہ ذرہ ذرہ وادیئے ۔ سمتّی ما بہر طرف و صد غزیر و ہادیئے
بہر زمانہ عشرتے بہر کرانہ شادیئے ۔ بصفّہ صُفّہ مجلسے بگوشہ گوشہ نادیئے
بحلقہ حلقہ ساقیے بروے بادہ خوار ہا

مپرس سرگذشت ما کہ خسروانہ زیستم ۔ گدائے حسن بودہ ام بلے شہانہ زیستم
امید وصل داشتم بدیں بہانہ زیستم ۔ ببوے زلف مشکسا بہر شبانہ زیستم
ز زیستن چہ گویمت کہ دارم افتخار ہا

بذروۂ فلک نگر علوِ قدر زیستم ۔ بہ نرگس بتاں ببیں خمار عشق و مستیم
ز اصل کعبہ خود بگو رواج بت پرستیم ۔ ز خاک دیر فہم کن نکات شرح ہستیم
کہ ذرّہ ذرّہ از دلم بباشد آں غبار ہا

بساط پرنیاں بود ہمارہ در قدم قدم ۔ علی الدوام داشتیم صبیحہ صنم صنم
پیالہ ہاے دہ منی چو داد ساقی از کرم ۔ بگفتمش بیار و ہیں! بدہ کہ بادہ پر خورم
ببیں ز ساغر نگاہ ظرف میگسار ہا

بہشت ہر نگہ بود نظر کنی بہر طرف | نشستہ مطربان خوش بجرگہ جرگہ صف بصف
بزمر و رباب ہا و نے و بچنگ و اغنوں و دف | ز حسن صوت دلکش و ز نغمہائے پُر شغف

شکستہ ہر رگے ز دل نوائے زیر و زار ہا

سحر گہاں خنک ہوا نسیم صبح طرہ تاب | بعطرہائے عنبریں دماغ گشتہ پر گلاب
علے الرؤس مجلسے تجلت شراب ناب | بذوق جمع آمدہ دستہ دستہ شیخ و شاب

نہفتہ رُخ ز واعظاں بہ پشت بادہ خوار ہا

گذشت روز و آمدہ شبے بمبنیت قریں | شبے کہ سایہ پرورش شمیم جعد عنبریں
شبے کز و عرقِ عرق سواد چشم حور عیں | من و خیال کاکلے کہ طرہ طرہ چیں بچیں

گسستہ ہر رگے دلم ز حلقہ ہاز تار ہا

ہماں زمان پر فرح کہ داشتم خم و سبو | بہ بستر نشاط من بتے جمیل تند خو
بدور باشم گروہ صد ہزار بذلہ گو | ز منطق و فصاحتم غریو تازہ کو بکو

بگوش خوردم از فلک صدا از افتخار ہا

کہ کوس فتح خیبری نواخت چرخ چنبری | بخون تازہ جوش زد ہمہ عروق شاعرے
دلم بلرزہ آمدہ ز نعرہ ہائے حیدری | صدائے ضرب تیغ او شکست زد ز کافرے

گزیدہ گوشہ زمیں ز رعب ذو الخمار ہا

نخفتہ خفتہ طالعان و آرزوے این حشم　　بعرق خواب بیشتر شکستہ دایہ علم
کہ نور بامداد شد عیاں بہ نیلگوں خیم　　صدائے زد بشیر حق رسول سابغ النعم

کجاست ابن عم ما حریف کارزارہا

یکے بداد پاسخش کہ اے رسول کبریا　　دو عبہرش و نرگسش بدرد گشتہ مبتلا
بگفت عیسی زماں الا بیار پیش ما　　دہم بآب خضر تا بہر دو چشم او شفا

رسید ناگہاں علی زبعد انتظارہا

ولے دو چشمش از رمد براہ جنگ بستہ سد　　نگاہ قہر زائے او زدہ بحرب دست رد
نم از زبان مصطفےٰ گرفتہ چشم آں اسد　　زخون مرحب شقی بخواست تا قدح کشد

نمودہ جام نرگسش تراوش خمارہا

دمیکہ مرتضےٰ علی بعرصہ گاہ زد قدم　　زبیمِ شیر بزدلاں گریختند چوں غنم
بہ پنجۂ ہزبر دیں لوائے خسروا مم　　بیاض چشم حور شد سپید پرچم علم

نگاہ ضیغم الہ جانب شکارہا

کہ زندہ پیل مرحب آں بعرصہ گاہ جستجو　　بدستگیری قضا کشاں کشاں نمودہ رو
زفیر زد شہیق زد کہ اے یلان جنگ جو　　غریو کوس ہیبتم گرفتہ است چار سو

. ہلا مقاومت کراز ببر کارزارہا

شنید بانگ آں خرے چو شیر کردگار من | بگفت الا ندیدہ بیں تو ذوالفقار من
کہ شیر زادہ شیر حیدرم ندیدہ تو کار من | زجبہ تیر می پرد بگاہ کارزار من

بیا بیا بروے من کہ گردد آشکارہا

منم علی مرتضےٰ منم شہ مظفرا | منم کہ نام ما نہاد اسم پاک حیدرا
کنم چو صیحہ می خزد بزیر چرخ سندرا | مفر کجا ز تیغ من بجوشن و بمغفرا

الا مقال مادرت چہ بد بکارزارہا

چو پیل مست معرکہ شنید قول آں ہزبر | بلے بلرزہ آمدہ چو کوہ پیکر سطبر
تنش فشردہ در زرہ بسان مردہ بقبر | برفت از دل شقی زہیبتش قرار و صبر

عناں بتافت آں زماں بجانب فرارہا

بعرض رہ اجل رسید و برگرفتہ دامنش | بزیر تیغ حیدری کشیدہ خط مدفنش
رسید نعش خبثاش کشاں کشاں بہ توسنش | بجائے کسوت کفن بجسم گشتہ جوشنش

کلاہ برکلاہ زد بذوق گیر و دارہا

بقہر ذوالفقار زد دمیکہ آں ولی حق | پریدہ فرق مرحب شقی چو در ہوا ورق
بلند شور الاماں میان چاردہ طبق | گرفت صفحۂ زمیں بساط گونہ شفق

زخون کفر جوش زد بدشت لالہ زارہا

امین وحی آمدہ بخدمت ہمیشہ مرا | بگفت کاے رسول حق کشود باب خیبرا
قضا بنام صہر تو نوشت ایں مقدرا | کہ فتح غزوہ چنیں شود بدست حیدرا

نہ زید و عمر و بکر را زمام اختیار ہا

پلے بروے خندقے بیک اشارہ آں درے | گہے بسر بدست شہ چو گشتہ حملہ آورے
گہے ہزار پارہ گشتہ چوں دہانِ اژدرے | چنانکہ پارہ پارہ اش بیکدگر برابرے

بسے بود خوار قش بدہر یادگار ہا

فلک بلرزہ آمدہ زنعرۂ دما دمے | بس اے علی مرتضیٰ بس اے ذرۂ ضیغمے
ز مرحمت نگاہ کن بدر سگیر و ہمدمے | بنہ بزخم جبرئیل پارۂ زمر ہمے

کہ شکوہ سنج تیغ شد زراہ افتخار ہا

زفیض تو رسد جہاں بشہر علم مصطفےٰ | نہ فتح باب خیبر است فخر بہر تو تنہا
توئی کہ در قضائے دہر اے علی مرتضےٰ | زہر درے کشودۂ ہزار باب علم را

ہم از کلام پاک تو بیاشد آشکار ہا

الا عزیز نغز گو الا عزیز پر فطن | بہل بہل کہ تا کجا طواف کعبۂ سخن
کہ بعد ہند و اصفہان اہل فن بود علن | نہ قدرتے بود مرا چو در زبان خویشتن

جسورم ار بپارسی غزالیم اعتبار ہا

۲۲، رجب ۱۳۰۶ھ

تخمیس بر بعض اشعار قصیدۂ نظیری نیشاپوری رحمہ اللہ

ز صفحۂ فلکیات محضر آوردہ | دو شاہد از پئے حجت مقرر آوردہ
بیک اشارہ دو عادل برابر آوردہ | نبی کہ معجزہ ماہِ دو پیکر آوردہ
مثال نور خود و نور حیدر آوردہ

برنگ گرم عرب سعی شاہ دیں رمزیست | نزول آیۂ تبلیغ بر زمیں رمزیست
سپیدی بغل و لمعہ جبیں رمزیست | فراز منبر یوم الغدیر ازیں رمزیست
کہ سر ز جیب محمد علی برآوردہ

علی امین نبی و نبی امینِ علی | گرفت عرش بدل نقش دلنشین علی
بہ بزم قدس نبی شد چناں قرینِ علی | خدیجہ نور نبی دید در جبین علی
بشادمانی داماد دختر آوردہ

پنہ گرفت بہشت بریں بشہر علی | گرفت آتش دوزخ سپر ز قہر علی
شرافتے ست کہ مخصوص گشت بہر علی | توی بہ ذریت خویش دیدہ ظہر علی
پیمبرش شب ہجرت بہ بستر آوردہ

غزل مدحیہ

گفتم نسیم کاکلت گفتا ختن اندر ختن ‏— گفتم لب رنگیں نوا گفتا یمن اندر یمن

گفتم کہ زلف پرشکن گفتا سوادا اندر سواد ‏— گفتم بہار عارضت گفتا چمن اندر چمن

گفتم صباح دلکشا گفتا رخ ناشستہ ام ‏— گفتم ہلال عید ما گفتا خم ابروے من

گفتم کہ رخت مہوشاں گفتا حریر و پرنیاں ‏— گفتم لباس عاشقاں گفتا بہ بر خونیں کفن

گفتم کہ اے نامہرباں تا چند ایں ضبط فغاں ‏— گفتا بماں اے نیمجاں تا جاں بروں آید ز تن

گفتم کہ ذات پاک تو گفتا جمال سرمدی ‏— گفتم کہ راز ایں جہاں گفتا طلسم ما و من

گفتم جمال دلبراں گفتا براے دلبری ‏— گفتم وجود عاشقاں گفتا پے دار و رسن

گفتم چہ می شاید مرا گفتا کہ صحراے جنوں ‏— گفتم چہ می زیبد ترا گفتا کہ گلگشت چمن

گفتم علاج معصیت گفتا خلوص بندگی ‏— گفتم سبیل مغفرت گفتا ولاے بوالحسن

گفتم کہ از اوصاف او شرحے بدہ اے باخبر ‏— گفتا امام اولیں مرحب کش و خیبر شکن

گفتم کہ نور روے او گفتا ز انوار خُدا ‏— گفتم جمال پاک او گفتا ز رب ذوالمنن

گفتم کہ مولد زانشاں گفتا مطاف انبیا ‏— گفتم کہ اسم پاک او گفتا کہ حیدر صف شکن

گفتم کہ در بنیاد دین گفتا عماد الاتقیا | گفتم کہ در بزم ازل گفتا کہ صدر انجمن
گفتم ولایت را سند گفتا کہ میثاق الست | گفتم امامت را حجج گفتا احادیث حسن
گفتم کہ ہنگام وغا گفتا ہژبر قسورہ | گفتم دم لشکرکشی گفتا شجاع ممتحن
گفتم دل ما خاکیاں گفت از خمیر طینتش | گفتم دل کروبیاں گفتا بمہرش مرتہن

۱۳۔ رجب ۱۳۴۱ھ

جلوہ ماہ

در تہنیت ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام

جادۂ مغرب زگردوں خسرو خاور گرفت | ماہِ کامل بہر افطار از فلک ساغر گرفت
شاہ خاور را سرآمد جادۂ قوس النہار | ماہِ تاباں جائے خود بر گنبد اخضر گرفت
بر حجاب حمرت مشرق سواد آمد پدید | ساحت گیتی بفرق خود سیہ معجر گرفت
دانۂ انگور تر دانست چوں قاضی چرخ | خوشۂ پرویں ز تاک طارم اخضر گرفت
از شفق ہر گہ بمینائے فلک در ریختند | ماہِ تاباں ساتگینے زاں مے احمر گرفت

خوان نقل انجم آورد و مہ شب زندہ دار
لختے از بہر تسحر زاں طبقہا بر گرفت

وقت خم نوشیدن است ای نیمۂ ماہ صیام
ہاں نمیدانی کہ عالم رونق دیگر گرفت

ساعت سور و دم میلاد سبط اکبر است
بو محمد جائے خود در خانہ حیدر گرفت

خطۂ غبر السباط عالم انوار شد
ماہ زہرا ہالہ از آغوش پیغمبر گرفت

جرعۂ نوشید از سر چشمۂ علم نبی
در دہان خود زبان شافع محشر گرفت

از محمد تا علی سابق نہ شد بر کردگار
ناگہاں جبرئیل آمد نام او شبر گرفت

دایۂ شہزادہ ام اسمار بہ انعام جزیل
از خدا اعزاز واز دست محمد زر گرفت

ہر طرف برپا شد این ہنگامۂ عشرت فزا
ہر یکے سودائے این مولود را در سر گرفت

ساقی مہوش حدیث جام را آغاز کرد
ہر یکے اندر خمار شوق یک ساغر گرفت

از زبان پاک او ذوق فصاحت شد سلیم
وز لب پاکش غدوبت چشمۂ کوثر گرفت

رایت نور ترا چوں مہچہ تا گردوں رسید
ماہ تاباں از فروغش جلوۂ دیگر گرفت

صیت جود او فرا بگرفتہ اقصائے جہاں
رعب علمش نخوتے از قلب جاسد بر گرفت

ہم ز جد محترم میراث اخلاق حسن
آن سلیل عترت اطہار پیغمبر گرفت

وقت بدگوئی زبان خصم او را در دہن
آرے آرے می نزد گر شعلۂ آذر گرفت

تابع منشور تو وارستہ از بیم جحیم
جائے آرامش بزیر رحمت داور گرفت

از جبیں سائی بہ نقش پائے او ہر م عزیز
کیمیائے نیک نامیہا ز خاکستر گرفت

قطعہ

در مدح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

شبے ناگہاں دلبرک آمد از در
رخش کردہ خوی چوں گلاب مقطر

باغوش خود تنگ بگرفت ما را
سخن راند کاے نکتہ سنج سخنور

تو ساغر بنہ در صف مے پرستاں
بیا شم من از حلقۂ زلف عنبر

بفرما بشیخ و زبیران یار یں
ہم از واعظان سر طور منبر

نیابد گہے اذن داخل نیابد
بفردوس ما ہر کس آید معمر

الا یا ندیمی الا یا حبیبی
چہ سوریست در دور چرخ مجدر

نہ وقت است ایں تو بخلوت نشینی
بیا سر کنم تا سخنہائے خوشتر

بیا گوش کن تا حدیثے سرایم
ز حسن حسن عسکری روح پرور

سراج منیرے کہ در کوشک خود
بخندد بسلطانی شاہ خاور

مشید شد از وُے بروج امامت — منتظم شد از وے نظام پیمبرؐ
زحکمت بود دسکہ بر ماہ و ماہی — زعترت بود جلوہ در لعل و گوہر
بدست تو باشد زمام خلائق — چرا سر کشند از تو شیران واشتر
بعلم امامت تو از دست راہب — گرفتی ہمہ استخوان پیمبرؐ

عزیز تو بر آستاں جبہ سا شد
نگاہے بکن اے سلیل پیمبرؐ

سامرہ

برخیز ساقیا تمنائے سامرہ — امروز دیدنی است تماشائے سامرہ
ساقی گری زمیکدۂ قدس یافتی — قربانِ تو بدہ مے مینائے سامرہ
برخیز ہاں کہ نقش امامت کشیدہ شد — صورت قبول کردہ ہیولائے سامرہ
درعشقِ دلبرے کہ بآغوش نرجس است — آمد بجوش عنصر سودائے سامرہ
از نعرۂ دمادمِ یا صاحب الزماں — تا گوش عرش آمدہ غوغائے سامرہ
امروز سوئے نرجس خاتون ما نگر — روشن نمودہ چشم تمنائے سامرہ

دل بردل او فتادہ زہنگامۂ طرب
شد رستخیز شوق بصحرائے سامرہ

تا جائے در جزیرۂ خضرا گزیدہ
از رشک خوں شدہ دل شیدائے سامرہ

اے ماہ نیمۂ مہ شعباں ز نور تو
با صبح دم زند شب یلدائے سامرہ

من خواجہ تاش خضرم و در جستجوئے شوق
ہستم بہ ہند بادیہ پیمائے سامرہ

بنگر سوئے عزیز کہ بیتاب و مضطر است
اے روشنی دیدۂ بینائے سامرہ

رُباعی

خود حسن ازل بود چو شیدائے نبی
اکردہ شب معراج تمنائے نبی

محبوب گرہ تا کہ برابر و نزند
کمتر ز دو قوس بود ازیں جائے نبی

قطعات

(۱)

رایت فخر در جہاں بردار
دامن دل زایں و آں بردار

دم بعشق ابو تراب بزن
خاک از تودۂ کلاں بردار

(۲)

فرقۂ شان علی را بعلو میداند | ایں خدا گوید ویک فرقہ غلو میداند
در وصایت برسول عربی خوردہ مگیر | ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند

(۳)

حرم را علی کرد از کفر پاک | ربود از دل کعبہ اندوہ را
بدوش نبی بت شکستن چہ بود | دو دل یک شود بشکند کوہ را

(۴)

وحی طرب حضور محمد تقی رسید | چوں در کنار مادر گیتی علی رسید
آرائشے ز نو بکن اے بزم روزگار | بر مسند رسول علی النقی رسید

(۵)

موج ریحان صبا کاش گزارے بکند | شاد با وعدۂ دیدار نگارے بکند
کاش اے قوم بریں بی سر و سامانی تو | مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

(۶)

نظام انجمن از نظم انجمن آراست | جمال مہدی دوراں ازیں جہاں پیداست
بخضر طعنہ زند موج چشمۂ حیواں | کہ شیر بر جس خاتوں بحکم آب بقاست

مئی باقی

تاریخ کعبہ

حالاتِ تاریخی تعمیر کعبہ و تخلص بمدح مولود کعبہ

وہ کعبہ عالم امکاں میں ہے جو پہلا گھر
ابو البشر نے رکھا جسکی نیو کا پتھر

ہوا تھا پہلے جو یاقوت سرخ سے تعمیر
پیا تھا فکر میں دن رات جسکے خون جگر

وہ گھر زمانۂ طوفان نوح میں جسکو
ملک اسے اُٹھا لیگئے تھے گردوں پر

کیا خلیل نے جسکو دوبارہ پھر تعمیر
بحکم محکم خلّاق عالم اکبر

معین جسمیں جگر گوشۂ خلیل ہوا
ابوقبیس سے لایا ہو ڈھو کے جو پتھر

کئے گئے متولی جناب اسمٰعیل
اُنھیں کی نسل رہی سن جلیل منصب پر

گیا وہ عہد ہوا عبد مطّلب کا دور
خلاف ضابطہ ہونے لگے اُمور اکثر

ہوا وہ وقت کہ حجاج ابن یوسف نے
حریم خانہ کعبہ کو ڈھا دیا آکر

خلیل پاک کے اُس گوشۂ عبادت میں
خدا بنے ہوئے بیٹھے تھے سیکڑوں پتھّر

دلوں سے توڑ دیا سب نے عہد حفظ حقوق
رہی نہ حرمت کعبہ پر ایک کی بھی نظر

بگڑ گئے جو بنی ہاشمی و مطلبی
جدید عہد ہوئے پھر لکھے گئے محضر

بنائے غیر مسقف کو پھر کیا تعمیر
اس افتخار کا سہرا رہا قریش کے سر

مکیں کے سایۂ رحمت میں بعد عام الفیل
یوہیں گذر گئے جب تیس سال کعبہ پر

ہوا خلیل کی تعمیر میں اضافہ اور
بنا ہو کعبہ کی دیوار میں نیا اک در

خبر بھی ہے تمھیں اس در کا کون ہے معمار
نگاہ بنت اسد جذبۂ دل حیدرؓ

یہی وہ در ہے کہ نکلیگا جس سے باب علوم
یہیں سے آئیگا دنیا میں فاتح خیبر

پڑیگی جان یہیں پیکر نبوت میں
یہیں سے جلوہ فگن ہوگا نفس پیغمبر

مطلع

یہیں سے ہوگا برآمد بتول کا شوہر
نصیریوں کا خدا اور رسول کا ہمسر

یہ عہدہ تم کو مبارک ہو ابو طالبؑ
کلید کعبہ ہوئی آج فاتح خیبر

ہوئی ہے تم کو مبارک کلید برداری
ملا ہے اسکے خزانہ سے بے بہا گوہر

شکست کفر کی بنیاد پڑ گئی دیکھو
بتا رہے ہیں بتونکے بجھے ہوئے تیور

حرم میں آج حکیم العرب ہوا پیدا
کھلے ہیں حکمت قرآن کی سیکڑوں دفتر

یہی ہے نقطۂ پرکار عالم ہستی
خطوط اسی سے نکالینگے نکتہ رس مگر

اسی سے دفتر کن میں ہے جلوہ معنی
اسی میں روح دو عالم ازل سے ہے مضمر

اسی کا کلک بدایع نگار تھا گلکار | وگرنہ سادہ ورق تھا زمانے کا منظر
نبی کی ذات سے یوں متحد ہے ذات اسکی | اگر وہ آئینہ وحدت کا ہے تو یہ جوہر

بصد ادب ہے امید کرم میں سرگشتہ
ملے عزیز کو شاہا غلامی قنبر

۱۳ رجب ۱۳۳۲ھ

نغمۂ ولا

در مدح سرور اولیا

تجھے کیا کام ناصح کیا کرے گا رازداں ہو کر | چھپاؤں کیوں نہ میں راز محبت بدگماں ہو کر
مذاق اہل دل میں پند ناصح تلخ ہوتی تھی | نصیحت گر ذرا نازاں نہ ہو شیریں زباں ہو کر
جو سچ پوچھو حیات اہل دل ہے عشق میں مرنا | مرض یہ قالب عشاق میں رہتا ہے جاں ہو کر
اسی نے خلوت و جلوت میں کی ہنگامہ آرائی | دکھایا چار سو جلوہ نہاں ہو کر عیاں ہو کر
نہ پوچھیں اہل دل طاقت گداری کوئے قاتل کی | نکلتا ہے کوئی بیجان کوئی نیم جاں ہو کر

وہی تن ہی کہ جو پھکتا رہے سوز محبت سے ۔ ہر اک شعلہ بڑھا دے زور مغزِ استخواں ہو کر

رکھے خود زانوئے نازک پہ کوئی شوق سے سر کو ۔ سبک ہو جائے اتنا جسمِ عاشق ناتواں ہو کر

سناؤں اک غزل میں تجکو اپنے رنگ کی ناصح ۔ کہ شاید راہ پر آجائے تو بھی شادماں ہو کر

مطلع

جفا کرتا ہے جب یہ پیرِ گردوں ناتواں ہو کر ۔ کرے پھر کیوں نہ وہ بیداد ہمسرِ نوجواں ہو کر

بگڑنے پر یہ عالم ہی کہ لاکھوں جان دیتے ہیں ۔ خدا جانے ستم ڈھاؤگے کیا تم مہرباں ہو کر

خبر لو اضطرابِ دل کی گر عادت بگاڑی ہے ۔ رکھا تھا ہاتھ کیوں سینہ پر آخر مہرباں ہو کر

نہ چھیڑ اے نکہتِ زلفِ معنبر شامِ ہجراں ہی ۔ بلا میں آرہی ہیں کارواں در کارواں ہو کر

تصور سے کسی کے زندگی وابستہ ہی ناصح ۔ وگرنہ زندہ رہ سکتے تھے کب یوں ناتواں ہو کر

علی کو دیکھ نانِ جو کے دو ٹکڑے نہ ہوتے تھے ۔ جبھی تو وہ رہا ہے عالمِ خاکی میں جاں ہو کر

علی وہ کون امیر المومنینِ داماد پیغمبر ۔ لیا ملکِ امامت جسنے شاہِ انس و جاں ہو کر

انھیں سے دادخواہی کیلئے صامت تہی گویا ۔ زمیں سب حال دل کہتی تھی انسے بیزباں ہو کر

اگر وقتِ مصاف انکی شجاعت دیکھ لے کوئی ۔ نکل جائے جسد سے دم صدائے الاماں ہو کر

نثار اس حسن کی جو ہی حجابِ قدس کی زینت ۔ ثنا خواں صانعِ عالم ہے جسکا قدرداں ہو کر

نہیں جائے سخن اسکے لسان اللہ ہونے میں ۔ نبی سے حق کی باتیں کیں علی کے ہمزباں ہو کر

دراٰیا تھا جو اک تیر آپکے پائے مبارک میں
خلوص بندگی کا حال کہتا تھا زباں ہوکر

نہ ایدل چھوڑنا اس ناخدا کا گوشۂ دامن
بچائی کشتی اسلام جس نے بادباں ہوکر

مسیحائی پر اپنی عیسی گردوں کو نازش ہی
بھلا آئیں تو انکے سامنے معجز بیاں ہوکر

تعالے اللہ پیدا ہوتے ہیں اسرار ربانی
کئے سب پر عیاں معنی لفظ کن فکاں ہوکر

عدو انکا اگر اک پل بھی سوئے خواب عشرت سے
چُبھے آنکھوں میں ہر موئے مژہ نوک سناں ہوکر

خلاف شرع کوئی بُت چلے گر عہد میں انکے
قدم کو حلقۂ گیسو جکڑ لیں بیڑیاں ہوکر

عزیز اب تابکے طول سخن وقتِ دُعا آیا
کہیں آمین اہل بزم مرے ہمزباں ہوکر

خوشی یارب ہی یاران ہم مشرب کے حصہ میں
رہیں آلام دُنیا میں نصیب دشمناں ہوکر

ابتدائی کلام ۱۲۔ رجب ۱۳۱۸ھ

لعل شب چراغ

مسمّط مخمّس در ستایش حکیم العرب حضرت امیرالمومنین ؑ روحنا فداہ

بھری ہیں کیسی بجلیاں دل شرارہ بار میں
نہ یہ چمک ہے برق میں نہ یہ لپک شرار میں
نہ راحت اضطراب میں نہ صبر ہے قرار میں
نہ وہ ہیں اختیار میں نہ دل ہے اختیار میں
تمام عمر کٹ گئی فریب انتظار میں

وہ صبح ہو کہ شام ہو خیال غم نہ جائیگا
فلک کی خو ستمگری ہمیشہ یہ ستائیگا
یہ اضطراب دردِ دل یونہیں مجھے رلائیگا
خیال زلف و رخ ابھی کہاں کہاں پھرائیگا
حلب میں زنگبار میں دمشق میں تتار میں

زمیں کے ظلم دیکھئے فلک کے جور دیکھئے
طلسم روزگار کو ابھی کچھ اور دیکھئے
ہمارے رنگ دیکھئے کچھ اپنے طور دیکھئے
نگاہ دوربیں سے ہاں ذرا بغور دیکھئے
یہ کسکے دلکے ذرّے ہیں ملے ہوئے غبار میں

سوادِ زلف پر شکن فریب مارِ آستیں　　بجھی ہوئی وہ زہر میں نگاہ شوخ و سُرمہ گیں
پیے ہوئے خُم و سبو وہ چشم سحر آفریں　　اِدھر سوالِ وصل ہی جواب اُدھر نہیں نہیں
اُمید و بیم جوش زن دلِ اُمید وار میں

نگاہ میفروش ہے شباب کے خمار میں　　قبا مسکتی جاتی ہے تن ستارہ بار میں
پسینے کی شمیم ہے ہوائے خوشگوار میں　　چلے ہیں سیر باغ کو وہ موسم بہار میں
بجائے گُل گندھے ہوئے ہیں دل گلی کے ہار میں

گُل و شقیق و نسترن کھلے ہوئے چمن چمن　　وہ سنبل بنفشہ مو وہ کاکلِ شکن شکن
شمیم مشکبار ہے ہر اک طرف ختن ختن،　　یہ اوس ہے کہ موتیوں کا ڈھیر ہی عدن عدن
بھرے ہوئے ہے جھولیاں ہر ایک گل بہار میں

دکھائے لاکھ شعبدے فضائے دورِ آسماں　　ہزار ہا بے رنگیتں زبرجدی یہ طیلساں
ہیں زہر خوردہ قلب میں کچھ آبلے جو ضو فشاں　　شبِ فراق کیا کہوں دکھا رہے ہیں کیا سماں
سنہرے گل ٹنکے ہوئے بساطِ سبزہ زار میں

یہ کارگاہِ ظاہری یہ سب طلسم ہست و بود　　نگار خانۂ فنا یہ بزم عالم شہود
جہاں ہر ایک چیز میں ہی اک نمائش و نمود　　یہیں ہر ایک ذرّہ ہی گواہ وحدت الوجود
اسکی شکل ضو فگن ہے پردۂ غبار میں

رہی ہزار گفتگو جہاں میں دور جام تک
عقول جا کے رہ گئے زبرجدیں خیام تک
کلام ختم ہو گیا ہے منتہی الکلام تک
گئی کمند فلسفہ نہ اُسکے اوج بام تک

اُلجھ کے عقل رہ گئی طلسم روزگار میں

علوم فلسفہ میں ہو کسی کو کتنا ہی کمال
فلک کے دائرے سے ہی خروج عقل کا محال
قیود رسم خط میں وہ بندھا ہوا ہی بال بال
جدید خط نکالے کیا کسی کا نقطۂ خیال

کوئی ثبوت ہی نہیں ہی نفی کردگار میں

وہ پردہ جو پڑا ہوا ہے ڈاردن کی عقل پر
حجاب ظلمت آفریں ہے وہ تمھیں نہیں خبر
حدوث مادّہ یہ ہے گواہ حالت بشر
قدم کے چار سمت ہے اُسکی ذات جلوہ گر

غیاب میں حضور ہی یمین میں یسار میں

جمال ماہتاب میں فروغ آفتاب میں
جمال میں سراب میں نجوم میں سحاب میں
طلا میں سیم ناب میں جواہر خوش آب میں
نسیم میں بہار میں بحار میں حباب میں

ہر ایک شے میں جلوہ گر جہان جلوہ زار میں

پڑی ہوئی ہی ہر طرف زمانہ بھر میں کھلبلی
سمجھ میں آئیگا وہ کیا نہ آیا اُسکا جب ولی
جہاں میں جسکا فضل ہی ہر ایک قوم پر جلی
وہ کون نفس مصطفےٰ علی علی علی علی

کروں گا پیش اسی کو میں ثبوت کردگار میں

کسی سے بھی سلجھ سکیں نہ آجتک یہ گتھیاں — ملا نہ رشتہ کا سرا پھرا کئے رواں دواں
مگر عقول کا لیا ہے چھپ کے اُسنے امتحاں — یہ خط کہاں سے نکلا ہو ملا نہ نقطہ کا نشاں

یہ موشگافیاں نہیں بشر کے اختیار میں

چھڑی رہیں حدوث اور قدم کی سب کہانیاں — بقدر ذوق کی گئیں ہزار گل فشانیاں
مقرروں نے بزم میں دکھائیں خوش بیانیاں — مصنفوں نے طبع کی دکھائی ہیں روانیاں

یہ حد ہے بس کہ لیگئے شکوک دل مزار میں

ملا نشان ایزدی حبیب کے ظہور سے — نہ ماہ سے نہ مہر سے نہ برق کوہ طور سے
زمانہ جگمگا اٹھا ہے جسکے رُخ کے نور سے — ملک درود پڑھتے ہیں نظارہ کرکے دور سے

بھری ہیں وہ تجلیاں عذار نور بار میں

ہے سرزمین مدینہ کی جواب چرخ چنبری — ستارہ ساں ہیں ذرّوں کو فلک سے ناز ہمسری
ہے سر بسجدہ دیر میں ہر اک خدائے آذری — بساط صفحۂ زمیں متام شان داوری

کھلا ہے ایک تازہ گل عرب کے خارزار میں

چراغ آذری ہے گل تباہ تمام ور دم ہے — خدا پرست جمع ہیں مدینہ میں ہجوم ہے
وہ عہد جسمیں کاہنوں کی ہر طرف یہ دُھوم ہے — یہ حاوی الفنون ہے وہ جامع العلوم ہے

اور ان میں ایک نور ہی گھرا ہوا حصار میں

مرینگے دین پر اسکے دلمیں ہمنے ٹھان لی — کہ جسکے آستانہ پر زمانے امان لی

ضرورت ثبوت کیا حقیقت اُسکی جان لی — علی سے فلسفی نے جب نبوت اسکی مان لی

نہیں ہے کوئی شک ہیں اب اسکے اقتدار میں

علی وہ باب علم ہے جہاں ہیں منتہی السئول — اُسی کا نور پاک تھا لباس عصمت بتول

حقیقت اسکی جان کر ہیں دم بخود ذوی العقول — نگاہ بھر کے دیکھئے تو سر سے پانو تک رسول

جمال ہیں خصال ہیں وقار میں شعار میں

فقیہہ وہ کہ حاملہ کو رجم سے بچا دیا — جوان وہ کہ حق نے خود خطاب لافتا دیا

خطیب وہ فصاحت رسول کو دکھا دیا — شجاع وہ کہ رستموں کو جنگ میں بھگا دیا

ظفر قدم کے ساتھ تھی ہر ایک کارزار میں

علی کی پختہ کاریاں مخالفوں کی خامیاں — جلی قلم سے ہیں لکھی تمام نیک نامیاں

نسیم فیض جود نے دکھائیں خوش خرامیاں — خلافت اُسپہ مفتخر وہ کیں خوش انتظامیاں

رہا ہے پیش پیش وہ نبی کے کاروبار میں

وہی انیس خلوت حرم سرائے حوت ہی — نظر میں اسکی یہ جہاں اوہن البیوت ہی

خدا پسند نان جو جو قوت لایموت ہے — یہی دلیل زہد ہے یہی بڑا ثبوت ہی

علی کے اقتدار میں علی کے افتخار میں

کہاں ولادت اور کہاں وہ حق نما خدا کا گھر　　جناب مریم آئیں تھیں نہ ہو سکا مگر گذر
حجاب بطن فاطمہ میں کوئی راز تھا مگر　　نگاہ مضطرب میں تھا علی کے جذب کا اثر
خط شگاف پڑ گیا جو کعبہ کی جدار میں

اب اسکا سوچنا ہی کیا کہ محتسب خفا گیا　　اسی کا کچھ ضرر ہوا یہاں کسی کا کیا گیا
حرم کے ساقیو! چلو کہ وقت دور آگیا　　فراز بام کعبہ پر سیاہ ابر چھا گیا
قدح کشان میکدہ کھڑے ہیں انتظار میں

پیالہائے دہ منی وہ بادہ کش پئے ہوئے　　وفور جوش شوق میں خم و سبو لئے ہوئے
زباں پہ توبہ دلمیں کچھ خیال مے کئے ہوئے　　جناب واعظ آئے ہیں بہت لئے دئے ہوئے
نہ آئے تا کہ فرق کچھ سکینہ و وقار میں

وہ سرخ ڈورے آنکھ کے جو شوخ و دلپذیر ہیں　　خطوط جام میکدہ جو صاف و بے نظیر ہیں
اسی سے مست راتدن قدح کش غدیر ہیں　　یہ بادہ نوش ساقیا الکبیر کے فقیر ہیں
اسی روش پہ عمر بھر رہیں گے روزگار میں

ہے نشہ کی ترنگ میں زمانہ کسکو ہوش ہے　　صراحیاں ابل رہیں ہیں خمکدہ میں جوش ہے
عمامہ رہن بادہ ہے عبا تو زیب دوش ہے　　اگرچہ تھوڑی دیر میں بساط میفروش ہے
کہ ضبط شوق اب نہیں کسی کے اختیار میں

جریدہ جہاں میں ہے جلی قلم سے یہ لکھا　　حرم میں ہے رسول پر نزول آیت خدا
جدار کعبہ شق ہوئی تو راز سب پہ کھل گیا　　کشش کے بعد حرف کی وجود ہوگا نقطہ کا
برنگ بائے بسملہ شگاف ہی جدار میں

بتوں کے جاگتے ہوئے نصیب آج سو گئے　　کتاب کفر و شرک کے تمام حرف دھو گئے
لبنور انھوں نے بھی سنا حرم کے سمت جو گئے　　صحیفے حفظ ہو گئے علوم جذب ہو گئے
نبی نے دے جو دی زباں دہان شیر خوار میں

عزیز تین روز سے یہ کون میہمان ہے　　خدا نصیر لویں کا ہی کہ مصطفے کی جان ہی
خبر بھی ہی ؟ نبی کا دوش اسکی نردبان ہی　　حرم میں رہ گئے اور نذر رہتو ! خدا کی شان ہی
نظر کرو تو کون ہے یہ کعبے کی کنار میں

خدا کا شیر نور حق - مراد ختمر اسد　　رسول کا وصی بحق خدا کا خاص معتمد
ابو الائمۃ الکرام امام دین مستند　　لسان صدق امیر نحل امین - بیضتہ البلد
ہر ایک نام سکہ زن ہے شرع کی دیار میں

وغا میں یادگار ہیں علی کی گرم جوشیاں　　جہاد میں زبان زد عوام سرفروشیاں
وہ خاطیوں کے باب میں خطا سے چشم پوشیاں　　جواب اہل ظلم میں سکوت اور خموشیاں
تسلط اسکو نفس پر ہے جبر اختیار میں

ہر ایک حکم اُسکا ہو جہاں میں واجب العمل　　سخن کی لذتوں سے ہو خجل عذوبت عسل
ہر ایک راد شیر دل اسی کا بندۂ اقل　　وہ ہمتوں میں فرد ہو سخاوت اسکی فی المثل
غلام ہو کہ ناقہ ہو یہاں ہو کس قطار میں،

زباں زد عوام ہے وہ انتہا کا خلق عام　　ذرا سا بھی نہ فرق تھا میان خواجہ و غلام
خصوصیت کی اک نظر اسی پہ ہو علی الدوام　　گروہ انبیا ہو یا ملائکہ کا اژدھام
علی کی ذات منتخب ہزار در ہزار میں

ہزار جان و دل سے ہیں ملک فدائے مرتضےٰ　　خود انبیا نے جھک کے پی مے ولائے مرتضےٰ
دکھاؤں آؤ کعبہ میں ہیں تمکو جائے مرتضےٰ　　نبی کی مہر دوش پر نگیں پائے مرتضےٰ
یہ فخر کم نہیں ہی کچھ محل افتخار میں

نگہ سے وہ محرک طناب آفتاب ہے　　وہی ہر ایک جنگ میں نبی کا ہمرکاب ہے
زمین اُسکے حکم میں وہی ابو تراب ہے　　اسی کا مہد عافیت نبی کا فرش خواب ہے
ملے ہیں کسکو یہ شرف صحابۂ کبار میں

جہاں میں جتنے طبقے ہیں دقیقہ سنج و نکتہ داں　　مفسرین نکتہ رس مناظرین خوش بیاں
اُسکی پیشگاہ میں خلوص سے قصیدہ خواں　　مورخین متفق مجاہدین یک زباں
ہے زندہ دین احمدی علیؑ کی یادگار میں

علی خدا ہے یا بشر پتا نہ یہ کبھی ملا — کہ معترف بعجز خود امام شافعی ملا
مگر یہ رتبہ کہہ تو دو کسی کو اور بھی ملا — سوا نبی کے کوئی بھی مماثل علی ملا

علوم میں فنون میں وفا میں اعتبار میں

نہیب وہ کہ الاماں جلال وہ کہ الحذر — رگڑ دیئے زمین پر عرب کے سرکشوں کے سر
اشارہ میں اُٹھا لیا حصار آہنی کا در — پٹک دیا زمیں پر بنا لیا کبھی سپر

نہاں تھیں اتنی قوتیں علی کے انکسار میں

وہ زہد زندگی بسر تمام نان جو یہ کی — وہ علم جسکا معترف ہر ایک فلسفی بنی
وہ جود جسکے سامنے خفیف ہو ہر اک سخی — وہ خلق جس سے دب گئی مخالفوں کی سرکشی

صفات سب یہ جمع ہیں علی سے ذی وقار میں

لباس ظاہری ہیں کم۔ کنا و کش جہاں سے — خلوص دل سے وہ کیا کہا جو کچھ زبان سے
امامت اُسکی نسل سے خلافت اسکی شان سے — وہ مسند نبی پہ ہے عجیب آن بان سے

کہ جو حریف خرمہ کے ہیں رخت تار تار میں

رسول کی نگاہ میں علی کی کیوں نہ قدر ہو — صف جہاد پر اگر وہ رُخ کرے تو غدر ہو
ولاوروں کی بزم میں ہمیشہ کیوں نہ صدر ہو — احد ہو فتح مکہ ہو حنین ہو کہ بدر ہو

علم اُسی کا نصب تھا ہر ایک کارزار میں

غدیر میں رسول نے کیا تھا قبلۂ انام — تمام کائنات کا دیا تھا رشتۂ نظام
اکمال دیں کے ساتھ ہی ہوئیں تھیں نعمتیں تمام — جلی قلم سے تا ابد رہے گا درج اسی کا نام

غدیر کے موقت الشیوع اشتہار میں

جواہر الکلم پہ یا خطب پہ کیجئے نظر — صحیفۂ پر کم نظم کے جواہر خوش آب پر
کہ جسکے فقرہ فقرہ میں نہاں ہو جوش زن اثر — فصاحت اُس سے مفتخر بلاغت اس سے مشتہر

دفاتر کثیر ہیں علی کے اختصار میں

کسی کو برتری نہیں ہے شوہر بتول سے — تفوق آپ دیتے ہیں بھلا یہ کس اصول سے
علی کا نسبتاً شرف صحابۂ رسول سے — حواس کو مناسبت ہو جسطرح عقول سے

حواس بھی ہمیشہ جو معطل اپنے کار میں

وہ دبدبہ رزمگاہ میں کہ فوج دہل کے رہ گئی — شجاعت آج یلکے کچھ خیال دل کے رہ گئی
نظام کائنات سے نگاہ ہل کے رہ گئی — فلک لرز کے رہ گیا زمین ہل کے رہ گئی

در آہنیں جبکہ انگلیاں اُس آہنی حصار میں

وہ شرزہ شیر معرکہ وہ شہسوار صف شکن — وہ زور بازوئے نبی وہ پہلوان تیغ زن
کہ جسکے ذکر آجتک ہیں انجمن در انجمن — عرب میں ہے زباں زد عوام لا ابا حسن

اسکی دھاک ہو بندھی فضائے روزگار میں

خبر نہیں کہ اسکو ہے خدا سے ارتباط کیا؟ لپٹنے سے فاطمہ ہے مقصد و مناط کیا
کبھی نہ دل میں سوچا کہ بچہ کی بساط کیا؟ نکال لیگا ہاتھ کو یہ پارۂ نشاط کیا
کہ اژدر اُسکے سامنے نہیں کسی شمار میں

ہمک رہا ہے اس طرح کہ جیسے حملہ اسد تبان ارض کعبہ کو سمجھ رہا ہے دام و دد
مخالفوں کے وار کو ابھی سے کر رہا ہے رد رسول کی زبان پر صدائے یا علی مدد
نگاہِ شوق مضطرب تلاش ذوالفقار میں

نگہ میں جذب باطنی رگوں میں خون ہاشمی ہوا ہے لافتی کا غل خدا نے طاقت ایسی دی
صفوں میں حشر ہوگیا نیام سے جو تیغ لی بدن میں لرزہ پڑگیا نظر جب اُس سے ملگئی
نگہ تھی چشم شوخ میں کہ شیر تھا کچھار میں

علی ابھی ہیں گود میں رسول کا شباب ہے بسان چشم منتظر کھلا حرم کا باب ہے
نظارہ دو نو چہروں کا عبادت اور ثواب ہے علی کی آنکھیں بند ہیں نبی کو اضطراب ہے
اُدھر وہ انتظار میں اِدھر یہ انتظار میں

دم ولادت آگیا زمانہ کا یہ حال ہے حرم کی سمت ہی نگاہ اُسی طرف خیال ہے
جو ماں ہے دختر اسد یہ شیر ذوالجلال ہے یہ گرمی جلال ہے یہ تابش جمال ہے
عرق زچہ کو آگیا حریم کردگار میں

ولادت علی سے ہے ضیا فگن خدا کا گھر
تھے سبعۂ معلقہ جہاں پہ مطمح نظر
پہ لعل شب چراغ بھی وہیں عزیز نصب کر
چڑھا یہ سلک گوہریں اسی جدار کعبہ پر
کہ جادۂ نجات ہے اسی لڑی کے تار میں

پرچم فتح

در تہنیت فتح خیبر

شب ہوئی انجم تابندہ کا لشکر نکلا
پرچم فتح لئے ماہ منور نکلا

قلعۂ چرخ سے اٹھا شہ خاور کا علم
مہ نو خیمۂ زربفت سے باہر نکلا

جسنے اس گنبد بے در پہ نظر کی شب کو
منہ سے بیساختہ یا فاتح خیبر نکلا

نیند آنکھوں سے اڑی شوق علمداری میں
ذکر ما بین رفیقان پیمبر نکلا

دیکھئے کل علم فتح کسے ملتا ہے
فوج سے دیکھتے ہیں کون مظفر نکلا

دلمیں کچھ سوچ کے کہتے ہیں فراری کل کے
سچ تو ہے کیا ہی برا اپنا مقدر نکلا

کوئی کہتا ہے نشاں فوج کا میں پاؤنگا کل
جبن کہتا ہے کبھی گھر سے بھی باہر نکلا

کوئی کہتا ہے علم دینگے اسی کو حضرت
کل سب انصار و مہاجر میں جو بہتر نکلا

شوق وہ شوق کہ معلوم ہو میں سخت دلیر
بزدل ایسے کہ جہاں میں کوئی کمتر نکلا

الغرض رات کٹی جنگ خیالی میں عزیز
زعم میں اپنے ہر اک شخص دلاور نکلا

اسطرف صبح کے آثار نمودار ہوئے
گھر سے ہر شخص پئے طاعت داور نکلا

لائے تشریف مصلے پہ رسول عربی
بہر تسلیم اُدھر خسرو خاور نکلا

رات جس جس نے گزاری تھی ان امیدوں میں
جسم پر اسلحہ جنگ وہ سج کر نکلا

اُسطرف منصب عظمیٰ کے طلبگار بڑھے
یاں سفید ایک علم خیمہ سے باہر نکلا

دیکھ کر رایت اسلام پڑھا وہ مطلع
مطلع دہر منور سے جو بہتر نکلا

مطلع

اٹھو ارمان ترا اے در خیبر نکلا
قرعۂ فتح بنام شہ صفدر نکلا

لو صفیہ کو خبر دو کہ سنبھلکر بیٹھے
خیبر ہو اب کئی بدلے ہوئے تیور نکلا

کوئی دے دایۂ مرحب کو ذرا جا کے خبر
آ کے فرزند کو سمجھائے کہ حیدر نکلا

لو خدا خیر کرے قلعہ کے رہنے والو
آج بپھرا ہوا بیشہ سے غضنفر نکلا

دیدباں قلعہ کا بیٹھا ہو تو کہدو جا کر
بے خبر دار ہو اب فاتح خیبر نکلا

سر پہ مرحب کے پڑی ضرب صدا آئی عزیز
آج تیغ اسد اللہ کا جوہر نکلا

نہالِ طوبیٰ

در منقبت سرور اصفیا علی مرتضیٰ

اپنی یہ بے رحمیاں اللہ اکبر دیکھئے
میری شہ رگ دیکھئے اور اپنا خنجر دیکھئے

زندگی کا چشمہ ہے ان خنجروں کی آب میں
پھر اُسی انداز سے تیوری چڑھا کر دیکھئے

اک نگاہ روح پرور سے نہیں ہوتا سکوں
بسملوں کا یہ تقاضا ہے مکرر دیکھئے

جب تصادم ہو گا ان ذرات سے نکلیں گے تو
دل کے اجزا دیکھئے لیکن سنبھل کر دیکھئے

کچھ دھواں سا نزع میں منہ سے نکل کر رہ گیا
دیکھئے انجام ضبط قلب مضطر دیکھئے

میں رہین نا اُمیدی آپ سرگرم نشاط
اپنی قسمت دیکھئے میرا مقدر دیکھئے

آپ کیوں دیکھیں نظام گردش لیل و نہار
روئے روشن دیکھئے زلف معنبر دیکھئے

داد کا طالب کوئی اور داد گر اُنکی طرف
کیا گزرتی ہے سر میدان محشر دیکھئے

جنبش مژگاں مجھے لینے نہیں دیتی نگوں
مندمل ہوتا ہے دل کا زخم کیونکر دیکھئے

نرگس ساقی ہے جب در کشائے میکدہ
جام جم کیوں دیکھئے کیوں دورِ ساغر دیکھئے

پردہ داری سے بڑھا جوشِ تحیر کسقدر
رہ گئے ہیں کتنے لوگ آئینہ بنکر دیکھئے

وہم کے پر میں کیجاتی ہیں عقل آرائیاں
یہ تماشا ایک دن پردہ الٹ کر دیکھئے

عقل کے میداں ہیں یہ باطل ستیزی تا بکے
دیدۂ دل سے ذرا وحدت کا منظر دیکھئے

چاہیے ہو ذات واجب پر جو روشن تر دلیل
آئیے کعبے میں چلکر شانِ داور دیکھئے

ایک بندہ ہی جو پہنے ہو خدائی کا لباس
گر خدا کو دیکھنا ہو روئے حیدر دیکھئے

صدرِ اعظم میر افخم وہ وصی محترم
ہے عبادت اُسکے چہرے کی طرف گر دیکھئے

اِک بشر میں اتنے جلوے ایک النساء میں یہ نور
چشم حق بیں سے کمال صنع داور دیکھئے

دیدنی ہے جذبہ بے اختیار فاطمہؑ
شق ہوئی جاتی ہے یہ دیوار کیونکر دیکھئے

بے پئے ہو نشۂ مے کا اگر دلمیں خیال
جلوۂ مستانۂ ساقی کوثر دیکھئے

ڈالدی ہے حلق ہیں کعبے کے جسنے اک لکیر
کیا اثر کرتی ہے وہ مے میرے دلبر دیکھئے

حُسن ساقی کی تجلی آج ہے طاقت رُبا
دل کی حالت دیکھ کر کعبہ کا منظر دیکھئے

مل گیا اجر رسالت سرورِ عالم کو بھی
کس قدر مسرور بیٹھے ہیں پیمبر دیکھئے

کہہ رہی ہے یہ پیمبر سے نگاہِ خشمگیں
ان بتوں کی سرکشی اللہ اکبر دیکھئے

رعشہ بر اندام ہیں کعبے کے اصنام کبار
یا رسول اللہ اس بچّے کے تیور دیکھئے

سب صحیفے انبیا کے ہیں زبان پاک پر
اسطرح ملتی ہے میراث پیمبر دیکھئے

سنگ اسود کی سیہ پتلی میں نور آنے لگا
جلوہ رُخ سے چمک اُٹھے ہیں پتھر دیکھئے

دیکھنا ہو گر رسالت پر امامت کا عُروج
پائے حیدر دیکھئے دوشِ پیمبر دیکھئے

کارنامے دیکھنا ہوں زور بازو کے اگر
باب خیبر دیکھئے جبریل کے پر دیکھئے

امتحان زھد فی الدنیا اگر منظور ہے
لیف خرما دیکھئے پیوندِ چادر دیکھئے

نور ہیں قدرت کی آنکھوں کے علی ہوں یا رسول
منظر عرفاں میں دونوں کو برابر دیکھئے

توڑے زانو سے دبا کر اپنے جو نانِ جویں
وہ ضعیف و ناتواں اور فتح خیبر دیکھئے

چشم ظاہر بیں کی بینائی فقط کافی نہیں
دیدۂ دل سے جمال روئے حیدر دیکھئے

مل گیا یوں ذاتِ واجب سے کہ مشکل تھی تمیز
بزم وحدت میں اسی پردے کے اندر دیکھئے

اوج افلاک شرف تک اُسکے جانا ہی محال
رتبۂ مقداد و سلمان و ابوذر دیکھئے

دیکھنا ہو طبع حسّان ابن ثابت کا جو زور
نظم رنگین عزیز نکتہ پرور دیکھئے

۱۴ رجب ۱۳۳۳ھ

رایت ظفر

در تہنیت فتح خیبر

نظر بھر کر تو دیکھو منتظر سب پینے والے ہیں
رمد آلودہ آنکھیں سرخ صہبا کے پیالے ہیں

کیا حسن ازل نے طرۂ دستار کن جنکو
میان گلشن وحدت یہ وہ دو سرخ لالے ہیں

یہ مانا مضطرب کوئی نشانہ اڑ نہیں سکتا
لگا جو تیر تو پہلے ہم اپنا دل سنبھالے ہیں

الست اک میکدہ تھا اور یہیں سے ابتدا کی تھی
خبر بھی ہے یہ دریا نوش کب کے پینے والے ہیں

مبارک ہو کہ ساقی نے در میخانہ کھولا ہے
عزیزانِ مے پرست آچل کہ ہم تجکو سنبھالے ہیں

جبھی جانیں کہ سمجھیں انتہا عرفان ساقی کی
سنا ہے حضرت واعظ بڑے اللہ والے ہیں

نہیں تیغ ہلالی دست ساقی میں تو کیا پروا
سلامت جنبش ابرو کہ پھر سب زخم آلے ہیں

بلوریں جام دینا دور سے آتا ہوں اے ساقی
طلب کی راہ میں در تحفت تلوونکے چھالے ہیں

یہی موے مژہ جس سے پڑے ہیں بال شیشوں میں
جو گھٹ جائیں تو خنجر ہیں جو بڑھ جائیں تو بھالے ہیں

تصدق گرمی جوش جوانی کا پلا ساقی
وہ جام آتش تر رف میں جو تو نے چھالے ہیں

بڑھی ہے میکدہ میں واعظوں کی اتنی آزادی
اُسی کے دل سے کچھ پوچھو جناب شیخ کا تقویٰ
یہ ہی چوبیسویں ماہ رجب کی ہاں مرے ساقی
مجھے پینے کا فتویٰ دے سرِ عرش کے کاسہ میں
یہ دست نازک اور پھر ایک چلّو کیا بھلا ہوگا
ستارا صبح کا چمکا اذاں لشکر میں ہوتی ہے
سپید اک رایت اسلام خیمے سے نکلتا ہے
چلو رعنائیِ قامت کا نظارہ کریں ہم بھی
گزاری تھی جنھوں نے رات ساری شوقِ منصب میں
جنھیں اپنی جگہ پر ہیں شجاعت کے بڑے دعوے
درِ خیبر یہ دیکھو مختلف شکلیں شجاعت کی
ہے زورِ کل اسلام آج حیدر کی کلائی میں
اُدھر جبریل و میکائیل مامور اپنے منصب پر
سراپے علی کی مدح میں کیا خامہ فرسا ہوں
علی کی انتہائی قوتوں کو کوئی کیا جانے

عمامے رہن تھے پہلے مگر اب بیچ ڈالے ہیں
عبا کی آستیں سے جنے اکثر بت نکالے ہیں
علم تیار ہے اور منتظر فوجی رسالے ہیں
بقدر ظرفِ رنداں قدح کش یہ پیالے ہیں
یہ مے آشام ساقی ڈگمگا کے پینے والے ہیں
مسلح شوق منصب میں نبی کیا تھ ڈالے ہیں
علی تو ہیں علی گھوڑے کے بھی تیور نرالے ہیں
لباس خاص اپنا اب نبی پہنا نیوالے ہیں
علم کیسا تھا آج اُنکے وہ دستگیر نالے ہیں
اُنھیں اچھی طرح ہم معرکوں میں دیکھ بھالے ہیں
کہ یہ اقلیدس جرأت کے دو چھوٹے مقالے ہیں
شکست و فتح کیسی کفر کو جینے کے لالے ہیں
کلائی کو یہ تھامے ہیں وہ دنیا کو سنبھالے ہیں
ید قدرت نے اعضا حسن کے سانچے میں ڈھالے ہیں
کہ پہلی مشق میں اژدر کے کلے چیر ڈالے ہیں

ہراسِ جنگ کیا ہوتا علی کے مطمئن دل میں — یہ چادر تان کر فرشِ نبی پر سونے والے ہیں

تعجب کر رہی ہے روحِ داؤد اس کرامت پر — علی دروازۂ خیبر میں اپنا ہاتھ ڈالے ہیں

برابر لشکرِ اسلام پر تقسیم ہوتے ہیں — درِ خیبر کے ٹکڑے ہیں کہ جنت کے قبالے ہیں

علی قاتل ہے انکے شوہروں کا اسپہ ہیں نالاں — وہ خاتونیں کہ جنکے زیبِ پیکر رنڈسالے ہیں

خدا دیکھیں علی کی فتحِ خیبر دیکھنے والے — حصیرِ فقر ہے اور آردِ جو کے نوالے ہیں

دو عالم بالکنایہ ہیں جو تمہیدِ آفرینش کی — علیؑ کے وصف میں یہ مختصر سے دو رسالے ہیں

جو پوچھے خضرِ راہِ عشق کہہ دینا عزیز اس سے
خدا کے نام لیوا ہیں علی پر مرنے والے ہیں

۲۴۔ رجب ۱۳۳۲ھ

پروانۂ جنت

در مدح حضرت حجت

دلکو یہ شرف الفت حیدر سے ملا ہے
یہ جام مجھے ساقی کوثر سے ملا ہے

چلتے ہیں اشارے پہ جہاں لوح و قلم بھی
پروانۂ جنت اسی در سے ملا ہے

بندہ ہوں مگر ڈر ہے کہ آزاد نہ ہو جاؤں
فرمان فراغت مجھے قنبر سے ملا ہے

ہے دولت جاوید ولائے شہ مرداں
مجکو یہ زر نقد ابوذر سے ملا ہے

ایمان ہو عزت ہو کہ رنگینی گفتار
جو کچھ بھی ملا ہے وہ اسی گھر سے ملا ہے

دعوائے غلامی بھی سزاوار نہیں کیا؟
جب میرا نسب مالک اشتر سے ملا ہے

عزت یہ مجھے حضرت حجت سے ملی ہے
ہاں ہاں یہ شرف آل پیمبر سے ملا ہے

وہ حجت حق ختم ہوئی جس پہ امامت
اکلیل ریاست جسے حیدر سے ملا ہے

اب آل پیمبر کا سفینہ ہے یہی ذات
افلاک کا پایہ اسی لنگر سے ملا ہے

چہرہ کا فروغ احمد مختار سے پایا
کس بازو نہیں قالع خیبر سے ملا ہے

جرات کا سبق حضرت شبیر سے پایا — لشکر کا علم عم دلاور سے ملا ہے

ورثہ میں زرہ جعفر طیار سے پائی — اور تیغ پہ قبضہ انھیں حیدر سے ملا ہے

اس تیغ پہ انسیہ حورا کی ہے صیقل — اور کاٹ اسے جبریل کے شہپر سے ملا ہے

خردی و بزرگی کا تفاوت ہو تو پوچھو — پر علم امامت تو برابر سے ملا ہے

کافی ہے تری زلف مسلسل کی ثنا میں — یہ سلسلہ گیسوئے پیمبر سے ملا ہے

نکلی ہیں زچاخانہ سے کہتی ہوئی زینب — یہ چاند مجھے میرے مقدر سے ملا ہے

رُوئے گل زینب پہ تحیر کی نظر کیوں — یہ رنگ جوانی پیمبر سے ملا ہے

کافی ہے عزیز سخن آرا کو یہ عزت
تمغائے شرف اسکو ترے در سے ملا ہے

لہ انسیہ حورا۔ نام حضرت فاطمہ رض

بہارِ خضرا

در مدح حضرت حجّہ عجّل اللّٰہ ظہورہٗ

آنسو ہیں بھرے شاید پیمانہ چھلکتا ہے
سُرمہ شب فرقت کا آنکھوں میں کھٹکتا ہے

چھپتے ہوئے دیکھا تھا پردے میں کبھی تم کو
اُسدن سے دل بسمل ہر وقت پھڑکتا ہے

اس تیرگی شب کی حد بھی ہے کوئی یارب
کھلتی ہیں وہاں زلفیں دل اور دھڑکتا ہے

اب جیسٹر بھی دے اسکو اے آہ فلک پیما
یہ آبلۂ گردوں مدّت سے تپکتا ہے

الفت کے منازل کی پیچیدگیاں دیکھو
خود خضر طریقت بھی رستہ میں بھٹکتا ہے

دریائے محبت میں جذبات کی لہریں ہیں
یا سبزۂ خوابیدۂ خضرا کا لہکتا ہے

یہ پیکر گیتی میں پھونکا ہے نفس کسنے
موجِ رگ جاں بنکر ہر جادہ پھڑکتا ہے

ہر ذرہ لڑاتا ہے خورشید سے آج آنکھیں
کس کے رُخ روشن سے یہ نور ٹپکتا ہے

پیشانی آدم میں جس نور کا جلوہ تھا
وہ خواب ملیکہ میں جا جا کے چمکتا ہے

کس نور مجسم سے اضداد ہوئے ظاہر
اسلام چمکتا ہے اور کفر دہکتا ہے

وہ منتظرِ دوران تصویرِ ابوالقاسم — احمد کی طرح جسکا نور آج چمکتا ہے
وہ قائمِ گیتی یعنے خلف الصالح — جس کے رخ روشن سے خود نور کو سکتا ہے
ہاں وقت ہی اے ساقی دے وہ مئے ریحانی — میخانہ ترا جس کی نکہت سے مہکتا ہے
دونوں طرف اے ساقی جذبات برابر ہیں — ہچکی مجھے آتی ہے جب جام کھنکتا ہے
ساعت ہے ولادت کی لکھتا ہوں پھر اک مطلع — جو ہر مئے کوثر کا خامہ سے ٹپکتا ہے

مطلع

رعب اسد اللٰہی آنکھوں سے ٹپکتا ہے — شیر آتے ہوئے آگے بچہ کی جھجکتا ہے
ملتی نہیں گنجایش جب بطن منور میں — عارض سے عرق بنکر اک نور ٹپکتا ہے
حوران بہشتی ہیں مصروف گل افشانی — نرجس کا زچہ خانہ پھولوں سے مہکتا ہے
پھرتی ہے سفیدی اب حسن رخ یوسف کی — گھر نرجس خاتوں کا تارا سا چمکتا ہے
رگ رگ میں لہو جس کے رخسار محمدؐ کا — آغوش میں نرجس کے وہ پھول مہکتا ہے
ہے سندس و دیبا سے پیکر کی عجب رونق — ملبوس بہشتی سے رنگ اور دمکتا ہے
کس شیر کا ہے پوتا کس باپ کا ہے بیٹا — تلوار کے قبضہ پر رہ رہ کے ہمکتا ہے
پڑتی ہے جو چھوٹ اسکے رخسار منور کی — بجلی سی چمکتی ہے کوندا سا لپکتا ہے
آغوش حفاظت میں دیتا ہے کوئی دیکھو — اک مرغ سفید آکر قدموں پہ پھڑکتا ہے

اسلام کی رگ رگ میں کرتا ہے لہو دورہ
آغوش میں نرجس کے جسوقت ہمکتا ہے

سہ پارہ احمد کو سینہ سے لگائے ہیں
اک چاند چمکتا ہے آنچل جو سرکتا ہے

گردن میں حمائل ہیں وہ چاندسی دو باہیں
نرجس کے گلے میں یا تعویذ لٹکتا ہے

خال رُخ روشن کی اللہ ری ولآویزی
ہر اختر تابندہ مولود کو تکتا ہے

خط بن کے نکلتا ہے اک نور نبوت کا
جب شان محمد سے رُخ باپ کا تکتا ہے

نیند آتی ہے احمد کو کاشانۂ جنت میں
ریحانۂ نرجس کو جب کوئی تھپکتا ہے

کیا دودھ کی دھاروں میں تاثیر ہے اے نرجس
جو آبِ بقا بنکر رگ رگ میں چھلکتا ہے

غرق مئے لذت ہے شیریں سخنی اُس کی
زمزم کو بھی حیرت ہے کوثر کو بھی سکتا ہے

مصروف عبادت ہیں بہتے ہوئے پانی پر
جاتے ہوئے خدمت میں ہر شخص جھجکتا ہے

تا چند حجاب آخر اے نور امامت کے
پردہ در دولت کا سر در پہ پٹکتا ہے

ماتھے پہ عرق آیا اے منتظر دوراں
اب عمر کا پیمانہ دم بھر میں چھلکتا ہے

چشم حجر الاسود پتھرا گئی اے مولا
کب نور ترا دیکھیں کعبہ میں چمکتا ہے

پڑھتا ہے عزیز اپنے اشعار طرب آگیں
یا بلبل شوریدہ طوبےٰ پہ چہکتا ہے

سرِّ حقیقت

در مدح حضرت حجت ؑ

ازل سے دل مرا نقش بدیع کلک فطرت تھا
نظام ہر دو عالم قطرۂ خوں میں ودیعت تھا

حریم قدس کے پردے میں اک ہلکی سی جنبش تھی
تجلی چھن رہی تھی جلوہ بیتاب اشاعت تھا

طلسم لوح پر بیٹھا ہوا تھا اسم اعظم کا
قلم سجدہ میں تھا اندیشہ اک تصویر حیرت تھا

جلال سرمدی لہرا رہا تھا اپنے پرچم کو
خزانہ کُن کا زیر پردۂ اسرار ہیبت تھا

کھڑے تھے ڈگمگاتے تن پر زمیں کے فرط ہیبت سے
مگر یہ سبزہ خوابیدہ بھی پامال حسرت تھا

خموشی کو تجلی سے ہم آغوشی کی لذت تھی
ہر اک جلوہ مگر تفسیر قرآن حقیقت تھا

چلی آتی تھیں کانوں میں شکست دل کی آوازیں
یہ غنچے اس چمن کے تھے پیاز و برگ عشرت تھا

وہی دل عین عالم صورت حق برزخ اکبر
ازل کی بزم میں یوں مائل حرف و حکایت تھا

تجلی بھی نہ تھی جب تک بساط بزم لاہوتی
مدار قطب پر میں نقطۂ انوار وحدت تھا

پھر یہ امیرا اڑتا تھا فضائے علم باری میں
ازل کی صبح سے میں میر سامان مشیت تھا

نئے ہیں مجکو برسوں کوثر توحید میں غوطے
میرے ہر اشک میں پنہاں کف سیلاب رحمت تھا

یہ صوت سرمدی جسپر ستارے رقص کرتے ہیں
وہ نالہ ہے ازل سے جو شرر ریز محبت تھا

برودت ماہ میں تھا اور حرارت مہر تاباں میں
ہوائے صبح میں خنکی تھا پھولوں میں نزاکت تھا

مجھے چھیڑا تو ہر نغمہ سے اک عالم ہوا پیدا
نواؤں سے بھرا دل پردۂ ساز حقیقت تھا

مجھی کو دیکھ کر اور اہل دل تسکین پاتے تھے
سراپا زخم تھا اور مرہم زخم محبت تھا

حجاب اندر حجاب اِک نور تھا محو خود آرائی
سراپا حسن کا جوہر شعاع روئے وحدت تھا

ابد کی شام کیا اک سلسلہ ہی میرے گیسو کا
ازل کی صبح کیا اک لمعۂ نور صباحت تھا

طلسم نقش کن ٹوٹا تھا میرے سانس لینے سے
میں ہی روح مجرد باعث ایجاد فطرت تھا

جبینِ حور کا بوسہ ملائک عار سمجھے تھے
میرا نقش کف پا اسقدر لبریز طلعت تھا

عرق ٹپکا تھا جو ہنگامِ سجدہ میرے ماتھے سے
اُسی کا قطرہ قطرہ نقشبند نہر جنت تھا

نثار بے نیازی تھا میرے اشکوں کا سرمایہ
نہ سیارہ ثوابت تھے نہ یہ سامان زینت تھا

وہ تڑکا نور کا وہ کروٹیں دریائے رحمت کی
جہاں میں سب سے پہلے غرق تاثیر برودت تھا

ہوا مسطر کش برق تجلی طور سینا پر
دماغ موسوی میں بیخودی سی میں عبارت تھا

خلیل شوق نے فدیہ دیا تھا میری ہی دل کو
منائے عشق میں جب میں طلبگار شہادت تھا

فرازِ نوکِ نیزہ تھی کبھی معراج کی منزل
تہِ خنجر تجلی بخش محراب عبادت تھا

کبھی ایوب کو دیتا تھا تعلیم شکیبائی
کبھی ادریس مکتب تھا کبھی لقمان حکمت تھا

میری سیرت سے ظاہر تھے خواص اسمائے حسنیٰ کے
میری صورت سے پیدا ایک جوش معنویت تھا

ستاروں نے مجھے سجدہ کیا تھا بزم رویا میں
سریر مصر پر میں پایہ افراز حکومت تھا

کبھی محو تمنا تھا میں نے بیت زلیخا میں
کبھی کاخ مصور میں نقوش آرائے زینت تھا

سکوت و نطق دونوں سے دکھائے معجزے میں نے
بلاغت تھا لسان اللہ میں قرآں میں فصاحت تھا

ہمیشہ عالم باطن میں کی ہنگامہ آرائی
ہیولیٰ ذات تھی میری زمانہ صرف صورت تھا

جہاں روح القدس کے بھی پر پرواز جلتے تھے
وہاں اک رات ایسی تھی کہ میں سرگرم خلوت تھا

رہا خاموش جب تک علم تھا قرآں صامت کا
زباں گویا ہوئی جس روز قانون شریعت تھا

چھلکتا تھا غدیر خم میں میرے نور کا چشمہ
دم بیعت میں ہی سرمایۂ حسن عقیدت تھا

ببولوں کی گھنیری چھاؤں میں تھا واعظ قومی
سر منبر میں ہی فرمان تبلیغ رسالت تھا

کبھی تھا ماہ کنعاں اور کبھی تھا نیّر بطحیٰ
کبھی نور صباحت تھا کبھی کان ملاحت تھا

ہزاروں سال ساق عرش پر چمکا مرا جلوہ
شبستان عدم میں نور مشکوٰۃ ہدایت تھا

حجاب ہیبت و عظمت حجاب منت و رحمت
سرادق تھے یہ میری بزم کے میں نقش قدرت تھا

ہوئی ہے خاکساری جلوہ گستر نور سے میرے
میں ہی ہنگام دحو الارض اک فراش قدرت تھا

چمکتا تھا کبھی آدم صفی اللہ کے ماتھے پر
بہشت صلب براہیم میں گلزار جنت تھا

حجاب علم میں پھیلا تو اک دریا تھا قدرت کا
حجاب شرم میں سمٹا تو میں مہر نبوت تھا

محمد ابتدا میری محمد انتہا میری
کبھی ختم رسالت تھا کبھی ختم امامت تھا

مودب سامنے میرے تھے بارہ نور خلوت میں
کہ جنمیں سے ہر اک کے سر پہ اک تاج کرامت تھا

خفا میں ہوں کہ ظاہر میں خدا کی شان دکھلادی
میں ہی شمع فروزاں تھا میں ہی فانوس غیبت تھا

حسینان چمن کہتے تھے طاؤس اہل جنت کا
میری رعنائی قامت کا عالم اک قیامت تھا

چمکتا تھا یہ اک خال ایسا خد امین پر
جمال کوکب دری سراپا غرق حیرت تھا

عرب کے رنگ میں ڈوبا تھا میرا جامۂ صورت
برنگ جسم اسرائیل میرا قد و قامت تھا

یہ خط و خال تھے محدود میری نقش صورت تک
میں ہی فرد ازل پر آخری مہر نبوت تھا

مشیت تو حدیث ابتدائے آفرینش تھی
مگر جلوہ دعائے ختم قرآن امامت تھا

ہوا جب جلوہ گستر میں تو زینت تھی خدائی میں
حجاب عرش بھی آئینۂ صبح ولادت تھا

نگاہ اہل معنی میں میری تصویر پھرتی تھی
عزیز فاضل طینت کے دل میں ذوق مدحت تھا

۱۵ر شعبان ۱۳۳۶ھ

نرگسِ شہلا

در ستائشِ قائم آلِ عبا

کہاں تک ضبط کرتا حسن خود میں جوشش خودداری
اک انگڑائی سے آخر جل اٹھی شمع ضیاباری

ازل نے اپنی محفل کو سجا انوار قدرت سے
جلال حسن نے دی دل کو تعلیم پرستاری

بیاض انوار لاہوتی کی کھولی صبح دلکش نے
جبینوں میں عبودیت کے سرچشمے ہوئے جاری

نقاب الٹی بڑی منت سے ذوق خودنمائی نے
دکھائی عکس رخ نے صفحۂ فطرت پہ گلکاری

دم تحریر نقش حُسن شوخی قلم دیکھو
نکلتے ہیں خم ابتک زلفِ پرخم سے بدشواری

عناصر سے بنا کر عشق ہستی نو کا پیکر
جہنم جس سے سُلگا یا رکھی دل میں وہ چنگاری

تجلّی اپنی دکھلا کر رگ گردن میں در آیا
گلے سب کو لگایا سبحہ گرداں ہو کہ زناری

پری شیشے میں اُتری قالب خاکی میں جاں آئی
عناصر نے حفاظت کو اُٹھائی چار دیواری

حجاب ناز میں جنبش دلِ بیتاب میں لرزش
اِدھر ہے ضبط ناممکن اُدھر دشوار خودداری

رہا محروم کوئی بھی نہ فیض چشم ساقی سے
چھلکایا بادہ نوشوں کو بقدر ظرف میخواری

لبوں کو معجزہ، غمزہ کو دشنہ، آنکھ کو جادو
نگہ کو تیر، ابرو کو کماں، طرّہ کو طراری

جبیں کو آئینہ، رخ کو چمن، قامت کو رعنائی
کرشموں کو ستم، دل کو جفا، مژگاں کو خونخواری

حبابوں کو ملے چھالے بھنور کو گردش قسمت
روانی قلزم ذخار کو ساحل کو خودداری

گلوں کا دامن خالی جو دیکھا پردۂ شب میں
عطا کی شبنم شاداب کو مشق گہرباری

بھرا اک سم قاتل پتلیوں میں حسن دلکش کی
پھر اسکو پیکر عاشق کی رگ رگ میں کیا ساری

نگاہ سرمہ سا کو دے کے جوہر زخم کاوی کا
دماغ چارہ گر میں بھر دیا وہم رفوکاری

ودیعت کر کے دلکو صبر کی قوت وہاں بھیجا
جہاں تیغیں برستی تھیں جہاں ہوتی تھی سرباری

سکوت محض نے بتلائے آئین سخنگوئی
زبان بے زبانی نے سکھائی لغز گفتاری

دکھا کر نقش مظلومی عطا کی دل کو وہ طاقت
کہ اسنے معرکونمیں آج تک ہمت نہیں ہاری

کیا رسوا مگر پیدا کیا خود ذوق رسوائی
کیا بدنام لیکن دل میں بھر دی لذت خواری

بشارت طالبان وصل کو دی سخت جانی کی
کہ موت آئیگی جلد اور روح نکلیگی بدشواری

بھرے رنگ اسقدر اس نقش میں نقاش قدرت نے
لباس سادگی میں حسن نے دکھلائی پرکاری

در میخانہ کھولا جنبش باد بہاری نے
نگاہ مست نے نافذ کیا فرمان میخواری

ملایا تشنہ کاموں کے لئے مدہوش ساقی نے
شراب بوذری میں بادۂ سرجوش عماری

حجابِ علم میں جنبش ہوئی نقش شہودی کو
لیا ارواحِ پاکیزہ سے پیمانِ وفاداری

حجاب بطن قدرت سے کیا اک نور کو ظاہر
پنھا کر دست رحمت سے مرصع تاج سرداری

ھو الاول ھو الاخر ھو الظاہر ھو الباطن
ازل سے تا ابد کونین میں جس کی ضیا باری

وہی مطلع نبوّت کا وہی مقطع اِمامت کا
اُسی سے اِبتدا و انتہا کی گرم بازاری

شکم میں آمنہ کے جلوۂ اسرارِ ربّانی
حجاب بطن نرجس میں کمال رحمت باری

سفیر دولت آل محمد مہدی دوراں
رئیسِ ملّتِ بیضا حبیب ایزد باری

ابو القاسم محمد حجۃ حق رہبر عالم
مزین ہے سر اقدس پہ جسکے تاج سرداری

وصی المصطفےٰ حقا امام الانس والجنۃ
قسیم النار والجنۃ امین و خاصہ باری

رسالت کا صلہ حق سے ملا ہے آج احمد کو
خلیل اللہ نے پایا تھا جیسے اجر معماری

لباس مصطفےٰ تجھ پر کھلا اے نوری الخلقت
تجلی حقیقت خود ہوئی محو ضیا باری

گل تازہ کوئی گلشن میں شاید کھلنے والا ہے
یقیناً آج معنی خیز ہے نرگس کی بیداری

پسینے سے نرجہ کا رُوئے روشن جگمگاتا ہے
گل نرجس پہ شبنم کر رہی ہے یا گہر باری

محیط نور میں محصور ادھر اِک پیکر نوری
ادھر سجدہ میں اک فرمانروائے کشورِ باری

مُبارک ہو ہوا رونق فزائے عرصۂ گیتی
خداوند نگین و تاج شایان جہانداری

جناب اقدس علیا جناب نرجس خاتون
لئے آغوش میں گلدستۂ افضال داداری

ہمارے خوش نصیبی نے کیا اسلام پر سایہ
جو روحیں سو گئیں تھیں ہو گئیں پھر محو بیداری

نثار ان مدبھری آنکھوں پہ جوہر حسن فطرت کا
تصدق نیم خوابی پر تری عالم کی بیداری

امامت آج ملبوس نبوت میں نظر آئی
جوانی مصطفٰے کی کر رہی ہے آئینہ داری

وہ شیر مریم کبرٰے جناب نرجس خاتوں
ق
ہوا دھاروں سے جس کی چشمۂ آب بقا جاری

جناب خضر کو دکھلا کے زور اعجاز کا اپنے
لہو بنکر امام پاک کی رگ رگ میں ہے ساری

رخ پرنور قرآں خال رخ اک کوکب دری
کوئی حد حسن کی ہے سر سے پا تک ہر ادا پیاری

ادھر ناقوس نے آواز دی سبحانہ حقا
بتوں میں غلغلہ اٹھا ادھر حق بر زباں جاری

فضا میں اک صدا گونجی سنبھلکر اب چلیں ظالم
جہاں میں قائم آل عبا کی ہے عملداری

شہیدان وفا کے خوں میں موج انتقام اٹھی
بساط خاک پر اک عدل کا دریا ہوا جاری

ولایت اسکی جنت ہے عداوت اسکی دوزخ ہے
یہی فرمان احمد ہے یہی فرمودۂ باری

ہوا روشنگر عالم ہٹا کر پردہ ظلمت
چھپا غیبت کے پردے میں دکھا کر شان ستاری

مصلےٰ جس کا سطح آب پر وہ بحر عرفانی
عبادت میں ادھر وہ تر زباں پانی ادھر جاری

مثل مشہور ہے اول بآخر نسبتے دارد
دکھاتا نور ان کا کیوں نہ احمد کی ضیا باری

نقاب رخ الٹ اے مقتدائے عیسیٰ مریم
سراپا ناز آخر تابکے یہ شرم خودداری

رہی ہے دم بخود برسوں کہاں تک ضبط اے مولا
بہت کی ذوالفقار حیدری نے ناز برداری

عزیز اپنے عریضہ کو کرو ملفوف مٹی میں، — کہ ظاہر فاصل طینت سے ہو جوش وفاداری

طلسم آب و گل میں پا بگل کب تک رہوں مولا — یہ مانا ایک مشت خاک ہے پابند صد خواری

ملے معراج اگر زلفوں سے مس کر دو خط قسمت — سواد لیلۃ الاسرا بنے داغ سیہ کاری

قصائد کے سوا کیا دونگا میں رضوان جنت کو — یہی تمغائے بخشش ہے یہی فرمان رہداری

کٹھن ہے شام فرقت جلد یہ منزل کہیں طے ہو
کریں ارض نجف میں صبح عشرت تیرے درباری

خطاب بساقی
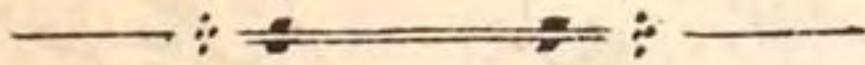
مژدہ رندان خرابات کہ پینا ہے ثواب ، / خطبۂ عید غدیر آج ہے جوشِ مے ناب

مجلس مے ہے غزلخواں ہے عزیز مدہوش / ساقیا ہاں ترے مشتاق ہیں رندان خراب

رہ میخانہ ہے دور آرزوئے شوق فزوں / کشتی مے کو ذرا تیز کرا ے مست شباب

تو نے کھینچی تھی کسی روز طناب خورشید / کھینچ دے آج اُسی طرح زمیں کی بھی طناب

جنبش ابروے پرخم کے نثار اے ساقی / یہی مسجد ہے مری اور یہی میری محراب

دور تک چھانو ببولوں کی نظر آتی ہے / انھیں کانٹوں میں ہیں چھپے ہوئے دو ایک گلاب

زرد ہے رنگ مرا دے وہی جام یاقوت / جسم میں خون نہیں لا وہی گلرنگ شراب

مے وہ مے روح قدس کے لئے جو ساز طرب / مے وہ مے داغ معاصی کیلئے جو تیزاب

معتدل کر قدح بادہ پرستان ازل ، / بادۂ تند حجازی میں ہو بصرہ کا گلاب

وقت ہے گرم مگر ساز پہ ہیں ساز چھڑے / جو کرن پھوٹی ہے سورج کی وہ ہے تار رباب

مہر گرمی سے ہوا غرق مے نشۂ غدیر
ساقی ابر بکف اب تو مجھے کر سیراب

تجلّی

در مدح حضرت حجّت ع

جلوۂ حسن خودنما چھپ کے کوئی دکھائے کیوں
چھپ نہ سکے تو پھر کوئی پردے میں منہ چھپائے کیوں

میں نہ ہوں اور آؤ تم جلوۂ رُخ دکھاؤ تم
دلِ و نصیب دشمناں مجکو خدا دکھائے کیوں

عشق سے حب نہیں ہے ربط دلمیں نہیں ہے تاب ضبط
سامنے اسکے کرے کیوں منہ میں لگی جائے کیوں

سوز فراق کم نہیں شعلۂ آہ کم نہیں
خرمن دل پہ بجلیاں ہنسکے کوئی گرائے کیوں

دل کے شکستہ جام میں پڑ گئے اور چند بال
نرگس مے پرست میں سرمہ کوئی لگائے کیوں

دلمیں ہو جسکے کیف ذوق جسکو ملے نگاہ شوق
ضبط وہ کسلئے کرے تاب نظارہ لائے کیوں

قصۂ درد دل کہوں کس سے وہ کہہ رہے ہیں جب
ہمتو ہنسینگے ہاں یونہیں کچھ کوئی ہمیں سنائے کیوں

دل میں ہے جسکے درد ہو لب پہ نہ آہ سرد ہو
بیٹھ کے پھر جو اٹھ سکے اسکی گلی میں جائے کیوں

خوش نہیں ہونگے اس سے ہم ہے یہ ستم نما کرم
اشک بھر آئیں آنکھ میں اتنا کوئی ہنسائے کیوں

طول شب فراق کی حد بھی ہے کوئی یا نصیب
اور بھی امتحان ہیں یوں کوئی آزمائے کیوں

محفل ناز یہ نہیں خلوت راز یہ نہیں
بیٹھے ہیں سامرہ میں ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

سامرہ مولد امام آئینۂ تجلیات
جسنے سیاحت اسکی کی کعبے بھلا وہ جائے کیوں

چھان کے جو شراب کو پوشش کعبہ میں پیے
ایسے قدح نواز کو مے کوئی اور بھائے کیوں

ہوں نہ شکست توبہ پر راغب اگر طبیعتیں
فصل بہار آئے کیوں ابر سیاہ چھائے کیوں

پی ہو زچہ نے آج جو ہو اُسی کہنہ مے کا شوق
دیکھے شراب تازہ تر کوئی لگی بجھائے کیوں

گود میں ماہتاب ہو ہاتھ میں آفتاب ہو
آج پیوں گا اس طرح ورنہ کوئی پلائے کیوں

چاند وہ کون منتظر قائم و صاحب الزماں
جسکو ملے ہوں یہ لقب دلمیں جگہ نہ پائے کیوں

اُسکا وجود محترم ہو نہ جہاں فروز اگر
خواب ملیکہ میں کوئی لیکے پیام آئے کیوں

جذب کریں گے معرفت لیکے زبان عسکری
حکم ابھی ملا نہیں دودھ کوئی پلائے کیوں

اُسنے عریضہ پر اگر مصلحتاً نہ کی نظر
دل میں عزیز نکتہ رس کوئی خیال لائے کیوں

رحیق ریحانی

در ستائش حضرت صاحب الامر عجل اللہ ظہورہ

دید آساں ابھی اے موسیٰ عمراں ہو جائے
خط اگر برق تجلی کا رگِ جاں ہو جائے

تا کمر چشمۂ خورشید سے ابھرے کوئی
غرق تاثیر جو آہ دل سوزاں ہو جائے

مرغ بے پر ہوں مگر دل میں ہے وسعت اتنی
آہ کھینچوں تو قفس میرا بیاباں ہو جائے

ناتوانی میں اک اعجاز ہے اے دستِ جنوں
طے اگر مرحلۂ چاک گریباں ہو جائے

یوں کوئی زلف بناتا ہے سنورنے والے
دل تنہا ہو پریشاں تو پریشاں ہو جائے

دیکھ لیں منزلِ قوسین پھر اربابِ نظر
تیغ ابرو جو ہلالِ مہِ شعباں ہو جائے

پردۂ جوش میں مضمر ہے رہائی میری
ایک انگڑائی جو لوں وا درِ زنداں ہو جائے

طے بھی ہو مسئلۂ کشمکشِ موت و حیات
آپ آ جائیں تو مشکل مری آساں ہو جائے

انتہا وحشتِ دل کی ہو خدا کو معلوم
تیرے ہاتھوں سے اگر چاک گریباں ہو جائے

ایسے چھپنے سے بھلا فائدہ چھپنے والے
لاکھ پردے ہوں مگر پھر بھی نمایاں ہو جائے

حفظ ناموس تجلی کی یہاں تک کوشش
ایک جلوہ بھی نمایاں ہو تو پنہاں ہو جائے

نوبت اب بزم میں میری، ہو گیا عہد کلیم
شعلۂ طور سے کہہ دو کہ فروزاں ہو جائے

عقدۂ تنگی دل وا ہو تو جلوے نکلیں
غنچۂ مٹھی کو جو کھولے تو گلستاں ہو جائے

ق

پرتو رخ نے سجا گلشن عالم ایسا
حسن بھی دیکھ کے آئینہ حیراں ہو جائے

سج کے پھر دست تمنا نے چنے بارہ پھول
پھول ایسے کہ نثار اُن پہ گلستاں ہو جائے

گل اول کو کیا زینت دستار ازل
تاکہ رونق کدہ یہ عالم امکاں ہو جائے

گل دوم سے ہوا سبز شعاعوں کا ظہور
تاکہ سرسبز بہار چمنستاں ہو جائے

گل سوم کو کیا کلک ازل نے گلنار
تاکہ یاقوت نما خاک شہیداں ہو جائے

گل چہارم کی ضیا خلق میں یہ کہکے بڑھی
کوئی تو شمع سیہ خانۂ زنداں ہو جائے

زینت بزم جہاں ہو چکے جب گیارہ پھول،
پھر یہ چاہا کہ مرتب چمنستاں ہو جائے

گل نرجس پہ نظر قدرت حق نے ڈالی
تاکہ شیرازہ عالم نہ پریشاں ہو جائے

حجۃ اللہ علی الخلق امام برحق
حشر آجائے جو پردے سے نمایاں ہو جائے

ہو اگر کرسی اجلال پہ وہ جلوہ فروز
پر جبریل امیں مروحہ جنباں ہو جائے

مطلع نو سے کھلیں جوہر تیغ افکار
خطۂ ہند بھی شیراز و صفاہاں ہو جائے

مطلع

نام نامی جو ترا زینت عنواں ہو جائے
لوح دیباچۂ دل مشرق عرفاں ہو جائے

نکل آئے پردۂ اسرار سے خورشید نجف
آئینہ زار تجلی یہ شبستاں ہو جائے

پھیر دے خلق سے گر تو نگہ نظم و نسق
آج شیرازۂ کونین پریشاں ہو جائے

ذوالفقار اسد اللہ کی قسمت چمکے
تیری شہ زور کلائی جو نمایاں ہو جائے

تو الٹ دے جو کہیں چہرۂ روشن سے نقاب
بہتر از صبح وطن شام غریباں ہو جائے

چاہتا ہوں تری آمد کا کروں کچھ ساماں
زیر پا فرش جمال مہ کنعاں ہو جائے

ارض کعبہ متمنی ہے کہ ہو تیرا ظہور
رحل آغوش حرم حامل قرآں ہو جائے

اے ترے ہے معجزۂ طول حیات قائم
شیر نر جس سے عیاں چشمۂ حیواں ہو جائے

پر تو حسن نے تیرے یہ دکھائی قدرت
ورنہ کیا خاک کی ہستی تھی کہ انساں ہو جائے

فرق دونوں کی عبارت میں سر مو شے ہے
بیت ابرو جو تری داخل قرآں ہو جائے

ساقیا خون میں دوڑا دے ذرا روح نشاط
ہر بن موئے بدن آج غزلخواں ہو جائے

پھر تجلی سر طور نمایاں ہو جائے
موج اگر آتش تر کی شرر افشاں ہو جائے

اک نظر ڈال کے قطروں کو سمندر کر دے
ساغرِ بادہ سرجوش میں طوفاں ہو جائے

سُرخ شیشے سے حنائی ہو کلائی تیری
ہاتھ خجلت دہِ صد پنجۂ مرجاں ہو جائے

جرعۂ آب میں ہو بادہ سرجوش کا رنگ
کیفِ مے میکدہ دہر میں ارزاں ہو جائے

شبِ مہتاب میں پینے کا مزا ہو ساقی
چاند سے رُخ پہ اگر زلف پریشاں ہو جائے

جلوہ دکھلا کے چمک جائے دلِ تنگ عزیزؔ
اس سیہ خانے میں اک شمع فروزاں ہو جائے
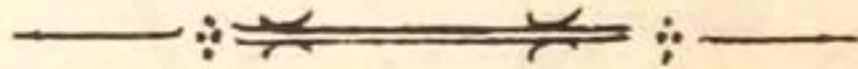
مسدس

در حالات عقیدت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

ظفر خسرو خاوری پا رہا ہے — کواکب کا عسکر چلا جا رہا ہے
وہ سورج چمک اپنی دکھلا رہا ہے — سمندر میں دیکھو جہاز آ رہا ہے
خلاصی چلے ہیں وہ لنگر اٹھا ہے
یم نور ہے اور خدا ناخدا ہے

جگہ پردۂ شب میں تاروں نے پائی — کھلا دفتر شرح قدرت نمائی
بڑھا نور دریا میں اک لہر آئی — شفق نے اُدھر سُرخ بیرق دکھائی
ہوئی صبح تاثیر میں آہ ڈوبی
ادھر بحر میں کشتیٔ ماہ ڈوبی

اُٹھے پھول بستر کو پھر سے سنوارا — بساط فلک پر نہیں کوئی تارا
وہ غواص قدرت نے دے کر سہارا — حسیں کل جو ڈوبا تھا اُسکو ابھارا

شعاعوں کو دنیا میں پھیلا کے نکلا
افق سے وہ خورشید گھبرا کے نکلا

کرشمے ہیں قدرت کی تیری خدایا
کبھی تو نظام کواکب دکھایا
کبھی صبح تابندہ کا جلوہ پایا
سنہرا کرہ ایک گردش میں آیا

ہے محو تماشائے صبح درخشاں
رصد خانہ چشم انسان وحیواں

وہ رنگ شفق اور وہ جوش حمرت
وہ کافور صبح درخشان کی طلعت
جسے دیکھ کر یاد اک آئی صورت
غلام علی النقی کی صباحت

وہ ابن الذکا اور اقبال اسکا
کہ جیسے تھا ابن سلیماں کا رتبا

لب پاسباں پر ہے مہر خموشی
دکھانے لگا مہراب گرم جوشی
ستاروں نے گردوں پہ کی چشم پوشی
ہوا بند بازار بردہ فروشی

بڑھی خسرو خاوری کی جلالت،
گئی فضۂ زہرہ کی شان وشوکت

نگاہوں میں خنکی دلوں میں اثر ہے
فلک پر تجلی نور سحر ہے

اُودھر دجلہ اک تا بحد نظر ہے
عجب کیفیت شطّ بغداد پر ہے
ذرا آ کے رزق تو ساحل کی دیکھو
جماعت کنیزاں خوشکل کی دیکھو

ہوئی جلوہ آرا خدا کی خدائی
نمایاں ہوا ایک قرص طلائی
بڑھی نہر میں اور بھی کچھ صفائی
ملیکہ کی کشتی کنارے پر آئی
کیا کیسۂ زر کو گردوں نے خالی
چمکتی ہوئی اشرفی اک نکالی

تھمیں کشتیاں اور گرا جبکہ لنگر
اتارا غلاموں نے سب بار و بستر
لیا دم کنیزوں نے خشکی میں آکر
خریدار لیکر چلے کیسۂ زر
کھڑا ہے کوئی سر پہ باندھے عمامہ
بخطِ فرنگی لئے ایک نامہ

ملیکہ کو لاتا ہے جذب مقدر
نقاب ایک مانند خورشید رخ پر
کیئے جامۂ ریشمی زیب پیکر
خجل جس سے گردونگی گلدوز چادر
حیا ناز بردار ہر گام پر ہے
خریدار ہیں جمع یکجی نظر ہے

عرب کے جواں اور وکیلان نامی
رئیس اولوالعزم جو تھے گرامی
لئے خط ابن رسول تہامی
امام علی النقی کا پیامی

ہر اک کو اسی باب میں کد و کاوش
خریدیں ملیکہ کو یہ سب کی خواہش

کسی سے نہ راضی ہوئی بنت قیصر
دیا نامہ ابن سلیماں نے بڑھ کر
کھلی چشم تر جس رکھا اس کو سر پر
وہ چمکا ستارا وہ جاگا مقدر

چلیں ساتھ اسکے حجرمیں خاتوں
کہے بیٹھ کر اپنے اسرار مکنوں

سن اے پاک باطن میں ہوں اسکی دختر
یشوعا جو تھا روم میں ابن قیصر
شرف میں مرا پایہ ہر طرح برتر
ہے اولاد شمعون سے میری مادر

بہت میرے دادا کو تھی مجھ سے الفت
مقرر بھتیجے سے کی میری نسبت

مطوّل بہت ہے یہ میری حکایت
بہت مختصر تجھ سے کہتی ہوں حالت
کہ آراستہ اک ہوئی بزم عشرت
سلاطین و تجّار و اعیان دولت

قبیلہ میں جو لوگ اہل دول تھے

زمانہ میں جو عالم باعمل تھے

غرض شہر میں تھے جو ادنےٰ و اعلا ہوے سب وہ بزم عروسی میں یکجا

مرصّع جواہر سے اک تخت آیا ہر اک زینہ تھا جسکا گردوں سے اونچا

صلیبیں ہوئیں نصب قسّیس آئے

مقدس کتابوں کو بھی ساتھ لائے

مسرّت سے پیر فلک نے ندا دی کہ تقدیر سوتے ہوؤں کی جگا دی

ہوا جشن جمشیدی و کیقبادی کہ قیصر نے کی ہے ملیکہ کی شادی

طلب جسمیں ہر اہل عزّت ہوا ہے

مہیا ہر اک ساز عشرت ہوا ہے

ہوا تخت پر رونق افروز دولھا تبرک کلیسا کا جو تھا سب آیا

اناجیل کو عالموں نے نکالا بجیں گھنٹیاں صور ناقوس پھونکا

کہ ناگاہ برپا ہوئی اک قیامت

ہوئے سرنگوں سب وہ سامان عشرت

ہوا سب پہ نازل عذاب الٰہی زبانیں ہوئیں بند آئی تباہی

اُلٹ کر گرا خاک پر تخت شاہی دھمک جسکی پہونچی ہے تا پشت ماہی

اُدھر زلزلے میں تھا قصرِ طلائی
اِدھر مُردنی رُخ پہ قیصر کے چھائی

چلا کہہ کے قیصر سے ہر ایک فاضل
کہیں دینِ عیسیٰ نہ ہو جائے زائل

نہ سمجھا مگر راز یہ شاہِ غافل
دیا حکم پھر سے سجی جائے محفل

بڑے بھائی کو جا کے دولھا کے لاؤ
کرو عقد اور پھر سے شادی رچاؤ

یہ کار یا بند فرماں ہوئے پھر
اُٹھایا گیا تخت ساماں ہوئے پھر

اُسی طرح سب لوگ مہماں ہوئے پھر
دلِ اہلِ محفل ہراساں ہوئے پھر

پریشان و مجبور تھے سب اعاظم
کہ مرگِ مفاجات تھا حکمِ حاکم

غرض جب مہیا ہوئی بزمِ عشرت
اُسی طرح نازل ہوئی پھر مصیبت

ہوا قیصرِ رُوم غرقِ خجالت
محل میں چلا لیکے اِک داغِ حسرت

مقدر سے اِک تازہ پیغام آیا
شب آئی ملیکہ نے آرام پایا

کھلا چرخ پر پھر ستاروں کا دفتر
منظفر پلٹ کر پھر آیا وہ عسکر

امام الکواکب وہ ماہ منوّر چلا بنکے مثل حسن سب کا افسر

سراج ایک ایوان گردوں میں آیا

ادھر خواب سا چشم خاتوں میں آیا

ملیکہ کی آنکھوں نے دیکھا یہ منظر رکھا تھا جس ایوان میں تخت پر زر

صفا میں ہے وہ دشت ایمن سے بہتر وہیں نصب ہے ایک پر نور منبر

ہے برق درخشندہ وہ بزم ساری

کہ عیسیٰ ہیں شمعون ہیں اور حواری

مگر منتظر سب وہ بیٹھے ہیں بیحد ابھی تک ہے یہ راز ایک قفل ابجد

سنا ناگہاں غلغلِ آمد آمد کہ اتنے میں تشریف لائے محمدؐ

ادھر زوج زہرا ہیں شاہِ ولایت

ادھر ساتھ اماموں کی ہے اک جماعت

اُٹھے سروقد بہر تعظیم عیسےٰ محمدؐ نے اُن کو گلے سے لگایا

ہوا شارع دین اسلام گویا کہ تم سے ہے آج ایک مطلب ہمارا

تمھاری وصی کی ملیکہ ہے دختر

کرو میرے فرزند سے عقد لاکر

خوشی سے کیا سب نے منظور اُسے دم
گئے منبر نور پر شاہ عالم

پڑھا خطبہ حمد خلاق اعظم
لبوں نے کیا کار عیسی ابن مریم

امام حسن عسکری کی عروسی
محمد نے کی خلق نے تہنیت دی

تصدق ترے ساقی حوض کوثر
برسم ولیمہ پلا بھر کے ساغر

قیامت تک آباد تیرا رہے گھر
مبارک مبارک تجھے بنت قیصر

چلے دور بزم عروسی ہے ساقی
کہوں حال باقی بوقت تلاقی

بڑھی جس سے عیسیٰ کی معجز بیانی
زلیخا نے پھر پائی جس سے جوانی

پلا دے وہی بادۂ ارغوانی
نہ کم ہونے پائے قلم کی روانی

کلیسا میں بیٹھے ہیں راہب سحر سے
مسلماں کروں سب کو بیہوش کر کے

اٹھیں بستر خواب سے اپنے خاتوں
ہیں فرط مسرت سے رخسار گلگوں

جمال حسن پر مگر دل سے مفتوں
ابھی سے اُنھیں جا کے کیا تہنیت دوں

غم درد ہجراں کی ہو اک کہانی

سنوان کی بپتی خود اُن کی زبانی

برآئے تمنائے بسمل ہے مشکل
اُٹھے پردہ حد فاصل ہی مشکل

اے چارہ سازو یہ مشکل ہے مشکل
مداوائے بیماریٔ دل ہے مشکل

نہیں پوچھتے یہ دوا کرنے والے
گذرتی ہے کیا تجھ پہ اے مرنے والے

بڑھا جب مرض اور ہوا حال ابتر
نظر یاس سے کی شہنشہ نے مجھ پر

کہا ہو جو خواہش بتا جانِ قیصر
کیا عرض میں نے یہ با دیدۂ تر

کہ اب ختم اُن سب کی میعاد کر دے
مسلمان اسیروں کو آزاد کر دے

رہائی اسیروں کو دی اُسنے فوراً
پھر امیرے چہرے پہ کچھ رنگ و روغن

مگر شعلہ بھڑکتا رہی آہ شیون
پھنکا جاتا تھا سوزِ ہجراں سے سب تن

یونہیں میں نے چودہ شبیں سب گذاریں
نہ غازہ ملا اور نہ زلفیں سنواریں

گئی شب کو سوئی تو یہ خواب دیکھا
کہ تشریف لائی ہیں پھر گھر میں اطہر

کنیزیں ہیں کچھ ساتھ اور اُمِّ عیسےٰ
وہ طبقہ ہوا عالم نور سارا

بنے طور سب بام و در میرے گھر کے
اٹھی بہر تعظیم تسلیم کر کے

کہا مجھ سے مریم نے ای نیک اختر
یہ مخدومہ ہیں میری بنت پیمبرؐ
انھیں کا جگر بند ہے تیرا شوہر
میں دامن سے حضرت کے لپٹی یہ سنکر

کہا میں نے فریاد ہے شاہزادی
امام حسن عسکری نے جفا کی

کروں کس سے میں جا کے انکی شکایت
اٹھاؤں کہاں تک میں اب رنج فرقت
دکھائینگے کس دن مجھے اپنی صورت
میں مرجاؤنگی کیا جب آئیں گے حضرت

کہا سیدہؑ نے کہ ہو تو مسلماں
ترے گھر میں ہوگا حسن میرا مہماں

یہ سنکر اسی وقت اسلام لائی
تہ دل سے ایمان احکام لائی
زباں پر محمدؐ کا میں نام لائی
صبا وصل جاناں کا پیغام لائی

مرے خواب میں روز آتے تھے پیہم
امام حسن عسکری شاہ عالم

کہا خواب میں آخر شب یہ آکر
ترا شاہ بھیجے گا کل ایک لشکر

کہ جنگ اہل اسلام سے ہی کہیں پر اُسی روز تو چھوڑ دینا یہ گھر بھر

اسیروں کی ہیئت بنا کر نکلنا

کنیزوں کی صورت بنا کر نکلنا

بجا لائی میں حکم ابن پیمبر مقید کیا پاسبانوں نے آکر

رہائی ملی اور ہوا بخت یاور وصال حقیقی ہوا اب میسّر

خیال اب نہیں مجھ کو صبح وطن کا

بس اب جلد جلوہ دکھا دے حسن کا

ہوئی صبح نکلا وہ مہر درخشاں چلے لیکے نرجس کو ابن سلیماں

شرفیاب خدمت ہوئی وہ پُرارماں حکیمہ جلیں اپنے حجرے سے خنداں

کیا پیار ان کو گلے سے لگایا

فریضہ جو اسلام کا تھا بتایا

ہوا پھر یہ ارشاد امام نقی کا تجھے دس ہزار اشرفی ہیں گوارا

کہ اک مژدۂ تازۂ روح افزا ہو میں مادر حجۃ اللہ گویا

نہیں کچھ ضرورت مجھے سیم و زر کی

مگر ہاں میں مشتاق ہوں اس خبر کی

ہوئے یوں گہر ریز سن کر یہ حضرت   میں دیتا ہوں مولود نو کی بشارت

زمانے میں ہوگا خدا کی جو حجّت   ہوئی ختم جس پر جہاں میں امامت

یہ دفتر کرے گا وہ آکر مکمل

اُسی سے نظامِ تمدّن مکمل

عزیز اب یہاں ختم ہے یہ روایت   کبھی پھر دکھاؤں گا جوشِ طبیعت

خدا حافظ اے بادہ نوشانِ عشرت   برائے تہنیت دیکے ہوتا ہوں رخصت

مبارک مبارک ہو اے شاہزادی

کہ بیٹا تمہارا ہے مہدی ہادی

ابتدائی کلام ۱۳ شعبان ۱۳۰۱ھ

قطعہ

شفیعِ روزِ جزا ہیں آلِ رسولؐ تمام

نقیب ہیں بدیعِ کلامِ حسنؐ

صفیؔ کا نات تیری ہماری انتہا

کیا ہے ہماری ابتدا سب کیا ہے ہماری انتہا

اوّل محمدؐ ہے آخر محمدؐ

در ستایش حضرت سیّد الشہدا روحی لہ الفدا

سبحۂ مرجان

ہو چکا جو شہرہ ہونا تھا دلِ ناشاد کا / چھیڑتے ہو تذکرہ کیوں خانۂ برباد کا

پہلی ہی منزل پہ جب گھائل ہوا یہ بد نصیب / تھا دہانِ زخم پر نغمہ مبارکباد کا

رونے والے داد خواہ گریۂ خوناب تھے / آستین موجہ تھی سیلِ دجلۂ بغداد کا

جستجوئے خضر تھی اندیشۂ بیتاب کو / تھا لبِ ہمت پہ نعرہ ہرچہ بادا باد کا

ضبطِ دل روکے تھا کہتا تھا مگر یہ اضطراب / شرط ہے دفتر الٹ دوں عالمِ ایجاد کا

عشق کی خطروں سے کیا دلکو ڈراؤں ہمنشیں / جب یہ قائل ہی نہیں ہوتا کسی افتاد کا

باندھ کر محراب میں چلے رگِ جاں کی عزیز / مرتبہ دل نے بڑھایا خنجرِ جلّاد کا

اخگرِ دل جب سے ہے ہنگامہ افروزِ جنوں / سینہ دکھلاتا ہے عالم کورۂ حدّاد کا

دل کوئی آرام سے ہے اور کوئی بیقرار / کیا کرشمہ ہے نگاہِ جامع الاضداد کا

ہٹکے مٹھیں چارہ گر یہ ہے مرے دل کا لہو / دھار ہر اک کام دیگی نشترِ فصّاد کا

دلمیں لاکھوں زخم اور ہر زخم اک باغِ خلیل / دیکھئے تو رنگ عشقِ خانماں برباد کا

خیمۂ ہستی بھڑک اٹھی ہے تری ہر طناب / اب ہے رگ رگ میں اثر سوزِ دلِ ناشاد کا

متقل حسرت ہے دل اور گھاؤ دکھا وہ نشیب — یادگار اتبک ہی جو بیرحمی جلاد کا

کھلتے ہیں میرے لب فریاد کبتک انتظار — وقت آئے یا نہ آئے شکوہ بیداد کا

خون رلواونگا میں بھی آسمانکو حشر تک — حوصلہ بڑھنے نہ دونگا اس ستم ایجاد کا

ابتدائے زندگی کے ولقعے دھر اگیا — دیکھ کر عالم دگرگوں خاطر ناشاد کا

اضطراب دلنے کی گہوارہ جنبانی شروع — تذکرہ سنکر کسی مولود کے میلاد کا

کون وہ مولود وجہ خلقت دنیا ہے جو — کون وہ مولود جو دل عالم ایجاد کا

سید و طیب دنی و تابع و سبط و شہید — بہترین آل ہاشم آئینہ اجداد کا

طور سینین و امام الخلق نور الخافقین — گوہر تاباں رسول اللہ کے داماد کا

دین احمد کا مسیحا خامس آل عبا — سرگروہ اہل عرفاں پیشوا عباد کا

گونج اٹھا ام القرا ے آوازۂ تکبیر سے — غل اٹھا بیت النبوۃ میں مبارکباد کا

آج اے اسلام تیری مسند آرائی ہوئی — آگیا مخدوم زادہ بوذر و مقداد کا

اڑ رہا ہے ایک ایک ذرہ ہوائے شوق میں — عرش سے پایہ ملا ہے عالم ایجاد کا

بادہ آشامو منیں چرچا ہے کہ ساقی سے کہو — انتظار اب شاق ہوگا حشر کی میعاد کا

حکمران مسند مہر نبوت آگیا — دور رسول اللہ کو تحفہ مبارکباد کا

مصحف ناطق کا پارہ لائی ہے بنت عمیس — دیدنی ہے نور اس معصوم مادر زاد کا

کان عفت سی ملا مہر نبوت کا نگیں
جسکی ضو سے صحن روشن عالم ایجاد کا

روشنی چشم کواکب میں کہاں سے آئی ہے
سرمہ آنکھوں میں لگایا کیا شب میلاد کا

خدمت گہوارہ جنبانی فریضہ کر لیا
حق ادا کیونکر کریں روح الامیں استاد کا

شیر معصومہ سے پایا ہے نمو مولود نے
مبداء عفت ہے دل معصوم مادر زاد کا

مدتوں جو سہی زباں ناطق وحی خدا
ہو گیا ساری رگ و پے میں اثر اجداد کا

نسل میں جسکی امامت آئینہ بردار تھی
ذکر اسکا کیا شرف ہو جبکہ یہ اولاد کا

یہ حسینیہ صحیفہ کی مذہب لوح ہے
چہرۂ پر نور دیکھو سید سجاد کا

ذرہ ذرہ تیرا اے صحرائے ارض کربلا
ایک دفتر ہے حسین ابن علی کی یاد کا

من لہ جد کجدی فی الوری کسنے کہا
کون ازل سے تھا رجز خواں حرمت اجداد کا

کتنے مسکیں تھے وظیفہ خوار اس سرکار کے
مثل دکھلائے عرب اپنے امام راد کا

ہر نگہ جس کی مفسر سورۂ توحید کی
ہر نفس جسکا خلاصہ عالم ایجاد کا

صبح جنت کر دیا پیشانی مبروص کو
نور پلٹایا نگاہ کور مادر زاد کا

معجزہ سے اک زن مردہ کو زندہ کر دیا
حق تلف ہوتے جو دیکھا بے سبب اولاد کا

وہ سبب عالم مسبب پھر ازل سے کیوں نہ ہو
فرش پا انداز ساماں عالم ایجاد کا

مہر کر دی سنگ خارا پر تو سکہ جم گیا
کی جو سطحی بھی نظر دل ہلگیا فولاد کا

تیری گرد راہ سے سجادہ بانی عرش کی
تیرے نقش پا سے رتبہ عالم ایجاد کا

تو نے اس عالم میں آکر کام کچھ ایسے کئے
آسرا ہر ایک عالم کو تری امداد کا

ہر مصیبت تیری افضل انبیا کے فضل سے
ہر فضیلت تیری اک دفتر خدا کی یاد کا

ام حسبتم کی تلاوت ایسے نازک وقت میں
نیزہ شاہد ہے تیرے تعقیبات اور اوراد کا

خون کے قطروں میں تیرے اک تلاطم موجزن
خاک کے ذرّوں میں تیرے شور ہے فریاد کا

تو وہ عیسیٰ مصطفےٰ کو جس نے پھر زندہ کیا
ورنہ کب ملتا نشاں اسلام کی بنیاد کا

تو وہ راکب جسکا مرکب صاحب تاج ولوا
تو وہ رہبر جو ہے ماحی ظلمت الحاد کا

وقت تحریر اس طرح موتی پروئے لوح پر
لب کھلے گوھر کے شور اُٹھا مبارکباد کا

دل کو پتھر کر لیا تو نے مصائب میں مگر
سنگِ بنیادی رکھا اسلام کی بنیاد کا

بس غرضیکہ نغز گو مدحت طرازی تا کجا
سخت ناکافی ہے دفتر عالم ایجاد کا

سجدہ گاہ قدسیاں ہو خاک مداح حسین
کیا بگڑ جائیگا اِسمیں چرخ کج بنیاد کا

اے شہید بندہ پرور اسطرف بھی اِک نظر
کون ہے جز تیرے اس خاکستر برباد کا

بادۂ گلرنگ

تعلق کس لہو سے ہے بہار روح پرور کو
مِلا ہے جلوۂ رنگیں یہ کس سے نوگل تر کو

لہو کی بوند اک جو شہرگ بسمل سے ٹپکی تھی
رنگا ہے سرخ اسی نے نو عروس گل کی چادر کو

قیامت تک یہ سُرخی آ نہیں سکتی تھی اے گلشن
مگر سجدے کریں گل اک شہید فیض گستر کو

اگر دلبستگی ہوتی نہ اسکو ضبط شیون سے
کبھی غنچے چھپا سکتے نہ اپنے جوش مضمر کو

زمیں کے دلمیں در آئی تھیں اسکی دلشکن آہیں
وہی شکلیں ملیں ہیں آج شمشاد و صنوبر کو

شہیدان محبت کے جگر کے چند ٹکڑے تھے
یہ شادابی ملی ہے جن سے اوراق گل تر کو

مگر یہ صرف خاکِ شفا سے فیض پایا ہے
سمجھتا ہوں میں غنچوں کی شمیم روح پرور کو

یہ فصل گل کسی کے خون دل کی چند چھینٹیں تھیں
کہ جسنے کر دیا گلرنگ اس عالم کے دفتر کو

نوید عالم آرائی کہ تازہ کو پلیں پھوٹیں
نمو کا فیض پہونچا فطرس بے بال و بے پر کو

مجدّد نو بہار گلشن اسلام کا آیا
نکالا جنت الفردوس نے پھر اپنے زیور کو

ہوا معمورۂ عالم میں ہر سُو جشن میلادی
ملا پروانۂ مدحت غزنیر مدح گستر کو

پئے حفظ نبی پیدا کیا شبیر و شبر کو
دیے تعویذ نصر و فتح بازوئے پیمبر کو

بنایا آج سے ام الائمہ قدرت حق نے
خدیجہ سابق الاسلام کی پاکیزہ دختر کو

ملا تمغائے زینت تیرے قدموں کی سعادت سے
کبھی مہر نبوت کو کبھی دوش پیمبر کو

پھر اسکے ہاتھ میں کیونکر ہو سر رشتہ عالم
حکومت کی عناں سمجھے جو گیسوئے معنبر کو

جہاں میں حق شناسوں کیلئے ہے عید روحانی
نوید جانفزا سلمان و مقداد و ابوذر کو

بنایا گوشوارہ جس کو عرش کبریائی نے
ملا وہ گوہر تاباں امین حق کی دختر کو

زمانہ جگمگا اٹھا فروغ جلوۂ حق سے
ضیائے رخ نے نورانی کیا اسلام کے گھر کو

کسی کو سر بکف یوں دیکھ کر آغوش زہرا میں
سخاوت بڑھ کے مژدہ دیتی ہے مولائے قنبر کو

در غلطاں کی صورت یوں علی کا لخت دل لوٹے
اسی دن کی تمنا تھی فقط عصمت کی چادر کو

ادھر حوروں کا جھرمٹ ہے ادھر یہ حسن کہتا ہے
نظر بھر کر نہ دیکھے کوئی نور العین حیدر کو

بنا ہے منزل ماہ عرب کاشانۂ ساقی
مبارک زمزمے زمزم کو جوش نغمہ کوثر کو

لب عیسیٰ نے جو اعجاز پائے تھے یا خضر سے
یہاں دی ہیں وہ باتیں تربت قبر مطہر کو

یہ وہ مولود ہے جو خاصۂ خاصان حق ہوگا
شرف جس سے ملیگا مسجد و محراب و منبر کو

ذرا اے شہپر روح القدس دکھلا درخشانی
تقابل کا ہے دعوےٰ آج فطرس کے نئے پر کو

ہوئی ہیں محو لاکھوں ہستیاں تاریخ عالم کی
مگر بھولی نہ دنیا اس شہید فیض گستر کو

حسینی جذب کو عاشور کی تاریخ میں دیکھو
عروس نو اجازت مرگ کی دیتی ہے شوہر کو

شہادت نے تیری اسلام پر وہ روشنی ڈالی
کہ جسنے کر دیا تابندہ اسرار پیمبر کو

نہیں دنیا میں کوئی جامع اخلاق انسانی
مگر ہاں پیش کر سکتے ہیں تیرے نفس اطہر کو

رئیس الصابریں ایسا کہ جس کی ذات والا پر
قیامت تک رہیگا ناز اخلاق پیمبر کو

مخالف تھیں ہوائیں خشک تھا اسلام کا پودا
لہو سے تو نے سینچا اس درخت سایہ گستر کو

لہو دل کا نہو کیوں نقشبند صورت معنی
کہ ہے ذوق غزلخوانی عزیزؔ نکتہ پرور کو

مطلع

یہ ہے شوق شہادت بسمل مجروح پیکر کو
زبان موجہ خوں مرحبا کہتی ہے خنجر کو

گرا ہے دشت الفت میں یہ کسکے خون کا قطرہ
اُبلتا ہے لہو آہیں جو سرکاتی ہیں پتھر کو

لگی دلکی بجھانا بس اسی صورت سے ممکن تھا
کیا ہے وقف میں نے سلسبیل دیدۂ تر کو

کسی کے سنگ در تک بھی وہی پہونچانیوالا ہے
دیا ہے جسنے یہ سرمایۂ شوریدگی سر کو

میں کن آنکھوں سے دیکھوں ظالموں کی فتنہ سامانی
ہٹا دے سامنے سے کوئی اب چرخ ستمگر کو

کسی کے آستاں پر جاکے اب دھونی رمائینگے
عزیزؔ آخر کہاں تک ڈھونڈیں ہم اپنے مقدر کو

۳- شعبان ۱۳۳۹ھ

عقیق مذاب

کوئی آساں نہیں ہے کام لینا ضبط پنہاں سے
دھواں اُٹھتا رہیگا حشر تک خاک شہیداں سے

مرے اک اک نفس میں سودہ برق جہندہ ہے
ذرا اے آسماں ہشیار رہنا آہ سوزاں سے

جنھیں آوارہ گردی مایۂ صد عیش و راحت ہے
انھیں کیا خوف ہوگا گردش گردون گرداں سے

کمان چرخ سے تیر قضا بن بنکے چلتے ہیں
پلٹتے ہیں جو نالے گنبد گردون گرداں سے

بحالت دامن دشت و جبل کی ہو نہیں سکتی
تباہی لیگئی ہے قرض میرے قلب ویراں سے

خس پرنم کے یہ ریشے کسی دن تھرتھرائینگے
کہ طوفانوں کو سازش ہے سرشک آلودہ مژگاں سے

ٹھہر اے سانس اس دنیا کی بربادی سے کیا حاصل
نکل جائے کوئی ذرہ نہ میرے قلب سوزاں سے

حقیقت جاننے والے حقیقت اسکی کیا سمجھیں
یہ دُنیا جبکہ پیدا ہو کسی خواب پریشاں سے

زمانہ منقلب ہو جائے اُف میں کر نہیں سکتا
مگر سیکھا ہے میں نے ضبط ابن شاہ مرداں سے

امام دیں حسین ابن علی ابن ابی طالب
ملی میراث میں جسکو امامت شیر یزداں سے

ازل سے آجتک ہوئے ہیں کتنے والدین ایسے
نسب میں باپ پر نازاں شرف میں مفتخر ماں سے

نوید اے عاصیان امت مرحومہ احمد ۔۔۔ گنہ جتنے تھے زائل ہو گئے وہ فرد عصیاں سے

ہوا وقت ولادت تیسری شعبان کی آئی ۔۔۔ چلیں حوریں لئے ابریق جنت باغ رضواں سے

چمن زار جہاں میں کس گل نو کی یہ آمد ہے ۔۔۔ معطر ہو گئی دنیا شمیم عطر افشاں سے

عزیز اک مطلع روشن سے تم بھی بزم آرا ہو ۔۔۔ صدائے تہنیت آتی ہے پیہم عرش یزداں سے

مطلع

تجلی چھن رہی تھی جسکی عرش پاک یزداں سے ۔۔۔ وہ نور معرفت چمکا جبین ماہ کنعاں سے

ذرا پوچھے تو کوئی منزلت اس عبد ہرا کی ۔۔۔ دل حق آشنا لے بوذر و مقداد و سلماں سے

ولادت یہ ہوئی اے مصحف ناطق ترے گھر میں ۔۔۔ ظہور معنی روشن ہوا یا متن قرآں سے

زباں اپنی چھپائی چشمۂ وحی الٰہی نے ۔۔۔ علوم انبیا پائے رسول پاک داماں سے

ازل کی قبل تاج عرش کی زینت ہوئی جس سے ۔۔۔ وہ موتی آج نکلا درج نسل شاہ مرداں سے

حریر خلد میں لپٹا ہوا یہ چاند سا بچہ ۔۔۔ خراج نور لے گا خسرو مہر درخشاں سے

لئے شبیر کو آغوش میں نکلی ہیں یوں زہرا ۔۔۔ کہ فال نیک جیسے کوئی برآمد ہو قرآں سے

ہر اک ذرہ سے دعوائے انا الشرق آج پیدا ہے ۔۔۔ زمانہ جگمگا اٹھا فروغ مہر ایماں سے

عزیز اسکا لہو کیونکر نہ ہو گلگونہ حوروں کا ۔۔۔ ملادی جسنے جنت کربلا کے گرم میداں سے

ہوا مقبول درگاہ صمد ہدیہ پیمبر کا ۔۔۔ شہادت نے شرف پایا ذبیح خاص یزداں سے

کیا گھر بار قرباں جس نے امت پر پیمبر کی
سخاوت کو شرف ہی اس خلیل خوان احساں سے

سر بے تن سناں کی نوک پر محو تلاوت ہی
سنی ہی اسطرح قرأت کسی قاری قرآں سے

دیار معرفت میں سلطنت کرنے کو کافی ہی
اگر ملجائے اک موتی بھی اسکے گنج عرفاں سے

کیا اس فدیۂ امّت نے ایسا کام دنیا میں
نہوگا دین پیغمبر سبکدوش اسکے احساں سے

ہوئی سجادۂ صبر و رضا پر جس کی پیدائش
اُسے کیا خوف ہوگا گردش گردون گرداں سے

وہ اخلاق حسن ظاہر ہوئے جو آپ سے مولا
ظہور ان قوتوں کا کب ہے ممکن نفس انساں سے

فرشتے ہوگئے ہیں دم بخود اخلاق سے اُسکے
مگر انسان ہونا کوئی سیکھے ایسے انساں سے

عزیزا اس نظم کا ممدوح دینگے خود صلہ مجکو
ملا انعام اسماد کو اگر محبوب یزداں سے

عقد پروین

کروٹ نہ لی تھی جب تک ہستی نے ماسوا کی
لہرا رہی تھیں موجیں جب قلزم فنا کی

ڈھالا نہ تھا ابھی تک دنیائے دوں کا سکہ
معدوم تھی حقیقت اِس نقد ناروا کی

تھے حیّز عدم کے پردے میں چار عنصر
یعنے کہ چوکھٹے میں تصویر تھی فنا کی

تصویر کن فکاں تھی آئینۂ عدم میں
ہر سو تجلّیاں تھیں انوار حق نما کی

گوش قبول تک بھی پہونچی نہ تھیں صدائیں
تحمید انبیا کی تقدیس اصفیا کی

تھی معرض عدم میں ترکیب نطق ابھی تک
یعنے خبر خبر کی تھی اور نہ مبتدا کی

ناگہ حجاب قدرت اٹھا بقدرت حق
بڑھنے لگی تجلی آئینہ ولا کی

روحوں سے عہد پیماں لینے کا وقت آیا
بزم الست میں بھی گونجی صدا بلےٰ کی

اس شان سے ہوا ہے وہ نور جلوہ آرا
ششدر رہے خود جلالت ایوانِ کبریا کی

ہے سر پہ تاج جس میں لولاک کے ہیں موتی
اور سامنے مؤدب تصویر ما سوا کی

لب پر تبسم آیا ظاہر ہوئے سِتارے
دورہ کیا تو صورت پیدا ہوئی سما کی

جب ہو چکے مہیا اجرام آسمانی
خلقت ہوئی جبیں سے پھر صبح دلکشا کی

صرف اک ادا تھی جسنے نقش جہاں بنایا
صرف اک نگاہ بانی تھی خطِ استوا کی

ماتھوں کو انبیا کے جب جگمگا کے نکلا
تشکیل ہوئیں نمایاں اقطابِ اولیا کی

نورِ علی لباسِ احمدؐ میں جگمگایا
تصویر پھر بنائی قدرت نے مجتبیٰ کی

جب شعلہ ور ہوا پھر وہ جلوہ شفق گوں
صورت میں رنگ اُبھرا سلطان کربلا کی

وہ کون سبطِ اصغر طیبؑ ونی وتابع
گو تھا ولی مگر تھی شان اُسمیں انبیا کی

اتنی شرافتوں کا محمل ہو نفسِ انساں
اتنی فضیلتوں کا حامل ہو جسم خاکی

یہ صبر و استقامت یہ حلم و خرق و عادت
صورت میں ایک انساں باتیں مگر خدا کی

تیرے لہو کے قطرے کیا جنت آفریں تھے
مہکے گی تا قیامت خاک ارضِ کربلا کی

زلفِ سیاہ تیری روئے جمیل تیرا
تفسیر اذا سجیٰ کی تشریح والضحیٰ کی

کافی ہے ایک صرہ ہم بوترابیوں کو
کرتی ہے حل مشکل خاک اس گرہ کشا کی

قندیلِ عرش بنکر اے نورِ کبریائی
تو نے ضیا بڑھائی ایوانِ کبریا کی

اصلابِ طاہرہ میں تو سب سے تھا مقدم
ہر مقتدی نے پہلے تیری ہی اقتدا کی

تنہا یہ تھی چڑھائی فوجوں کی کربلا میں
کثرت میں شان وحدت قدرت تھی کیا خدا کی

پیمانِ عشق تیرا فطرت میں ہے ہماری
میثاقِ الست کا خود تصدیق ہے ولا کی

بھولے گا کیا زمانہ اے سر کٹا نواسے
تکمیل دیں میں تیری وہ سعی انتہا کی

نقاش خود ہے نازاں نقش وفا بنا کر
تصویر ہے سراپا تو صنع کبریا کی

اے نفس مطمئنہ حد ہے وقار کی کچھ
جتنے بڑھے مصائب رُخ کی ضیا بڑھا کی

تیری کتاب ہستی وہ مُستند کہ جس پر
تقریظ ھَلْ اَتیٰ کی تصدیق انّما کی

دونوں جہاں کا پایا سر رشتۂ حکومت
ہاتھوں میں باگ آئی جب گیسوئے رسا کی

اسلام کو مُبارک ہے آج آمد آمد
فرزند مصطفےٰ کی دلبند مرتضیٰ کی

دکھلا رہی ہے سب کو شانِ تجلی حق
زیر ردائے عصمت ضو روئے پُرضیا کی

راہ طلب کا جادہ اِک محضرِ شفاعت
ہر نقش پائے زائر اک مہر قدنجی کی

شق ہو کے الیتام خاطر کو فرض سمجھا
ہمت تو کوئی دیکھے اک در بے بہا کی

بس خاتمہ پہ مولا ہے صرف یہ گزارش
پیہم ترانہ سنج ہو روحی لك الفدا کی

اسرار غیب جس پر ہر وقت منجلی ہوں
اُس سے بھی کیا ضرورت ہی عرض مدعا کی

فطرس پر اک نظر کی اب اس طرف نظر ہو
بے بال و پر ہے اپنی بد قسمتی کا شاکی

ہر زخم ایک مقتل ہے جس میں خون حسرت
اب سرزمین دل ہے تصویر کربلا کی

یاقوتِ احمر

شب کہ تھا بزم میں ہنگامۂ صد ناز و نیاز
حسن اُدھر مہر بہ رخ عشق ادھر سینہ گداز

کثرتِ گل سے چمن خیز بساطِ محفل
تابشِ جلوہ سے انجم کدہ خورشید طراز

عشق تھا سوختہ جاں خستہ جگر خاک بسر
حسن تھا غمزہ ستاں عشوہ فروش و طناز

عشق تھا فرطِ تحیّر سے ادھر نقشِ سکوت
حسن ہر جلوہ نو سے تھا اِدھر آئینہ ساز

حسن بکھرائے ہوئے زلفِ رسا تا بقدم
عشق کے وردِ زباں زمزمۂ عمرِ دراز

عشق مایوس اُدھر پہنے ہوئے رختِ کفن
حسن قتال ادھر تیغ بکف جلوہ طراز

حسن دلدادۂ مینائے رحیقِ مختوم
عشق جامِ دلِ پُر داغ سے سرمستِ نیاز

حسن عیسیٰ دم و یاقوت لب و بے پروا
عشق محزوں نفس و مہر سرشت و جانباز

نازک اندام ادھر حسن نگاریں جلوہ
لاغر اندام ادھر عشق سراپا اعجاز

اس طرف دیدہ بیخواب تھا اور کاہشِ غم
اُس طرف نرگسِ مخمور تھی اور خواب دراز

اس طرف نقدِ دل وجاں کی حفاظت منظور
طرۂ زلف گرہ گیر اُدھر دست دراز

حسن کہتا تھا کہ روداد بیاں کر اپنی
میں ہوں فریاد رس و داد گر و بندہ نواز

عشق کہتا تھا کسے تاب سماعت ہے یہاں　　سرگزشت دل مظلوم کروں کیا آغاز

مطلع

داستاں دل کی نہ سن لے مرے مظلوم نواز　　مختصر روز حساب اور یہ افسانہ دراز

تابش مہر قیامت سے ہیں سب غرق عرق　　گرمی شعلۂ تقریر نہ ہو صبر گداز

خون دنیا کو رلاتی ہے حدیث انجام　　غنچۂ دل کو کھلاتی ہے بہار آغاز

خم ابرو ہے کہ ملغزائے ہلالِ شعباں　　کشتۂ راہِ وفا کے لئے محراب نماز

پرتوِ چہرۂ رنگیں ہے بہار جنت　　جلوۂ حسن دل افروز ہے فردوس نواز

ہے ہر اک نقش قدم جلوہ طراز ایجاد　　عالم کون و مکاں کے لئے سرمایۂ ناز

میری آنکھوں میں تجلی تھی اسی کی ہر سو　　میری نظروں میں حقیقت تھا ہر اک رنگ مجاز

آستاں پر ترے ہر وقت رہا سر بسجود　　کعبۂ عشق میں کس روز قضا کی ہے نماز

ہمت و حریت و مذہب و مظلومیت　　یہ وہ آئین ہیں جن کا ہوا مجھ سے آغاز

لرزش برق فلک آہ دروں تاب مری　　جنبش بال ملک ہر نفس سینہ گداز

دل روشن ہے مرا آئینہ لیکن ایسا　　جلوۂ نور ازل سے ہوئی جس کی پرداز

لذتِ دید مری طالب دیدار سے پوچھ　　وسعت دامن نظارہ ہے فردوس طراز

ذرہ ذرہ نظر آنے لگا خورشید بکف　　رخ تابندہ میں تھا اشرقت الارض کا راز

میں ہوا ہوں سببِ منزلتِ دردِ اصل
میں نے فطرس کو دئے ہیں پر بالِ پرواز

چشمۂ شیر بنی میرے لئے طفلی میں
وہ زبانِ ادب آموز جو تھی وحی طراز

مرضعہ میری جگر بندِ رسول الثقلین
جسکے قدموں سے امامت کو ملا طرۂ ناز

شہسوارانِ دو عالم سے مجھے کیا نسبت
زین ہے مہرِ نبوت تو نبی مرکبِ ناز

کھولدی زلفِ معنبر کہ عنا نگیر ہوں میں
جب ہوئی پشتِ رسالت پہ ہوائے تگ و تاز

ہو جو اندیشۂ ملک کو میری بیخوابی کا
حرکت دل کی بنے جنبشِ گہوارۂ ناز

مجھ سے روشن ہوئے آئین رسولِ عربی
تھا ہر اک نقشِ قدم شمعِ شبستانِ حجاز

عتبہ بوسی سے مری سر بفلک ہیں حوریں
ہیں مرے در کی گدائی سے فرشتے ممتاز

مختلف بھیس میں آئے ہیں ملک در پہ مرے
کبھی سائل کبھی خیاط کبھی جامہ طراز

خونِ دل پیکرِ مردہ میں کیا میں نے رواں
جب کہیں مذہبِ اخلاق نے دی ہی آواز

اک نگہ نے مری دو کام کئے عالم میں
مذہب افروز کبھی اور کبھی کفر گداز

میں نے بتلائے عبادت کے حقیقی معنی
میں ہوا پیشرو کعبۂ اہلِ نیاز

میں وہ مقتول ہوں دنیا پہ نہیں کچھ محدود
لامکاں تک ہے مرے طائرِ عزم کی پرواز

طاعتِ خاص ہیں مشغول بزیرِ شمشیر
سجدۂ شکر میں مصروف یہ تکبیر نماز

نغمۂ غم نے نکالی نہ مگر کوئی صدا
زخمۂ ظلم سے چھڑتا ہی رہا دل کا ساز

عظمت واقعہ سے عرش خدا تھا جنباں — شکوہ لایا نہ مگر لب پہ دل محرم راز

نیزے جب سر بفلک تھے تو کہی ہی تکبیر — تیر جس وقت برستے تھے پڑھی میں نے نماز

دھار پر خنجر بُرّاں کی پڑھا خطبۂ حمد — تیغ کی باڑھ پہ طے کی ہی رہ عجز و نیاز

میرا سجادۂ طاعت ہی وہ جلتی ہوئی ریگ — جس کے ذرّوں میں بھرا تھا اثر سوز و گداز

قوت صبر نے مظلوم بنایا مجھکو — ورنہ کافی تھی مری اِک نگہ زہر گداز

سر مرا نوک سناں پر تن عریاں پامال — وہ تھی معراج مری اور یہ بساط اعزاز

میری ہستی کا مٹانا کوئی آساں نہ تھا — کھیل سمجھا تھا مگر یہ فلک لعبت باز

سپر دین مرا سینہ تھا کشادہ ہی رہا — تیغ زن تھک گئے بیکار رہے تیر انداز

تھی خموشی مری ہنگامۂ صد شیون و شین — ہے مرے صبر میں فریاد و فغاں کی آواز

مجھکو اولاد امیہ نے کیا خوار و ذلیل — قدرت حق نے مگر اور بڑھایا اعزاز

حلق اسلام تہ تیغ ہوا وا اسفاہ — محضر قتل پہ لکھے گئے احکام جواز

جب تمنائے تقرب میں ہوا خون جگر — لے گیا مجھکو بلندی پہ دل محرم راز

نسل آل یٰسین کا چھوٹا سا صحیفہ کھولا — مگر امت نے کیا خوب ہی اسکا اعزاز

پھر بلندی سے اتر کر میں گیا سوئے نشیب — دیر تک تیغ و رگ جاں میں رہا ناز و نیاز

کند خنجر سے ہوئی منزل مقصود بعید — سستی بازوئے قاتل کا ہوں میں شکوہ طراز

کیا کیا میں نے یہ دیکھیں تو ذرا دل والے
کس طرح طے ہوئے دُنیا کے نشیب اور فراز

قابل غور ہے یہ میری کتاب ہستی
ہر ورق میں نظر آتے ہیں سراسر اعجاز

میں ہوں خاموش مگر چیخ رہی ہے دُنیا
الحذر یہ غم جانسوز ہے کیا سینہ گداز

جسم تھا بار گراں شکر کہ پامال ہوا
سر کہ تھا فدیہ حق آج ہوا پایہ فراز

قتل اسلام پہ تکبیر کہیں جو مسلم
ایسے دیکھے ہیں کسی نے کہیں اسلام نواز

مسجدیں کوفہ میں تعمیر ہوئی ہیں اکثر
اس خوشی میں کہ مرا قتل تھا سرمایہ ناز

امتحاں گاہ میں اس شان سے سر کٹوانا
کھیل بچّوں کا نہیں اے فلک لعبت باز

ہے فضائل میں مرے کون شریک اور سہیم
ہے شہیدان رہ حق میں مرا کون انباز

اِک بلاکش نے شجاعت کے دکھائے جوہر
ایک مظلوم نے جرات کے دکھائے انداز

پیروی چاہیئے اخلاق کریمہ کی مرے
صرف رونے سے در مطلب دل ہو گا نہ باز

نفس ہو تابع احکام بقول عُرفی
"نقد جاں برکف تسلیم نہ و ہرزہ متاز"

قابل غور ہیں اشعار دل آویز عزیز
پردۂ وعظ میں منبر پہ ہوا مدح طراز

تھا یہاں تک اثر فیض زبان ممدُوح
اب ادب سے ہی گزارش کہ شہنشاہ حجاز

ناخدائی کا ہے ہنگام کہ برباد ہے قوم
یا حسین ابن علی ڈوب رہا ہے یہ جہاز

لعلِ بدخشاں

خونِ شہیداں ہوا — خاک سے پھر جوش زن
صحنِ گلستاں تمام — لعلِ بدخشاں بنا
دوشِ چمن پر کوئی — دام پر اسرار تھی
دامنِ گلشن ہوا — خانۂ گنجِ ازل
بلبل و گل ہمنوا — شاد لبِ جُوئبار
تیغِ گلوئے خزاں — جانِ تنِ بوستاں
مخزنِ اسرار ہے — مطلعِ انوار ہے
باغ سنوار گیا — ابرِ سیہ چھا گیا
گلشنِ آفاق میں — مطلعِ نو سے ہوئی
شاخِ گل تر پہ ہیں — بلبلیں یوں نغمہ زن
کون حسین غیرِ رب — حق کا محب و حبیب

لالۂ نو رستہ ہے — رشکِ عقیقِ یمن
چاکِ گریباں ہوا — لالۂ خونیں کفن
سنبلِ پُر پیچ کی، — زلفِ شکن در شکن
قطرۂ شبنم ہوئے — رو کش درِ عدن
آئینہ دارِ بہار — نسترن و یاسمن
موجِ نسیمِ جہاں — محوِ خرامِ چمن
ہر گلِ گلزار ہے — رشکِ عقیقِ یمن
موسمِ گل آ گیا — غنچے ہوئے خندہ زن
محوِ ثنائے بہار — طوطیِ شکر شکن
زینتِ دوشِ نبی — جیسے حسین و حسن
شاہِ شہادت نصیب — کشتۂ درد و محن

آئینۂ پُرضیا — چہرۂ جاں را صفا
سرورِ عالی ہمم — مقصدِ لوح و قلم
باعثِ نظمِ جہاں — حاصلِ کون و مکاں
معنیِ حسن المآب — مقصدِ ام الکتاب
خسروِ گردوں قباب — سرورِ عالی جناب
مشعلِ راہِ بقا — خضرِ طریقِ ہُدا
خاکِ تو خاکِ شفا — امرِ تو امرِ قضا
صاحبِ وصفِ جلی — گوہرِ درجِ علی
مبداءِ جود و ثنا — منبعِ لطف و عطا
شاہِ ہمیں خصال — چشمۂ جود و نوال
رہبرِ اہلِ کرم — شاہِ ولی النعم
نکہتِ بستانِ خلد — زینتِ ایوانِ خلد
قابلِ حسنِ قبول — روحِ روانِ بتول
صورتِ او مو بمو — صورتِ ختمی مآب
تیرے لہو میں سہیم — ماں کی رضیت کا جوش

خامسِ آلِ عبا — ماحیِ جور و فتن
محترم و محتشم — فخرِ زمین و زمن
سرورِ اہلِ جناں — واقفِ سرِّ علن
شافعِ یوم الحساب — معدنِ علم و فطن
ابنِ خلافت مآب — حیدرِ خیبر شکن
یوسفِ گلگوں قبا — کشتۂ خونیں کفن
علمِ تو علمِ خدا — خلقِ تو خلقِ حسن
راکبِ دوشِ نبی — جانِ رسولِ زمن
مخزنِ حلم و حیا — مستند و موتمن
لجۂ عین الکمال — غرقۂ بحرِ محن
تختۂ مشقِ ستم — وقفِ بلا و محن
شاہِ جوانانِ خلد — معتقد و ممتحن
قرۃ عینِ رسول — جانِ تنِ بوالحسن
کاکلِ او مشکبو — ہمچو رسولِ زمن
تیرے نمو میں شریک — جد کا لعابِ دہن

تیرا ہر اک قول و فعل — نازش دین رسول
فوج عدو کی گھٹا — اسمیں وہ جلوہ ترا
پردہ عصمت فروز — چاک گریباں ترا
اسمیں نہیں کچھ کلام — تیری زباں حسام
کفر کو مردہ کیا — تو نے شریعت آب
زخموں کی کثرت کے ساتھ — زور امامت شکوہ
حفظ شریعت کے ساتھ — مرد سپاہی منش
مٹ نہیں سکتا تھا تو — چھپ نہیں سکتا تھا تو
وادی حیرت کی سیر — تا کجا اے عزیز

تیری ہر اک گفتگو — جان حدیث حسن
نور دہ اسلام کا — کفر کا وہ کجلی بن
حوروں کے سر کی ردا — وہ ترا خونیں کفن
قصۂ حق آشکار — کر گئی سب من و عن
دین کو زندہ کیا — تو نے مسیح زمن
شان سپاہیت کے ساتھ — اک بطل صف شکن
پردۂ مظلومیت — میں وہ ترا بانکپن
نور خدا کو نہ تھی — حاجت گور و کفن
کس کو مجال ثنا — کس کو ہے تاب سخن

درِّ ثمین

ستارے پھول بنکر آسماں سے ہر طرف برسے
یہ حُسنِ عالم آرا دیکھ کر ساقی سے کے ایواں میں
شفق پھولی ہوئی ہے مشرقِ چرخِ امامت پر
بھری ہے میوۂ قلبِ نبی سے گود خالق نے
پرِ جبریل کانپے دیکھ کر طاقت اللہ کی
ابھر کر مچھلیاں کہتی ہیں بازوئے یداللہ کی
لرزتی ہے عدم میں روحِ مرحب اور عنتر کی
گرا ہے حلقِ اقدس سے جو پہلا خون کا قطرہ
پروئے ایسے موتی حسنِ خط سے لوح پر اُسنے
یہ دونوں سرو قد دو قائمے ہیں کبریائی کے
ہر اک ذرّے میں جسکے ہے خزانہ صبر کا پنہاں
پیمبر نے زمیں سے طے کیا افلاک رفعت کو

بہارِ تازہ یوں پیدا ہوئی زہرا کی چادر سے
صدائے تہنیت آئی لبِ تسنیم و کوثر سے
ٹپکتی ہے مسرت رنگ بنکر روئے حیدر سے
خوشی اس عید کی پوچھے کوئی نبتِ پیمبر سے
ودیعت بازوؤں میں جب ہوئی قوت برابر سے
دوبالا دین کی طاقت ہوئی شبیر و شبر سے
ٹپکتا ہے جلالِ حیدری بچّہ کے تیور سے
ہے رونق خاتمِ دیں کی اسی یاقوتِ احمر سے
صدائے مرحبا آئی شکستِ قلبِ گوہر سے
بنائے عرش مستحکم ہوئی شبیر و شبر سے
سبق لے اے دل بیتاب اُس قبرِ مطہر سے
مگر معراج اُسنے پائی ہے دوشِ پیمبر سے

ازل کے روز بھی جو تھا امام ارباب عرفاں کا
امامت کے قلم کا زوریوں موتی پروئے جب
بظاہر گو حسن سے دس گنا رتبہ بڑھا لیکن
کمی تو سین کی معراج میں ہو کسطرح پوری
چلی ہی بنت پیغمبر سے نسل پاک پیغمبر
جسے تھا شوق بچپن سے فدا ہونیکا امت پر

ولایت جسکی بوذر کو ملی ہے عالم ذر سے
چھلک جائے نہ کیوں فرط خوشی میں آب گوہر سے
بباطن ایک نسبت ہی برادر کو برادر سے
کوئی یہ راز پوچھے راکب دوش پیمبر سے
ٹنکے ہیں چادر تطہیر میں موتی برابر سے
شہادت کی سحر طالع ہوئی تھی شیر مادر سے

یہاں جب انبیا کو نقش بر دیوار پایا ہے
ادا ہو حق مدحت کیا عزیز نکتہ پرور سے

بادۂ شفقی

ازل کی بارگاہ کو سجا جب اہتمام سے
گزر کیا تجلیوں نے جلوہ گاہ عام سے

ہٹی عذار نور سے سنور کے زلف خم بخم
طلوع صبح دلکشا ہوئی سواد شام سے

بقدر ظرف مِل گیا دلوں کو ذوق معرفت
چھلک گئے خم و سبو شراب لالہ فام سے

ادب سکھا کے عشق کو طلب کیا حضور میں
بڑھائے دل کے حوصلے سلام سے پیام سے

نظر کو سرمہ سا کیا اثر کو دیر پا کیا،
دلوں پہ کی گئی نگاہ خاص اہتمام سے

دکھا کے جادۂ رضا وفا کا عہد لے لیا
شہید دشت کربلا علیہم السلام سے

وہ نقش اول وفا بدیع صنع کبریا
امامت آج مفتخر ہوئی ہے جسکے نام سے

وہ روح شرع احمدی کیا ہے جسنے منفصل
حرام کو حلال سے حلال کو حرام سے

بقا کا نقش مرتسم وفا کی شان مختتم
جدا ہے جس کی شان سب ائمہ کرام سے

شہید و سبط مصطفےٰ حسین نور خافقین،
کلام جس کا مرتبط رسول کے کلام سے

ہزار پردے چاک کر کے ضوفشاں ہوا وہ نور
حجاب در حجاب تھا جو دور بزم عام سے

یہ تیسری کے چاند میں کہاں کا آج نور ہے
ضیا میں افتخار ہے جسے مہ تمام سے

مدینہ کی زمین ہے جواب مسجد الحرام
جمال سبط مصطفےٰ علیہم السلام سے

جدار کعبہ شق ہوئی ابھی ہوئے ہیں چند روز
ملی ہی دوسری خوشی یہ تیسرے امام سے

یہ عید ایسی عید ہے سرور جس کا پوچھیے
علی سے فاطمہ سے یا رسول شاد کام سے

مے ولا پیے ہوئے گل و سمن لئے ہوئے
چلیں صفیں ملائکہ کی خاص اہتمام سے

سرور نفس پاک کو مراد قلب شاد کو
نبی لئے ہیں گود میں کمال احترام سے

نشان نقش پا ہے یا چراغ بزم کائنات
زمانہ جگمگا اُٹھا ولادت امام سے

زبان پاک مصطفےٰ کو صبح و شام چوس کر
دکھائے اُسنے معجزے فصاحت کلام سے

عروج و استراحت شریعت محمدی
فقط ترے قعود سے فقط ترے قیام سے

پسند بذات ایزدی یہ کوششیں جہاد میں
عرق کی جا ٹپک رہا تھا خون دل مسام سے

کریم وہ کہ کاسۂ مراد اس کا بھر دیا
ارادۂ سوال بھی اگر کیا امام سے

مجاہدوں کے ہوش گم ملائکہ تھے حیرتی
رہ خدا میں سر دیا کچھ ایسے اہتمام سے

اسی کا گھر ہے جس میں ہے برابری کا ادعا
نہیں تو کیا مناسبت ہی خواجہ و غلام سے

شہید وہ کہ آنسوؤں سے داد اسکو دیگئی
سند قبولیت کی لی خواص سے عوام سے

غزیز مطلع حسین پڑھو ثنائے شاہ میں
صدائے مرحبا سنو زبر جدیں خیام سے

مطلع

جب اُسنے تیغ حیدری نکال لی نیام سے
نہ رک سکی کبھی کسی ملک کی روک تھام سے

چراغ خانۂ رسول شام سے بجھا دیا
یہی توقعات تھے بتاؤ اہل شام سے

سلگ رہی تھی آگ اُدھر ادھر جگر میں التہاب
پڑے ہیں دلمیں آبلے تصور خیام سے

ستم کشوں کی داد دے کہیں خدائے منتقم
زمین لالہ زار ہو حسام انتقام سے

خدا جحاب اُٹھائے تو وہ دن عزیز آئے تو
عطا ہو جام کوثری حسین تشنہ کام سے

گدائے درکو منعموں سے کوئی واسطہ نہیں
جو مانگنا ہو مانگ لیگا وہ غریب امام سے

گرانبہا تحف ہوئے ہیں تیرے آگے پیشکش
یہ مدح بھی قبول کرلے عبد مستہام سے

خدا ہے تیرا معترف رسول تیرے جاں نثار
ادا ہو حقِ مدح کیا غلام کے غلام سے

شمع کاشانۂ دیں رونق بزم ابرار
قرۃ العین نبی بحر کرم کوہ وقار

مرد میدان شجاعت اسد بیشۂ رزم
سرور سرخ قبا بادشہ عرش وقار

سرمۂ چشم ملائک ہے تری راہ کی گرد
سودہ لعل بدخشاں ترے قدموں کا غبار

ذکر تیرا ہے مداوائے دماغ مفلوج
تذکرہ تیرا ہے تدبیر قلوب بیکار

حب دیں حب وطن ہم میں بڑھیگا جتنا
اسقدر قدر تری اور کرینگے دیندار

روکنا خوں کی دھاروں پہ بہت مشکل تھا
قلعۂ محکم اسلام کی گرتی دیوار

ق

کبھی اس بات پہ بھی غور کیا ہے تونے
اے دل عقدہ کشا نکتہ شناس اسرار

ایک مظلوم کی تربت پہ ہے دنیا کا ہجوم
بادشاہان اولوالعزم کے ویراں ہیں مزار

ہے شہادت تری تمہید حیاتِ قومی
ہے مصیبت تری عقبیٰ میں مسرت آثار

ایسے منظر کے لئے چاہیئے چشم بینا
کیونکہ کاشانہ دنیا ہے بہت تیرہ و تار

دیکھ اس وقت تجلی حسین ابن علی
جب ہوں اخلاق الٰہی کے نمایاں انوار

موجزن خون میں تھی تازہ حیات اسلام
جلوہ گر رخ میں تھے انوار رسول مختار

یوں جگر گوشۂ زہرا کی تجلی پھیلی — سرزمیں آج مدینہ کی ہے بیت الانوار

احمد آئے ہیں زباں اپنی چسانے کیلئے — سیّدہ دودھ پلانے کیلئے ہیں تیار

فیض تھا سب یہ تری مروحہ جنبانی کا — ورنہ ہوتے پر جبریل پہ کب نقش و نگار

ہے لب صدق و صفا پر یہ مرا مطلع نو — جسکی لفظوں سے صداقت کے عیاں ہیں آثار

مطلع

ہوتا جائے گا جہاں تک یہ زمانہ بیدار — بڑھتا جائیگا تری ہمت و جرأت کا وقار

صلب حیدر میں نہ ہوتا جو ترے نور کا خط — شق مسرت سے نہ ہوتی کبھی کعبے کی جدار

جان تکبیر ترے نعرۂ تکبیر کا شور — روح اسلام تری تیغ دودم کی جھنکار

سر کٹا خون میں ترب کفن و بے تربت — ایسے ہوتے ہیں جوانان جناں کے سردار

تیرے رخسار پہ تھا نور حسینؑ منیؑ — تجھ سے دنیا میں چلی نسل رسول مختار

اسکو کہتے ہیں کہ سر سے ہوئی طے راہ وفا — فرق اقدس کو پھرایا ہے بہر شہر و دیار

ورق اُلٹے کوئی تاریخ دو عالم کے اگر — ایسی تصویر کا ملنا ہے نہایت دشوار

محسن امت احمد تری ہمت کے فدا — عیسیِ ملّت بیضا ترے قدموں کے نثار

ہے عزیزِ سخن آرا بھی ترا حلقہ بگوش
اسطرف بھی نظر اے دوش محمد کے سوار

موجۂ کوثری

کاشانۂ جہاں کو قدرت نے جب سنوارا
پردوں سے پھوٹ نکلے انوار عالم آرا

بازار مصر بنکر تقدیر چرخ چمکی
یوسف کو چاہِ مغرب سے کھینچکر ابھارا

حُسن ازل کی زینت پر عشق نے نظر کی
جو اشک سُرخ ٹپکا وہ بن گیا ستارا

مست انکھڑیوں نے ساغر لبریز کر دئیے جب
ساقی نے دی صدائے یا ایّھا السّکارا

قانون شب فروزی ۔ لے کر ہلال نکلا
پیوستہ ابروں نے جبدم کیا اشارا

آنکھوں نے تو کیا تھا غرقاب وہ تو کہئے
ویرانیوں نے دل کی پیدا کیا کنارا

جلوے تھے جتنے مخفی اسرار معرفت کے
وہ صورت بشر میں ہیں آج آشکارا

تعلیم خُلق دے کر ممتاز کر دیا ہے
تھی ورنہ فی الحقیقت دنیا تو ہیچکارا

آداب وہ بتائے دشمن کو دوست کر دیں
اخلاق وہ سکھائے جسنے ہمیں سنوارا

درس آفرین حکمت یعنے سروش غیبی
صبح ازل زبان حافظ سے یوں پکارا

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف ست
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

بھیجے پئے ہدایت مرسل بھی انبیا بھی — نازل کئے صحف بھی قرآں بھی اُتارا

ایوب دل نے سیکھا خود شیوۂ حسینی — پرہول معرکوں میں ہمت کبھی نہ ہارا

وہ عالم مقنّن وہ اشجع زمانہ — وہ ضبط کا معلم شاہ سریر آرا

وہ صبر کا مجدّد یعنی حسین بیکس — جس کی ضیا جبین شعبان سے آشکارا

عنوان لوح فطرت سردار اہل جنّت — تکمیل دیں کی آیت جسکا ہر اک اشارا

مشہور ابوالمساکیں معروف ابوالائمہ — ایمانیوں کا محور اسلام کا ستارا

تصویر شرح قدرت معنی حسن فطرت — صورت سے جس کی ظاہر سیرت سے آشکارا

آیات کبریا کی اک بہترین آیت — مخدومۂ جہاں کے مصحف کا اک پارا

روشن ہوئے ہیں جس سے کونین وہ تجلی — جو گوش عرش کی ہے زینت وہ گوشوارا

اعجاز پر دلیل قاطع لبوں کی جنبش — شق القمر کی جانب کرتی ہے جو اشارا

کیونکر نہ جگمگاتا کاشانۂ پیمبر — اُترا ہے وحی بن کر اک دوسرا ستارا

ارض مدینہ بیشک تو جنت نظر ہے — دلچسپ تیرے منظر دلکش ترا نظارا

وقت ولادت آیا روشن ہوا زمانہ — نور تجلی حق ہر سو بساط آرا

خدمت کو فاطمہ کی ہے کون کون حاضر — حوّا ہیں۔ آسیہ ہیں۔ مریم ہیں اور سارا

آغوش فاطمہ میں داد ثبات دینے — طالع ہوا ہے صبح عاشور کا ستارا

معصومیت کا منظر سب کو دکھا رہا ہے ۔ یہ چہرہ یہ بھولا بھولا نقشہ پیارا پیارا

اے چاند تیسری کے ہو تو ذرا مقابل ۔ آغوش سیّدہ میں ہے ایک ماہ پارا

اسلام ایک پرتو انوار کا ہے تیرے ۔ تو مستعار منبر دین ایک استعارا

خوں گرمیوں نے تیری دوڑائی لہر ایسی ۔ پہونچا ہے انتہا پر مقیاس دیں کا پارا

اے قلزم امامت لے بادبان امّت ۔ یہ ڈوبتا سفینہ تو ہی نے تو ابھارا

رویا ہے تجھ پہ گردوں چالیس دن لہو سے ۔ شاہد حدیث صادق مخبر ہیں خود ذرارا

اے خاک کربلا کے گنجینۂ مقدس ۔ ہم تجھ سے ملتجی ہوں کیا حق نہیں ہمارا

عالم بدل گئے ہیں صدیاں گزر گئیں ہیں ۔ اعدا کے یہ مظالم کب تک کریں گوارا

قصر مظالم آرا تعمیر جب ہوئے ہیں ۔ سادات کے لہو سے برسوں بنا ہے گارا

برسوں چنا ہے زندہ دیوار و در میں ہمکو ۔ صدیوں بہا ہے صحن عالم میں خوں ہمارا

بنیاد زندگی کو ہر طرح سے مٹایا ۔ زندہ زمیں میں گاڑا بے موت ہمکو مارا

دُرّے کبھی لگائے گہ آگ میں جلایا ۔ گہ آب تیغ حلق مظلوم سے اُتارا

مظلوم کر کے ہم کو کی ہو زمانہ سازی ۔ مسموم کر کے ہم کو ہم سے کیا مدارا

تھی تیری آزمائش امّت کے حق میں کافی ۔ کیوں لے رہا ہے گردوں اب امتحاں ہمارا

یہ سب ہوا مگر اب سفاک نجدیوں کو ۔ قبروں میں چین پائیں یہ بھی نہیں گوارا

اسلام کے شعار اسلامیوں کے ہاتھوں
برباد ہو رہے ہیں انصاف کر خدا را

کب تک عزیز صبر طاقت ربا کریں اب
"دردا کہ درد پنہاں خواہد شد آشکارا"

عید سعید ہے گو لیکن وفورِ غم سے
ماتمکدہ بنی ہے یہ ارض رکسوارا

خطاب بساقی

دم سرور ہے دے کیمیائے جاں ساقی
رگوں میں خون کی جا بادہ ہو رواں ساقی

تیرے جمال سے روشن ہوئی ہے عیش کی رات
ستارے کیا ہیں ترے گرد راہ کے ذرات

ترے کرم کے سزاوار ہیں یہ حلقہ بگوش
پلا دے جام زمرد میں بادۂ سرجوش

وہ مے جو شیشۂ بوذر میں ہوش آور تھی
وہ مے جو ساغر سلماں میں روح پرور تھی

وہ مے کہ تھا دلِ جبریل میں سرور اسکا
محیط نور تھا پیمانہ بلور اُنس کا

ترا جمال جہاں تاب پھر نظر آئے
گر آفتاب مرے جام میں اتر آئے

اس انتظار میں ہیں میکشان جام بکف
جبین شوق کا کعبہ بنے زمین نجف

موجۂ تسنیم

نصیب ہوا کوہ حرا کو شش دشت امین — دستِ قدرت سے ہوئی شمع ہدایت روشن

فتنہ انگیز تھے عالم کے مذاہب یکسر — بزم ایجاد تھی بازیچۂ اہل فتن

حسن جتنے تھے وہ اُس دور میں معیوب تھے سب — عیب جتنے تھے وہ اُس عہد میں تھے مستحسن

اِک یتیم اُٹھکے الٹتا ہے جہاں کا طبقہ — سجکے ہر دشت کے گوشہ کو بناتا ہے دلہن

کیوں نہ ہو حسن خطابت سے زمانہ تسخیر — لب پہ ہیں فلسفہ آموز حکیمانہ سخن

نقش توحید زمانے کو دبا کر اُبھرا — قوتیں بنگئیں تھیں گو کہ حصار آہن

بے نقط چند حروف آئینہ راز معنی — مختصر صاف۔ مگر شرک کش و کفر شکن

لا اور اِلّا نے دو عالم کا سبق دیکے کہا — دشت فانی کا ہر اک ذرہ ہے وحدت کا چمن

اس طرح رات دن اخلاق سنوارے سب کے — سبق آموز ہوا خلق میں آج اُسکا چلن

ہوگیا منصب تبلیغ مکمل جس دن — بھائی کو اپنی وصایت کا دیا پیراہن

خود ہوا رہرو اقلیم بقا کہہ سُنکر — مگر افسوس وہ اُمّت جو ہوئی عہد شکن

مسند پاک کو شطرنج کا تختہ سمجھی — چالیں دنیا کی چلیں بھول گئی اُسکا چلن

حب دنیا نے کیا دین کو مغلوب اتنا | وہ زمیں تھی نہ وہ دنیا تھی نہ وہ چرخ کہن
صرف آئین سیاست پہ رہا دار و مدار | تھا نہ مذہب عقائد نہ فرائض نہ سنن
نقش اقوال نبی زہر کے پانی سے مٹے | عہد اولاد امیہ تھا بڑا عہد شکن
کیوں تھی محسود جہاں آل رسالت آخر | گو کہ خاموش تھی تھا پھر بھی زمانہ دشمن
ان کی ہستی تھی خطرناک حکومت کے لئے | ان کا ہونا تھا فقط باعث اندوہ و محن
ظلم پر ظلم سہے بل نہ پڑے ابرو پر | پھر بھی اوراق حکومت پہ رہی مثل شکن
آل مروان و امیہ تھی پئے عیش و نشاط | آل سالار عرب وقف پئے دار و رسن
رفتہ رفتہ وہی حق پوش زمانہ آیا | آل احمد کو ملا گرد بیاباں کا کفن
منتقم ہے کوئی گرتا ہے کوئی داد رسی | اس لئے ہمت فریاد نہیں تاب سخن
کیوں عزیز آج یہ کیوں غم کا ترانہ چھیڑا | محفل عیش و طرب اور یہ صدائے شیون
عید نوروز قریب اور طرب دوش بدوش | عہد گل جلوہ فروش اور چمن جلوہ فگن
بلبل سدرہ عزیز سخن آرا ہاں ہاں | چند اشعار طرب خیز بقید گلشن

مطلع

قابل دید ہے تاثیر ہوائے گلشن | موج در موج ہے اعجاز نمائے گلشن
بلبلیں پہونچی ہیں الجھتی ہوئی تا گیسوئے حور | اے زہے نامیہ دبخت رسائے گلشن

نرگس ولالہ وگل چشم وچراغ گیتی
سرو وشمشاد وصنوبر رفقائے گلشن

آج ہے چرخ مکوکب سے زیادہ تاباں
پیکر دہر پہ گلدوز قبائے گلشن

اُٹھتی ہیں نہر مصفا میں طرب زا لہریں
موجیں چنتی ہیں مگر آج ردائے گلشن

کثرت شانِ ظہور آج دکھاتا ہے ہمیں
باغبان چمن دہر خدائے گلشن

توڑ کر خاک کے پردوں کو نکل آیا ہے
جلوہ شاہد مستور قفائے گلشن

کیوں نہ ہو معجزہ حضرت موسیٰ ظاہر
سرو نو خاستہ ہے آج عصائے گلشن

اپنی مستانہ اداؤں سے ذرا چھیڑ نسیم
دل ہر غنچہ ہے لبریز نوائے گلشن

یاسمین وسمن ونسترن و داؤدی
آج ہر پھول دکھاتا ہے ادائے گلشن

اسطرف پھول ہیں چھٹکے ہوئے تارے ہیں اُدھر
قابل دید ہیں اب ارض وسمائے گلشن

حسن سردار جوانان جناں ہے کچھ اور
لالہ رنگ انکی جوانی کا اڑائے گلشن

قابل دید ہے ارباب بصیرت کیلئے
پر قطرس کی طرح نشو ونمائے گلشن

بزم میں سُن کے یہ اشعار طرب خیز غریز
پڑھتے ہیں وجد میں یہ نغمہ سرائے گلشن

مطلع

ان فی الجنۃ نہرین بشہد ولبن
لعلی ولزہرا وحسین وحسن

عید میلاد حسین ابن علی ہے ساقی
ہاں یہی وقت ہے دے ساغر صہبائے کہن

خامس آلِ عبا نقطۂ پرکارِ وجود
جس کو دی عالمِ ارواح میں تعلیمِ شکیب
جس نے پایا ہے نُو صبر کے گہوارہ میں
گود میں فاطمہ کے تیسری کا چاند اترا
وہ سخی ابنِ سخی آج ہوا ہے پیدا
خون سے اپنے شہ دین نے بنایا غازہ
تجھ سے ظاہر ہو اگر معجزۂ داؤدی
قوتِ صبر تری عقدہ کشائی تیری
اک نظر[1] جانب ساداتِ رفیع الدرجات
ضعفِ مذہب پہ شماتت جو کریں گے اعدا
جان کا خوف نہیں پاس ترے نام کا ہے
بسترِ خاکِ شفا پر کوئی کروٹ تو بدل
اِک قیامت ہے بپا تیرے عزادارو میں
لب ہلا دے تو الٹ جائے زمیں کا طبقہ

سیّد و سرورِ کونین شہنشاہِ زمن
اِمتحاں گاہِ محن میں وہ ہوا جلوہ فگن
خود رسولِ عربی جس کا بنے تھے توسن
یا کہ پھوٹی ہے یہ خورشیدِ امامت کی کرن
مٹ گئے معن کے اور حاتم و جعفر کے چلن
ورنہ اسلام کے چہرے پہ کہاں تھا روغن
موم ہو جائے اشارہ میں حصارِ آہن
"دل من داند و من دانم و داند دل من"
خادمِ خاص ہیں کیا مستحقِ دار و رسن
ورنہ قربان ترے نام پہ یہ روح یہ تن
اے شہِ عقدہ کشا فخرِ رسولانِ زمن
گو ہے زحمت مگر اے سیدِ مجروح بدن
چند ساداتِ حضوری میں ہیں وقفِ شیون
دیکھ لے تو تو بدل جائے زمانے کا چلن

[1] اشارہ بطرف واقعۂ خاص ۱۲

آتشِ پارہ

سچ اگر پوچھئے جیتے ہیں بدولت اُنکی
ہم بھی انکے ہیں یہ دل بھی ہو امانت اُنکی

قابل عفو نہیں کوئی بھی عصیاں میرا
فردِ محشر پہ اگر ہو نہ شہادت اُنکی

امتحاں گاہ وفا میں ہوئی حاصل معراج
قدر کرتے ہیں شہیدان محبت اُنکی

زخمی تیغ نگہ کشتہ شمشیر ادا
دِل الٹ جائے جو دیکھے کوئی صورت اُنکی

ہے ہر اک قطرۂ خوں نقش سویدائے وفا
کون سا دل ہے نہیں جسمیں محبت اُنکی

دل وارفتہ کو یارب کہیں تسکین تو ہو
دور ہی سے کہیں ہو جائے زیارت اُنکی

مطمئن دل ابھی دیکھے ہی نہیں ہیں تمنے
سختیاں بڑھ گئیں جب کھلگئی رنگت اُنکی

اعتقاد اپنی شفا کا دلِ بیمار کو ہی
خواب میں دیکھ چکا ہو کہیں تربت اُنکی

دُور افتادہ ہوں کیونکر ہو رسائی کی اُمید
دیکھ لیں ایک نظر وہ تو عنایت اُنکی

ہیں جو پہلو میں نصیب انکا مقدر انکا
ان سے جو دور ہیں دیکھے کوئی حسرت اُنکی

دلِ بیمار تغافل کا گلہ اُن سے نہ کر
کام آئے گی قیامت میں شفاعت اُنکی

کیوں حقایق میں نظر آئے نہ اُنکا جلوہ
جب مجازات سے پیدا ہے حقیقت اُنکی

جن سے اسلام نے پائی ہی حیاتِ جاوید
خانہ سیّدہ میں ہوگی ولادت اُنکی

یک زباں ہوگئے اس بات پہ نسّابِ عرب
آلِ ہاشم کے لئے فخر شرافت اُنکی

بھر دیا دل کا لہو جب تو کہی ہے تکبیر
روح اسلام میں آئی ہے بدولت اُنکی

پیرِ جبریل کا انصاف ہے اس پر شاہد
دلِ گوہر میں در آئی تھی کتابت اُنکی

جب کہیں فاطمہ خود انت شبیہ بابی
کیوں نہ تصویرِ پیمبر کی ہو صورت اُنکی

چھوڑ کر خطبہ اُتر آئے نبی منبر سے
انتہا ہے کوئی اللہ ری جلالت اُنکی

قطعہ

یا علی علیہ السلام مظہر آیاتِ نبوت آکر تو
نصیری بھی بنا تھے قبلہ نمازی کے لئے
یہ بھی مجبور ہیں پابندیِ مذہب سے عزیز
ورنہ وحدت ہی پہ آتا تو خدائی کے لئے

عزیز

لالہ زار

مختلف نظمیں

پیغمبرِ اسلام

بزمِ توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا

جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے
سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا

چشم و مژگاں سے لکھے اُسنے ہزاروں دفتر
جسکے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

شورِ تکبیر سے صحرائے عرب گونج اُٹھا
اِس جلالت سے سوئے اہل تہامہ آیا

ایکیسی جسم میں دل منزلِ اجلالِ خدا
لے کے یُوں کوہ حرا سے کوئی نامہ آیا

اہل اسلام جسے تاج عرب کہتے ہیں
سر پہ رکھے وہ جلالت کا عمامہ آیا

شب ہجرت کی طرح دوش پہ بکھرائے ہوئے
سنبل غالیہ مُو مشک شمامہ آیا

قطعہ نعتیہ

دو عالم ہم سمجھتے تھے کہ قدرت کے مظاہر ہیں
مگر دیکھا تو دو دفتر ہیں یہ شانِ محمد میں

حدِ قاب قوسین ابروئے دلکش دکھاتے ہیں
یہ دو کتبے بھی چسپاں کر دو قرآنِ محمد میں

دمِ نظارہ آنکھیں انبیا کی خیرہ ہوتی ہیں
یہ کیسے لولو و مرجاں ہیں دامانِ محمد میں

شبِ معراج الگ کعبہ بنایا ہی ہر اک دل نے
یہ حلقے کب ہیں گیسوئے پریشانِ محمد میں

علیؑ سا نورِ ایماں جس کو وجہ اللہ کہتے ہیں
یہ چراغ ہر برو رہی شبستانِ محمد میں

یہ وہ خورشید لرزاں اسکے رُخ میں جلوہ آرا ہیں
کہ ہے نورِ حقیقت روئے تابانِ محمد میں

کھلے تکمہ اگر اسکا تو یہ شیرازہ کھل جائے
نہاں صبحِ قیامت ہی گریبانِ محمد میں

دلِ حیدر کا صدقہ کعبہ ہے قبلہ نما جسکا
مجھے محسوب کر پایہ شناسانِ محمد میں

خداوندا سوا نیزہ پہ جب خورشیدِ محشر ہو
مجھے محشور کرنا تو غلامانِ محمد میں

فلسفیِ اُمّیؐ

یہ دونوں عالم کہ جس کی تہ میں چمک رہا ہے جمالِ قدرت،
اسے سمجھ لو مجازِ مرسل اُسے لطیف ایک استعارا
زمانہ ہے ایک جسم خاکی وجودِ انساں ہے رُوح اس کی
لباسِ ہستی کو تو نے اے رُوح گر سنوارا تو کیا سنوارا
سمجھ میں اب تک نہ تیری آیا کہ زندگانی کی کیا ہے خواہش
نہ دولت جسم ہے اسکا مقصد نہ اسکا مطلب ہی ملک دارا
مگر حقیقت کی اِک نظر کر ذرا سراپائے مصطفےٰؐ پر
یہ قدِ آدم وہ آئینہ ہے کہ جس میں قدرت ہے جلوہ آرا
عرب کے جاہل عرب کے سرکش کہ جن کا جوہر درندگی تھا
یہی ہے وہ "فلسفیِ اُمی" کہ جس نے اُس قوم کو سنوارا
حضیضِ ہستی پہ جب تھا مائل تو ذرّہ ذرّہ بنا تھا سُورج
ہوا تھا میلان ارتقا جب تو عرشِ اعظم کا تھا ستارا

اُبل پڑا نورِ کبریائی، چمک اُٹھا جلوۂ خدائی
دبے ہوئے تھے جو دل میں جذبے ضیائے رُخ سے اُنھیں اُبھارا

مجسمہ حسن معنوی کا نمونہ اِک لطفِ سرمدی کا
حری کے خلوت کدے میں جسکو خدا کے ہاتھوں نے خود سنوارا

زمین شور عرب پہ آکر، بنائے اخلاق اُس نے ڈالی
وہی یتیموں کا آسرا تھا وہی ضعیفوں کا تھا سہارا

۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

محمد مصطفیٰ

وہ عقدہ کشائے آفرینش — سلطان خرد رئیس دانش

وہ سرور سروران محمدؐ — سرخیل پیمبران محمد

وہ حاکم کشور کفایت — وہ گوہر معدن رسالت

وہ نور نگاہ آفرینش — وہ پشت و پناہ آفرینش

وہ رحمت حق خدا کی آیت — مرآۃ صفا سراج ملت

وہ صاحب منبر افلاک — زیبا ہے جسے خطاب لولاک

محمود و حمید ابوالفضائل — یٰسین و یتیم ابوالارامل

عین الاعیان فخر آدم — قطب الاقطاب عین عالم

داعی و مقتدر و مذکر — اُمّی و مزمل و مدثر

مخلوق پہ خلقت اسکی فائق — تصویر حقیقۃ الحقائق

برخاکِ عبودیت فتادہ — برطارم عرش پا نہادہ

ظاہر میں تو ختم مرسلیں ہے — پر نقطۂ خطِ اولیں ہے

اخلاق ہیں جسکے اک فسانہ — انسان مکمل و یگانہ

بہارِ کعبہ

جلوۂ گل سے بڑھی اور بہار کعبہ
کھل گئی فرط مسرت سے جدار کعبہ

آج ساقی ہے مرا زیب کنار کعبہ
اب نہ اُتریگا کسی طرح خمار کعبہ

دہر میں اسکی ولادت کیلئے کھینچا ہے
اک پیمبر نے زمیں پر یہ حصار کعبہ

بتکدہ چھوڑ کے آئے ہیں پرستار صنم
ایخدا کون ہے یہ زیب کنار کعبہ؟

حسن نے دامن دُنیا پہ کیا ہے قبضہ
دل ہوئے جاتے ہیں لو آج شکار کعبہ

دیکھتے ہیں یہ تماشائے نظام قدرت
سر جھکائے ہوئے اصنام کبار کعبہ

بنگیا اسکی ولادت سے یہ عالم کا مطاف
ورنہ ہوتا نہ کوئی آج نثار کعبہ

کون یہ خانۂ حمرا میں ہوا ہے پیدا
سودہ لعل بدخشاں ہی غبار کعبہ

فاطمہ بنت اسد نکلی ہیں بانیل مرام
مہد آغوش میں ہے ایک نگار کعبہ

دل معمار میں جو رہ گئے تھے وقت بنا
خود اُبھر آئے ہیں وہ نقش و نگار کعبہ

نو گل باغ امامت کی تجلی تھی عزیز
کھل کھلا کر جو ہنسی آج جدار کعبہ

مخمس

تری رفتار شاہانہ تری گفتار شاہانہ
تری درگاہ شاہانہ تری سرکار شاہانہ
ملا ہے تجھ کو رتبہ حیدر کرار شاہانہ
گدائے در پہ بھی کرنا ذرا ایثار شاہانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

دم ہیجا ترا ہر نعرہ ہوتا تھا دلیرانہ
وغا میں جب کبھی حملہ کیا تو نے تو شیرانہ
بایں سطوت فقیروں سے ملا ہے تو گدایانہ
کرم کا منتظر ہے اک فقیر باب کاشانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

بنی ہے تیری خاک پاک سے تسبیح صد دانہ
وہ خاک پاک مخفی جس میں اسرار مسیحانہ
سمجھتا ہے وہ افضل کیمیا سے جو ہے فرزانہ
رسائی تیری شمع بزم تک پائے تو پروانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

ترے آگے جمال یوسفی ہے ایک افسانہ
فضائے ہر دو عالم ہے فقط تیرا جلوخانہ
جو دیوانہ ہے تیرا ہے وہی دنیا میں فرزانہ
نہ کیونکر آؤں تیرے آستانے پر گدایانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

نگاہ مست کا صدقہ ادھر بھی ایک پیمانہ　　وہ مے جو طور کے پردے سے نکلی بے حجابانہ
قیامت تک رہے آباد ساقی تیرا میخانہ　　نہیں کچھ کہنے دیتا تیرا جلال ملوکانہ

مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

اُسی انداز سے پھر اک نگاہِ دلربایانہ　　بھلا دے گردش ساغر کو تری چشم مستانہ
تصدق ہر نگہ پر گرمی بازار میخانہ　　بنا قطرہ کو یوں دریا کہ رہجائے اک افسانہ

مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

میلاد حیدری

ہر سمت جلوہ گستر اک نور داوری ہے | برپا حرم میں جشن میلاد حیدری ہے

اللہ آمد آمد کعبہ میں ہے یہ کسکی | خود محو ہے تجلی وہ جلوہ گستری ہے

آغوش میں ہے میوہ قلب محمدی کا | خالق نے فاطمہ کی گود آج خود بھری ہے

بچہ ہے ایک مصحف مصحف بھی کیسا ناطق | اور رحل اسکی کیا ہے آغوش مادری ہے

ظاہر میں دیدیا ہے گو منصب امامت | لیکن سپرد اسکے کار پیمبری ہے

خاتم نماز میں دی خالق سے تیغ پائی | ایسا کوئی سخی ہے ایسا کوئی جری ہے

خیبر ہے جسپہ شاہد وہ بازوؤں کی طاقت | قنبر ہے جسپہ نازاں وہ بندہ پروری ہے

تجکو خدا ہی جانے اے شان کبریائی | تیرا وجود اقدس اک راز داوری ہے

کونین میں چھڑا ہے ہر سمت ساز عشرت

مسرور ہے خدائی عید پیمبری ہے

عبدِ حق نما

تجھے اے بابِ شہرِ علم کوئی اور کیا سمجھے
خدا کے بعد تیرے مرتبہ کو مصطفیٰ سمجھے

تو ہی بتلادے معبودِ نصیری میں تو حیراں ہوں
خلوصِ دل سے کس بندہ کو دنیا میں خدا سمجھے

امیر المومنیں ہونے میں اسکے کیا تعجب ہے
کہ جسکو خضر سا پیرِ طریقت رہنما سمجھے

مخالف گو کہ ہوں ہیں بھی عقیدے سے نصیری کے
مگر حیرت ہے پھر ایسے بشر کو کوئی کیا سمجھے

زبان دنیا محمد کا لسان اللہ کے منہ میں
رموزِ عاشق و معشوق ہیں یہ کوئی کیا سمجھے

نظر مہرِ نبوت آئی جب دوشِ محمد پر
بلا تشبیہ ہم اسکو علی کا نقشِ پا سمجھے

نجات انکی بھلا کس طرح ہو جو لوگ دنیا میں
تجھے قرآن سے قرآں کو تجھ سے جدا سمجھے

امامت کو نبوت پر تفوق دے نہیں سکتے
مگر ہاں بے تکلف تجکو نفسِ مصطفیٰ سمجھے

کسی تیرہ دروں کو قدر کیا ہو اہلِ عرفاں کی
صفائے شیشۂ دل کو ترے اہلِ صفا سمجھے

عزیز اُسکے بغیر اللہ کا ملنا نہیں ممکن
خدا تو کیا مگر ہاں اسکو عبدِ حق نما سمجھے

یہ کس نے منبرِ آفتاب پر جلوہ نمائی کی
علی اللّٰہیوں میں دھوم ہے جشنِ خدائی کی

کھنچا جب طور کا خاکہ ہر اک پالانِ اشتر پر
سپیدی بغل نے برق بن کر رونمائی کی

نظر ساقی نے ڈالی خون دوڑا خشک کانٹوں میں
ہر اک گوشہ نے پیدا شان کی دستِ حنائی کی

ولی عہدی کا خلعت اب رسول اللہ پہناتے ہیں
محبت کر رہے ہیں فرض سب اپنے بھائی کی

قدم منبر پہ آئے خسروِ گیتی کے اس جانب
اُدھر گردوں نے حاضر ایک کشتی طلائی کی

کہا مولا نبی نے اور ہزاروں ہو گئے بندے
غدیرِ خم کے میخانہ میں ساقی نے خدائی کی

ولیعہدی کا خلعت دے چکے جب سرورِ عالم
کہا یہ عرش سے تصویر کھینچ اب میرے بھائی کی

فضیلت بابِ شہرِ علم کی بس مختصر یہ ہے
اسی چوکھٹ پہ عقلِ کل نے برسوں جبہ سائی کی

کیا جب ختم خطبہ افصح العالم نے منبر پر
ہم ایسے شاعرِ میکش اٹھے مدحت سرائی کی

تصویرِ غدیر

دو نشاں توحید کے جنگل میں پائے جائینگے
ایک افق سے چاند اور سورج دکھائے جائینگے

قافلے حجاج کے جو منتشر ہیں ہر طرف
اہتمام خاص سے وہ سب بلائے جائینگے

منبر آفتاب ہوگا اور میدان فراخ
معرفت کے جام بھر بھر کر پلائے جائینگے

اپنی بیٹی دیکے کل نوشہ بنایا تھا جنھیں
آج سنتا ہوں وہی مولا بنائے جائینگے

غزل مدحیہ

رُخِ مولود نصیری کو دکھا لوں تو کہوں
راز امامت کا خدا اسکو بنا لوں تو کہوں

کتنی گہری ہے نگاہ غلط انداز اس کی
دِل میں پیوست ہے اک تیر نکالوں تو کہوں

کعبۃ اللہ میں جلوہ نظر آیا کس کا
دل سنبھالوں تو کہوں ہوش میں آ لوں تو کہوں

کیا کہوں مصحف رخسار علی کی عظمت
دستِ پر شوق میں قرآن اُٹھا لوں تو کہوں

یہ مُسلّم کہ علی بندہ حق ہے لیکن
ایک فرقہ کو ہم آواز بنا لوں تو کہوں

قوتِ دستِ یداللہ بیاں ہو کیونکر
کرۂ ارض میں اک حلقہ لگا لوں تو کہوں

کیا کہوں فرق علی اور علی الاعلےٰ
پردۂ حائل ہے ذرا اسکو اُٹھا لوں تو کہوں

ہستی کفر ہے کیا ہستی اصنام ہے کیا؟
دوشِ احمد پہ ذرا اسکو بٹھا لوں تو کہوں

چین سے خوف میں سوتے ہیں سپاہی کیونکر
شب ہجرت اُسے بستر پہ سلا لوں تو کہوں

پائے حیدر کی تجلی کا ابھی کیا مذکور
آئینہ مہر نبوت کو بنا لوں تو کہوں

نکتہ ادبی

انا و علی من نور واحد

نور واحد کے ہیں دو جز مصطفےٰ و مرتضےٰ
صورتیں ظاہر ہیں دو باطن میں ہیں یہ ایک ذات

جو فضائل ہیں محمد کے علی اسمیں سہیم
ذات ان دونوں کی ہی مجموعۂ حسن صفات

وہ پیمبر یہ وصی وہ رہنما یہ راہبر
وحی انکا ہر سخن اعجاز انکی بات بات

بے خطر یوں کون سو سکتا ہے چادر تان کر
اتحاد نفس کا آئینہ ہے ہجرت کی رات

اک کتاب معرفت انکا ہر اک طرز عمل
ایک اخلاقی صحیفہ انکی کار آمد حیات

کسکی طاقت تھی کہ رکھتا دوش احمد پر قدم
کون تھا ہیبت سے جسکی گر پڑیں لات و منات

اُنکے آئین فقیرانہ میں شاہی مستتر
اِنکے اقوال حکیمانہ میں پوشیدہ نکات

کارنامے ہیں یہ دونوں مذہب اسلام کے
راہ حق میں انکا استقلال اور اُنکا ثبات

باعث ایجاد عالم ہیں یہ دونوں ہستیاں
دوزخ انکی بیرخی ہی جنت اُنکا التفات

فرض ہے تکمیل ایماں کے لئے انکی ولا
رشتۂ الفت نہیں ہے جادۂ راہ نجات

اتحاد باطنی کی ہے یہی بیّن دلیل
متحد ہیں مصطفےٰ و مرتضےٰ کے بینات

بینات { یم - اد - یہ - اے ہ - ا - ا   بینات { یم - ا - اے ہ - اد - ا

نغمۂ مستانِ غدیر

اس میکدے میں مشربِ رندانہ چاہیئے
اِک اِک قدم پہ لغزشِ مستانہ چاہیئے

ساقی مری طرف بھی ذرا آنکھ بھر کے دیکھ
صدقے تری نگاہ کے پیمانہ چاہیئے

اے ابرِ رحمت آ سرِ گردونِ میکدہ
رندوں کے سر پہ چتر ملوکانہ چاہیئے

دیدو خبر یہ مطربِ بزمِ حجاز کو
محفل میں آج نغمۂ مستانہ چاہیئے

یہ کہہ رہی ہوں گردنِ مینا میں دستِ شوق
بچھڑے ہوؤں میں آج تو یارانہ چاہیئے

رنگیں ہے آج ہر ورقِ دفترِ نشاط
صرف اک سجا ہوا مجھے میخانہ چاہیئے

جاتا ہوں آج واعظِ علامہ کے حضور
حلت پہ مے کی قولِ فقیہانہ چاہیئے

لکھوں گا آج قصۂ سوزِ دلِ رقیب
تیری بیاض اے پری پروانہ چاہیئے

رکھنا خیالِ گلشنِ ساقی کے منتظم
دور اس چمن سے سبزۂ بیگانہ چاہیئے

ساقی ہو حبیب متمم اخلاقِ مصطفےٰ
رندوں سے اسکو خلقِ کریمانہ چاہیئے

منزل غدیرِ خم میں کروں یا نجف میں میں
مجھ کو کسی طرح در جانانہ چاہیئے

دیدے کلیدِ میکدہ ساقی عزیز کو
کیسی پری اسے تو پری خانہ چاہیئے

عصارۂ تاک

دم ہیجا ہیں لرزاں رُوئے حیدرؑ دیکھنے والے
سمجھ لیتے ہیں دل کا حال تیور دیکھنے والے

پروں پر روک لیتے گر نہ جبریلؑ آپکی قوت
ذرا پھر دیکھتے سب زورِ حیدرؑ دیکھنے والے

بتوں سے پاک کعبہ کو کیا کس شان و شوکت سے
کہیں کیونکر نہ سب اللہ اکبر دیکھنے والے

خوشا تقدیر کیا وافر عبادت کی ملی فرصت
ترے رخ سے گئے ہیں ہم بھی روزِ محشر دیکھنے والے

اُدھر دستِ علیؑ جبریلؑ و میکائیلؑ روکے ہیں
ادھر ہیبت سے لرزاں جنگِ خیبر دیکھنے والے

شجاعت اسکو کہتے ہیں جلالت نام ہے اسکا
دبے جاتے ہیں سب حضرت کے تیور دیکھنے والے

اُڑے کیا طائرِ عقل آپکے بامِ عدالت پر
سمجھ لیں قصّہ سلمان و بوذر دیکھنے والے

قیامت میں نظر آتا ہے ہنگامہ قیامت کا
نہیں جاتے ہیں جنت میں ترا در دیکھنے والے

چہار و سقف کے محدود حلقہ میں نہ آجانا
ذرا ہشیار شہرِ علم کا در دیکھنے والے

خدا ہی غیر مرئی ذات تیری مظہرِ قدرت
کہیں کیا اب تجھے اے بندہ پرور دیکھنے والے

عزیزؔ بادہ کش بھی تشنۂ دیدارِ ساقی ہے
اُسے بھی ساتھ لے لیں حوضِ کوثر دیکھنے والے

غزل مدحیہ

دل انکے پاس ہو میں تماشائے دل کروں
فرصت مگر کہاں کہ تمنائے دل کروں

قطرہ ہے ایک خون کا بے مایہ بے بساط
آنکی نظر سے حل جو معمائے دل کروں

تھوڑی سی خاک آپکے قدمونکی چاہیئے
جی چاہتا ہے آج پھر احیائے دل کروں

ایسے ہزار دل ہوں تو ہیں آپ پر نثار
اتنا کہاں دماغ کہ پروائے دل کروں

ہولے ذرا ظہور کسی بے نیاز کا
پھر دل لگا کے شرح تمنائے دل کروں

آئیں جو وہ تو پھر نہ کہوں دل کو دل کبھی
آباد انکے نام سے دنیائے دل کروں

اے حسن سبزہ رنگ اگر ملتفت ہو تو
آراستہ جزیرہ خضرائے دل کروں

ناپاک دل کو جیفہ دنیا نے کر دیا
آؤ کہ جو تم تو اور تمنائے دل کروں

ظاہر ہو جب تو آنکھ کی پتلی میں دوں جگہ
غیبت میں نور دیدۂ بینائے دل کروں

دیکھوں دم ظہور تری شان دلبری
پہونچوں نجف تک اور تقاضائے دل کروں

غزل مدیرؔ

سرداب دل میں آج نہاں ایک نور ہے
جس سے کہ لو لگائے ہوئے شمع طور ہے

معنی کھلے عبارت برق جہندہ کے
تحریر اک سطر میں شان ظہور ہے

سرکا بھی دے نقاب قیامت ہی کیوں نہو
جذب نگاہ شوق یہ تیرا قصور ہے

ہے راز آفرینش دنیا چھپا ہوا
عالم تمام اپنی حقیقت سے دور ہے

دنیا کھڑی ہے در پہ لئے توسن رسول
کہیئے ارادہ آپ کا کیا اے حضور ہے

دربار احمدی کا ہے مداح نغز گو
ہمراہی عزیزؔ سخنور ضرور ہے

۱۷ شعبان ۱۳۳۲ھ

قطعہ

بتکدے میں ہے شور اذاں کا زلزلہ میں ہے سارا کلیسا
سر بگریباں ہو گئے راہب نقش وحدت اب ہے قشقا
شمع کی لو بھی ہو گئی دھیمی سوختہ جاں ہیں سب پروانے
ڈوبے تارے نیمہ شب کے صبح کا تارا دیکھو چمکا
ماہ فلک کی کشتی ڈوبی حور سحر نے غازہ ملا پھر
نرجس خاتوں حجرہ سے نکلیں گود میں لیکر نور خدا کا
داھنے بازو پہ ہے جسکے نور کے خط سے نقش آیت
جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

قطعات

پہاڑ سے کوئی اترا ہے رہبری کیلئے
چلا ہے سوئے جہاں بندہ پروری کیلئے

اس انتخاب سے ثابت ہوا وجود خدا
کہ ایسی ذات کو چھانٹا پیمبری کیلئے

یہ خوب سمجھتا ہوں کہ تم نفسِ نبی ہو

گو کہہ نہیں سکتا ہوں پیمبر سے زیادہ

انجام نصیری پہ نظر ہے مرے مولا

کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں اسی ڈر سے زیادہ

چلا ظلمت کدہ میں ماہ بن کر
میانِ خلق شاہنشاہ بن کر

دین و دیوار کعبہ کو ہلا کر
علیؑ نکلے ہیں در کا راستہ بنا کر

پائے نقشِ پا سے کعبے کی آج تقدیرِ خلیل
اے حیاتِ دینِ حق اے روحِ تعمیرِ خلیل

آج کعبے میں دکھائی کس نے شانِ کبریا
آ رہی ہے کان میں آوازِ تکبیرِ خلیل

صدفِ کعبہ کا وہ درِ یتیم
علمِ شرعِ احمدی کا حکیم
ہے یہ اُس گروہ کی عظمت
انّ من شیعتہ لابراہیم

کعبہ میں ہے ولادت حیدر کی دھوم دھام
ہو گا نہ اب رسول کی معراج میں کلام
شق ہو گئی ہے آج کعبہ کی دیوار اے عزیز
ثابت ہے اب کی مسئلہ خرق و التیام

یا علی تم کو ترس ارض و سما ہوتا ہے

عرش سے دل میں یہاں ابھی جلوہ نما ہوتا ہے

ہم تو کہتے ہیں فقط نص پیمبر ہی نہیں

عالموں میں یہاں ابھی تم کو تو خدا ہوتا ہے

دلیلِ رحمتِ حق عینِ حق نما ہے
علی کو منظرِ آیاتِ کبریا ہے

علی اسم

نصیر ولی ہیں اگر تو ہے
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا ہے

جنوں نہ کچھ کر سکے نہیں حاصل ہے کوئی اس بارہ شتیری کو
تمھارا جو دل ہے بجا ہو نہیں سکتا وہ دل میرا

بڑھاتے کیوں ہو قصہ لو اسی پر فیصلہ کر لو
زبانیں ہیں یہ کچھ کہ سکے سب تمھارا اور علی میرا

بہار آئی ہے آج جنگل آمد باد بہاری ہے
گلوں میں شبنم تازہ و بزم بادہ خواری ہے

چلو اے کوثر آشامو ادا حق عقیدت ہو
غدیر خم کا میداں ہے علی کی تاجداری ہے

پائے ہیں شرف کسبی کسی اوروں نے
پر شان آپ کی ہے ہر اک وصف جلی ہے

محمود و محمد ہیں تو پایا ہے تفاوت
لیکن نہ بلا فرق علی اور علی ہیں

بیت الحرام امام کا کاشانہ ہو گیا
باطن فروز جلوۂ رب سے یگانہ ہو گیا

کعبہ کہ جس میں میرؑ و قار آئے مکیں
وہ آج فاطمہؑ کا زچہ خانہ ہو گیا

کیسی خوشی ہے جس کا اثر بالعموم ہے

ہر دل کا آسماں نور زمیں کیا ہجوم ہے

غزلیہ

باہم نصیبوں میں یہی یادگار ہے

گھر میں خدا کے آج ولادت کسکی ہوئی

دیارِ معرفت میں سلطنت کرنے کو کافی ہے
اگر مل جائے اک موتی بھی اسکے گنجِ عرفاں سے

علی کو لیکے یوں کعبہ سے نکلیں مریمِ دوراں
کہ فالِ نیک جیسے کوئی برآمد ہو قرآں سے

فخر اسلام شہنشاہ عرب
آج ہے سایۂ صد عیش و طرب
یعنی ہے نور امامت کا لباس
غرۂ ناصیۂ ماہ رجب

ساقی سے کہو کہ لے شراب کہن آئے
تا جوش میں پھر محفل اہل سخن آئے

تسبیح بنیں رشتۂ انفاس خلائق
دنیا کو مبارک ہو امام حسنؑ آئے

رونق فزائے انجمن خلق ہوا نیر امام

سردار جملہ اہل جناں سید الانام

قائم ہوا نظام ائمہ کا سلسلہ

تسبیح فاطمہ میں پرویا گیا امام

سید شبّان جنت رونق دنیا ہوا

دونوں عالم جسکے جلوے سے منور ہوگئے

اب کشادہ باب خیبر یا علی آسان ہے

دونوں بازو آج قوت میں برابر ہوگئے

اے زینب کی زینت تجھکو مبارک ہو یہ دن
تجھپہ تاج رسولاں کا بار آتا ہے

ہاتھ میں اک گیسو سے عنبر کی
رونق زینب کا سوار آتا ہے

زینب کے رخ پہ جب کہ ڈالی تھی سر سے نقاب

پیدا کیا جلال یہ روئے حسین نے

اسلام ایک پیکر بے روح تھا عزیز

ڈالی ہے جان خون گلوئے حسین نے

آن جبیں ہے نشاط انگیز
از زمیں تا لب عالم لاہوت

حلقہ از فوق کائنات ہوا
تا ثمر بالاتر از یاقوت

قاصرات الطرف جو ہیں دیکھتی ہیں غور سے
خلد کے غرفوں سے اب منظر زمیں کے فرش کا
ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے ستاروں سے عزیز
خاکیوں میں آج چمکا گوشوارہ عرش کا

یہ چاند طالع ہوا کہ کیا آنا زینت نبی میں جس کو
اُترے گھوڑوں سے آسماں کے حجرۂ فردوس میں بیٹا

پڑھیں درود اہل بزم کہ ہوا ہے رونق افزا گیتی
خدا کے محبوب کا نواسہ نصیروں کی خدا کا بیٹا

رشک فردوس آج ہے دولتسرائے فاطمہ
خوبی قدرت ہوئے ہیں ہمنوائے فاطمہ

آئی ہے شکل حسینی میں نوید فصل گل
بن گئے ہیں پھول پیوند ردائے فاطمہ

سید السادات سردار جوانان جناں

دل بھر آتا ہے کیا تاثیر ہے اس نام میں

قطرہ قطرہ خون کا تیرے سطر از دیں ہوا

جدول یاقوت جسے خاتم اسلام میں

پنجتن میں ایک تمہی کو تکلف نہیں رہا
قسمت سے آج سامنے منجانب امام

مخصوص ایک ایک امام سے ہر سجدۂ گر
تسبیح فاطمہ کا ہر اک دانہ ہے امام

پینے کو آئے ہیں یہ مے آشام ساقیا
پہنچے گا نجف سے سامرہ دو گام ساقیا

لیکن شرابیوں کو ترے آج ہے یہ ضد
پینے کے لیے گو ہیں دستِ جام ساقیا

سن اہتمام ہے محفل میں جام آتا ہے
کہ دور جشن ہے ماہِ صیام آتا ہے

جبیں عیسیٰ کی دو ران شیشیں کوئی دیدہ
بچھائیں راہ سے مصلّے امام آتا ہے

گل باغ امامت زیادہ زعیسیٰ سخا ہے

کہ دل کی کھلی عالم حزن غم و زبوں ہے

سواد غم کہ بار نے تنظیر پیٹھ پر ہیں کیک

تاریخ الطاف و کرم اسکی فزوں ہے

جذبۂ عشق میں کمبخت کے وعدے دیکھو

دل ہوا آمادہ مشیت کے بدلنے کے لیے

اضطراب دل پرشوق سے دیتا ہے

وہ بھی بیچین ادھر سے نکلنے کے لیے

رُباعیات

آخر میں عبودیت سے کامل ہوتے
دل اسکی طرف کبھی نہ مائل ہوتے

پیدا ہوتا نہ گر علی سا بندہ
مشکل تھا کہ ہم خدا کے قائل ہوتے

یہ نور تجلی سے ہوئے ارض و سما
کعبے میں ہوا نور الٰہی پیدا
اللہ اللہ مصحف روئے علی
کھلا قدرت کی سب پہ انشا

حسین علیہ السلام سر دیکے نیزوں کا سرتاج گیا

جدا سے بیبی کا بھی نہ بیتاج گیا

دیوار سے کعبے کی الگ آتش ہو کر

واجب سے جو ممکن تھا وہ کام آج گیا

تفسیر کتاب دیں پناہی تو ہے
زینت دہ تخت بادشاہی تو ہے

واللہ کہ اے شہید دشت غربت
مجموعۂ اخلاق الٰہی تو ہے

ہے ذات آپکی کس طرح تو سب عجیب
شاہد ترے فضل کے ہیں اپنے خود شاہد عجیب

سب ہیں وجود ہستی معدوم
بے نقطہ ہے خط اولیں کا ادب

آکے مصطفیٰ لبیتی تسلی نہ کرسکی
قدرت کی کروٹیں بھی تبیلی نہ کرسکی

شق ہو تو حق بجانب دل ہے غار گواہ
دیدار بھی تو ضبط تجلی نہ کرسکی

آساں نہیں ہے حیدر کا فقیر ہونا
در دار کا سپاہی ہے ابوذر ہونا

گر تمہیں عزت کی اگر ہے خواہش
کافی ہے فقط غلام حسین ہونا

دیوانهٔ عشقیم که این شاهد سرمست
حسنش همه زخمست و حجابش همه خونست

درسِ وفا

شجاعت و وفاداری اصحاب حسینؑ

اصحاب حسین ابن علی جان وفا تھے
ایمان سے کہتا ہوں کہ ایمانِ وفا تھے
تابندہ رخ اُنکے تھے کہ قرآن وفا تھے
دل تھے کہ چراغ تہ دامانِ وفا تھے
گنجینۂ اسرار تھا سینوں سے نمایاں
باطن کی تجلی تھی جبینوں سے نمایاں

دیکھے نہیں دنیا نے کہیں ایسے وفادار
مرنے کیلئے موت سے پہلے ہوئے تیار
پہنے ہوئے زرہوں پہ دلوں کو دم پیکار
سامان مسرت تھے اُنھیں موت کے آثار
تکلیف میں آفاق سے منہ موڑ رہے تھے
ہنس ہنس کے مگر خاک پہ دم توڑ رہے تھے

وہ خطبۂ سلطان حجازی شب عاشور — اصحاب سے کہنا کہ ہوئی عافیت اب دور
ہاں ساتھ مرا چھوڑ دو گر زیست ہی منظور — کہنا وہ رفیقوں کا کہ اے سید محصور
مر جائیں مگر رشتۂ بیعت کو نہ توڑیں
کھا جائیں درندے ہمیں گر آپکو چھوڑیں

یہ سن یہ بن عوسجہ کی ہمت عالی، — وہ دبدبہ وہ شان وہ آثار جلالی
بل ابروؤں پر دل غم آفاق سی خالی — باندھے ہیں ہلال بجلی تیغ ہلالی
فردوس کی نکہت دل عامر میں بسی ہی
مرنے پہ کمر ابن مظاہر نے کسی ہی

جنت کیلئے قلب صفاکیش تھی بیتاب — ہیچ انکی نگاہوں میں رہا عالم اسباب
اخلاق کے دفتر ہیں وفا انکی ہی وہ باب — تعلیم دے جسنے محبت کی سب آداب،
ہر سطر ہی رنگیں چمن طبع نکو سے
لکھا ہے جلی نام وفا دل کے لہو سے

اے سرور ذی مرتبہ کے مرتبہ دانو — پوری ہوئی حجت مگر اعجاز بیانو
جو کام کیا تم نے یہاں شیر جوانو — انسان سے دشوار تھا اے تشنہ دہانو
جس شان سے میدان میں لی خلد کی جاگیر

تاریخ دکھاتی نہیں ایسی کوئی تصویر

اسلام کے خادم تھے مگر اصل میں مخدوم
اسرار وفا جن سے جہاں کو ہوئے معلوم

توصیف اُن اصحاب کی کسطرح ہو مرقوم
جن کو بابی آنت و اُمّی کہے معصوم

لاریب کہ خجلت دہِ افلاک ہوئی وہ
یہ دفن ہوئے جس میں زمیں پاک ہوئی وہ

یہ ولولہ یہ جوش یہ ہمت ہو مُبارک
خونی کفنو تم کو یہ خلعت ہو مُبارک،

تاشام ابد سایۂ رحمت ہو مُبارک
بہرے ہوئے شیر وتمھیں جنت ہو مبارک

گردابِ بلاخیز سے کیونکر اُبھر آئے
ڈوبے جو لہو میں لب کوثر اُبھر آئے

جب فوج مخالف ہوئی آمادۂ پیکار
یُوں بیٹھ گئے ٹیک کے گھٹنے وہ وفادار

تانے ہوئے نیزوں کی انی جان سے بیزار
جسطرح کہ جنبش نہ کرے کوہِ گرانبار

کی فوج نے جسدم حرکت سیل کی صُورت
سینوں کو سپر کر دیا اللہ ری جُرأت

یوں فوج میں اعدادِ الٰہی کی در آئے
جسطرح پئے صید زبوں شیر نر آئے

دامن جو پھٹا گرد کا داغ اور اُبھر آئے
دم توڑتے میدان میں مسلم نظر آئے

کی ہی جو وصیّت کوئی بھولیگا نہ زنہار
اے بھائیو احمد کے نواسے سے خبردار

تھے خون کے قطروں میں شجاعت کے شرارے
رخ سُرخ تھی سوکھی تھی زباں پیاس کے مارے
ٹوٹے تھے پہاڑ اُس پہ بھی ہمت نہیں ہارے
انگڑائیاں لیتے ہوئے جنّت کو سدھارے

نصرت کا تقاضا سبق آموز وفا تھا
بڑھنے سے مصائب کے لہو اور بڑھا تھا

محدود دیا وے تھے سواروں کے مقابل
کھلائے ہوئے پھول تھی خاروں کے مقابل
یا صبح کے تارے تھے شراروں کے مقابل
گنتی کے مجاہد تھے ہزاروں کے مقابل

یوں ہوتی ہی تعداد بہتّر کی بہ مشکل
جب فوج میں گہوارۂ اصغر بھی ہو شامل

وہ رعب جلالت کہ ہر اک دیکھ کے ششدر
شیرانہ نظر ڈالی تو تہہ بہ ہوا لشکر
تھے رزم میں اس بات سے بیخوف دلاور
موت اُن پہ گرے یا وہ گریں موت پہ جاکر

تیغ اُس پہ لگائی تو کبھی اُسکی سپر لی
ڈوبے صفِ اوّل میں تو آخر کی خبر لی

سمجھے ہوئے تھے خوب کہ یہ موت ہی جینا
یہ ہمت دل ہے یہ شجاعت کا قرینا

ابرو پہ شکن آئے نہ ماتھے پہ پسینا   مینھ تیروں کا برسا کیا تانے رہے سینا
مرکز سے مگر ایک قدم بھی نہ بڑھایا
جبتک کہ رہی جان ثبات اپنا دکھایا

طوفان مصائب کا بلاؤں کا وہ سیلاب   لرزے میں زمیں دشت کی تھی صورت سیماب
اک بوند تھی پانی کی جہاں گوہر نایاب   بھرپور جوانی پہ تھا خورشید جہانتاب
کانٹوں کی زبانوں میں سنانوں کی خلش تھی
لودے رہے تھے خاک کے ذرّے وہ تپش تھی

دکھلائی بیاباں نے بہت شعلہ فشانی   ہمّت کو بڑھاتی ہی رہی تشنہ دہانی
جب آئی نظر دور سے موجوں کی روانی   منھ پھیر لیا دیکھ کے بہتا ہوا پانی
دل شاد تھا بخشش کے سہارے پہ کھڑے تھے
سیراب تھے کوثر کے کنارے پہ کھڑے تھے

ثابت کیا اس بات کو تم نے سر میداں   یہ قدرت انساں ہی یہ ہی عظمت انساں
شیرازہ دل ہو نہ کسی وقت پریشاں   ثابت قدمی چاہیئے ہر کام ہی آساں
مرجاتے ہیں ہوتا ہے جنھیں پاس وفا کا
طے ہوتا ہی یوں مرحلہ تسلیم و رضا کا

دل میں غم وفا جس کے ہو محتاج اُسے سمجھو، جو لوٹ لیا جائے نہ تاراج اُسے سمجھو
گیسو ہوں لٹے خاک میں گر تاج اُسے سمجھو سر نوک سناں پر ہو تو معراج اُسے سمجھو

گلزار خلیل آتش سوزاں کا بھڑکنا
قوسین کی منزل ہے کمانوں کا کڑکنا

مظلوم کو رحمت کا تم اک آیہ سمجھنا ٹوٹا ہوا دل عرش کا ہمسایہ سمجھنا
جنگل میں کڑی دھوپ جو ہو سایہ سمجھنا جو آبلہ پا ہو اُسے پُر مایہ سمجھنا

نادان جسے کہتے ہوں دانا اُسے سمجھو
بیمار ہو گر کوئی توانا اُسے سمجھو

اے مسلم خوابیدہ ذرا ہوش میں آجا کیوں دور ہے اسلام کی آغوش میں آجا
پی بادۂ سرجوش ذرا جوش میں آجا بے کیف ہیں رنداں قدح نوش میں آجا

لے درس وفا شوکت اسلام عیاں ہو
یہ پیر کہن سال نئے سر سے جواں ہو

گاڑا ہے نشاں جس کا پیمبر نے وہ اسلام دی جس کو غذا حمزہ و جعفر نے وہ اسلام
آغوش میں پالا جسے حیدر نے وہ اسلام سینچا ہے جسے خوں سے بہتر نے وہ اسلام

راحت اُسے پہونچائی مگر ظلم سہے خود

اِسلام کو آزاد رکھا قید ہے خود

اسلام جو قانونِ رسولِ مدنی ہے اسلام ولا ور جو دمِ تیغ زنی ہے
اسلام کہ دل اسکا ہمیشہ سے غنی ہے اسلام کہ کھیل اسکا فقط بت شکنی ہے

گلرنگ ابھی خون سے دامان قبا ہے
یہ شیر کہیں کفر کی ہیبت سے دبا ہے

اسلام کہ تائید خدا جس کی ہے ہمراز ہر وقت رہی قوت حق ہمدم و دمساز
توحید کے نعروں میں نہاں صور کی آواز ہر سانس میں پوشیدہ ہیں اعجاز پر اعجاز

مردوں کا جلانا فقط اک بات ہی اسکی
کہتے ہیں شب قدر جسے رات ہی اسکی

اے معشر اسلام محبت میں بسر ہو ہر دم رہو پابند وفا مرد اگر ہو
پڑ جائے اگر وقت کوئی خون میں تر ہو اصحاب حسینی کی طرح سینہ سپر ہو

یوں صاف محبت میں رکھو باطن و ظاہر
ہر فرد بنے تم میں حبیب ابن مظاہر

۸ ۔ محرم ۱۳۴۳ھ

تاثیرِ خونِ مظلوم

رقم طراز ہے اس طرح اعثم کوفی
دوبارہ جب سرِ شہ لائے پیش ابن زیاد

رخ حسین پہ بکھری ہوئی تھیں یوں زلفیں
کہ جیسے ابر کرم میں ہو آفتاب معاد

خزانہ وحی الٰہی کا دست نجس میں تھا
بغور دیکھ رہا تھا وہ خانماں برباد

کہ دفعتہً ہوا دست نجس میں اِک رعشہ
رکھا لعین نے زانو پہ فرق پاک نہاد

گلوئے پاک سے ٹپکا لہو کا اک قطرہ
کہ جسنے توڑ دیا زانوئے ستم ایجاد

برنگ تیر در آیا جو قطرۂ خونیں
کہا نصیب نے ناسور نو مبارک باد

تمام عمر رہی اندمال کی تدبیر
طبیب ہو گئے مایوس چارہ گر ناشاد

چھپایا مشک سے داغ عفونت ناسور
مگر بسی رہی ناپاک دل میں بوئے عناد

جب ابن مالک اشتر نے انتقام لیا
ہوئی ہے مشک سے تصدیق نعش ابن زیاد

یہاں تک ایک مورخ کا قول تھا منقول
مگر ہے غور کے قابل حقیقت رُوداد

یہ بذات خدا خون ناحق مظلوم
ہے جسکے جوش میں نہاں تلاطم فریاد

مجھے اسی پہ تعجب ہی۔ سوز تشنہ لبی | گھل کے کیوں نہوا موم خنجر فولاد
وہ خون پاک جو مضمونِ حق کی سرخی | ہر ایک قطرہ تھا جسکا خلاصہ ایجاد
وہ خون منبع اصلی تھا جسکا جسم رسول | وہ خون جسکا نمونہ تھے سید سجاد
وہ خون داد کی حسرت میں جو ابلتا ہی | وہ خون جسمیں ہے طوفان شکوہ بیداد
خود اعتراف ہو اسکو گناہ کا اپنے | سر اب کبھی نہ اٹھائیگا خنجر جلاد

عزیز حشر زمانے میں ہو بپا کہ نہو
جب ایسے خون کے قطرے ہوں مائل فریاد

۱۰۔ محرم ۱۳۳۹ھ

تحفہ سلام بحضور سید الشہدا

شہید اعظم و فخر امم سلام علیک — غریب کشتۂ تیغ ستم سلام علیک

فروغ دودۂ ختمی مآب نور آگہ — خجستہ شاہ جمیل الشیم سلام علیک

رہِ خدا میں سر و تن سے کام آیا تو — کریم و رہبر اہل کرم سلام علیک

مسیح دین محمد مجدد اسلام — ضیا فروز شبستانِ غم سلام علیک

فراز نوک سناں تیرے واسطے معراج — بلند مرتبہ عالی ہمم سلام علیک

شہید آل محمد خلاصۂ ایجاد — نوادۂ نبی محترم سلام علیک

ابو الائمۃ الاطہار سید الشہدا — صحیفۂ شرف محتشم سلام علیک

طواف کرتے ہیں جسکا ملائکہ شب و روز — وہ تیرا کعبہ نقش قدم سلام علیک

ہر ایک زخم میں فردوس معرفت پنہاں — بہار دین کی سر تا قدم سلام علیک

ہر اک مصیبت عظمیٰ کا خاتمہ تجھ پر — فدائے لذت ذوق ستم سلام علیک

غریز بھی ہے طلبگار تیری نصرت کا
انیس و مونس اربابِ غم سلام علیک

شور نشور

کیا بات آج عالم کون و مکاں میں ہے | شور نشور کس لئے صحن جہاں میں ہے
اک زلزلہ سا ہے طبقات زمین میں کیوں | کیوں تہلکہ عمارت ہفت آسماں میں ہے
نوحہ کا غل ہے محفل حوران خلد میں | ماتم کا شور مجلس کرّوبیاں میں ہے
ذرات میں فضا کے تموج ہے آج کیوں | جوش و خروش کسلئے آب رواں میں ہے

یہ کس کے غم میں دیدۂ عالم ہے خوں چکاں
دل تا جگر ہے موجۂ خوں کس لئے رواں

چرخ کبود رنگ بدلتا ہے کس لئے | ذرّوں سے خون تازہ ابلتا ہے کس لئے
دامن پہ ہیں مرے دُرِ غلطاں بچھے ہوئے | ہر طفل اشک آج مچلتا ہے کس لئے
کیا میرے تیر آہ نے دل کر دیا فگار | رہ رہ کے چرخ پیر سنبھلتا ہے کس لئے
خیمہ میں دل جلوں کے لگا دی ہے کس نے آگ | گھٹ کر دھواں دہن سے نکلتا ہے کس لئے

روح روان خلق کی ہستی تباہ کی
گردوں نے کس غریب کی بستی تباہ کی

کرنیں بڑھا رہی ہیں طپش آفتاب کی | بدلی ہے شکل خیمۂ زریں طناب کی

دریا بھی اپنی صورتِ اصلی پہ اب نہیں　　موجوں میں بڑھ گئی ہی کشش پیچ و تاب کی
راہِ وفا کو طے کیا تیغوں کی دھار پر　　دو داد ہمّت شہ قدسی خطاب کی
اُس تشنہ لب کو آج کیا ہی سپرد خاک،　　ذرّوں سے آرہی ہی صدا آب آب کی

"یا ایہا الرّسول زابن زیاد داد
کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد"

قطعہ

مصروفِ گریہ دیدۂ طوفاں خروش ہی　　یا جوہریِ دکان پہ گوہر فروش ہی
کونین ہے تہیّۂ ماتم کئے ہوئے　　شال عزا لئے فلک سبز پوش ہی
کعبہ کو یہ خیال کہ لینے نہ دی پناہ　　اس غم میں اک سیاہ عبا زیب دوش ہی
دامان گرد سے جو ٹپکتا ہے تازہ خوں　　خاکِ شہیدِ عشق مگر گل فروش ہی
اللہ رے اضطراب دلِ داد خواہ کا　　اِک قطرہ خوں اسمیں قیامت کا جوش ہی
شمعیں ہیں کشتہ پھول ہیں افسردہ دل اُداس　　یہ کون اُٹھ گیا ہے کہ محفل خموش ہی
مہماں ہی گھر میں ایک غریب الوطن عزیز
اپنی طرف نگاہ کرے کسکو ہوش ہی

قطعہ

وہ دِل جو ایک قطرۂ خون چکیدہ ہے
دامن پر آج مثلِ گل نودمیدہ ہے

تاثیر خونِ ناحقِ مظلوم الحذر
جو گل نکل رہا ہے گریباں دریدہ ہے

یہ غم وہ زہر ہے کہ جگر ہوگئے لہو
سبزہ چمن کا بھی ثمرۂ خوں چکیدہ ہے

کس کا لہو بہا ہے یہ اے ارضِ کربلا
گیتی تمام کشتیٔ طوفاں رسیدہ ہے

پنہاں ہوا ہے چاند امامت کا خاک میں
فرطِ الم سے پشتِ مہِ نو خمیدہ ہے

کیا خاک اہلِ درد کے دلکو سکون ہو
غلطاں بخاک و خوں کوئی گردن بریدہ ہے

اس داغ پختہ سوز کی کیا قدر ہو اسے
بیگانۂ وفا جو دِل آرمیدہ ہے

دیکھو تو اپنے اترے ہوئے چہروں کا فروغ
باغِ بہشت پرتوِ رنگِ پریدہ ہے

شیشوں میں ہے ملائکہ کے جذبِ باطنی
ہر قطرہ اشک شبنم خورشید دیدہ ہے

بیت الحزن کو میں نے پھر آراستہ کیا
پابندِ نالہ پھر لبِ حسرت گزیدہ ہے

جاتا ہے کون رونقِ محفل لئے ہوئے
جو شمع انجمن میں ہے وہ آبدیدہ ہے

دیکھیں تو آپ آکے بہار نظر فروز
مجلس نہیں ہے دستہ گلہائے چیدہ ہے

مشاہد مقدسہ

یہ مشاہد یہ مآثر جلوہ آرائے نظر　　خاک جن کی دیدۂ دل کیلئے کحل البصر
نقش مظلومی ہیں دیکھ لے دیدۂ عبرت نگاہ　　ایک اک ذرّہ میں ہے افسانۂ حال تباہ
گو بہایا خون انکا سخت بیدردی کیساتھ　　راہ حق میں جان دی لیکن جوانمردی کیساتھ
چھپ نہیں سکتا لہو انکا کسی سفاک سے　　بوئے خون تازہ آتی ہے ابھی تک خاک سے
بیکسوں کے صبر کا آخر یہی انجام ہے　　چپ ہیں یہ لیکن زمانے بھر میں اک کہرام ہے

سینۂ پُر درد سے کھینچ ایک آہ شعلہ بار
ہے شہیدان رہ حق کی یہی شمع مزار

۲۰-جون سنہ ۶۲۸

سلام

لائے ہیں اصغر کو شہ پانی پلانے کیلئے
یعنے اپنی طاقت صبر آزمانے کیلئے

کیا نہ جھجکتے کثرت اعدا سے انصار حسین
تھی شجاعت بیشتر و ہمت بڑھانے کیلئے

مرتضیٰ سے تا امام حجۃ ثانی عشر
کتنے ساقی ہیں مئے کوثر پلانے کیلئے

ابن خیبر گیر تجھ سا مرد میداں چاہیئے
گھر لٹانے نکلے لئے اور سر کٹانے کیلئے

ختم گردوں نے مصائب کربلا میں کر دیئے
گردشیں باقی نہ رکھیں پھر زمانے کیلئے

اے زمین کربلا فردوس پر کر افتخار
شاہ لیتے ہیں تجھے قبریں بنانے کیلئے

کتنے ظلم ایجاد دشت کربلا میں ہو گئے
سبحہ زہرا ترے ایک ایک دانے کیلئے

آل مروان و امیہ بہر تخت سلطنت
عترت پاک محمد خاک اڑانے کیلئے

کیوں عزیز اس بیکسی میں کون سی تاثیر تھی
بے زباں نکلے چلے ہیں تیر کھانے کیلئے

۲۰ صفر ۱۳۴۵ھ

سلام

چلے محشر میں جب آلودہ جرم و خطا ہوکر / شفاعت بڑھ کے پہونچی دامن آل عبا ہوکر

جہاں میں خاک تربت انکی ہو اکسیر سے بہتر / ہوئے ہیں کیمیا جو کشتۂ تیغ جفا ہوکر

سوا اس راہ کے مسدود ہیں سب خلد کی راہیں / اگر جنت میں پہونچیگا کوئی تو کربلا ہوکر

قیامت میں وہ ہونگے دستگیر امت عاصی / ترائی میں گرے جو ہاتھ شانوں سے جدا ہوکر

سلام باادب ان کشتگان بیگناہی پر / ملا ہے چشمۂ آب بقا جن کو فنا ہوکر

سلام حسرت ان اعضائے نورانی پہ روز و شب / پڑے تھے خون میں آغشتہ جو تن سے جدا ہوکر

سلام عبرت آگیں ہو ان اجسام مطہر پر / جنھوں نے معجزے دکھلائی ہیں خاک شفا ہوکر

فقط اے امت عاصی تیری پردہ پوشی تھی / کہیں مجبور ہو سکتی تھی زینب بے ردا ہوکر

غرض آخر امامت کیوں نہ ہو جو ہر نبوت کا
لعاب مصطفےٰ جزو بدن جب ہو غذا ہوکر

۲۰، محرم ۱۳۴۳ھ

سلام

کربلا کے ظلم یاد آئے پشیماں ہوگیا
ماہ نو نکلا، فلک سر در گریباں ہوگیا

ہوگیا بربادی ملت کا ساماں ہوگیا
مصحف ناطق کا شیرازہ پریشاں ہوگیا

بہہ گیا جب مصحف ناطق کے پاروں کا لہو
صفحۂ دشت بلا تفسیر قرآں ہوگیا

خون اولاد نبی سے مٹ گئیں تاریکیاں
کربلا کے ذرّہ ذرّہ میں چراغاں ہوگیا

تھی علی کی ہر نگہ اسلام کی روح رواں
آنکھ بھر کر جس کو دیکھا وہ مسلماں ہوگیا

نیزہ و شمشیر و خنجر تیر و پیکان ستم
بس انھیں ہیں منقسم خون شہیداں ہوگیا

بھر کے آنسو آنکھ میں شہ بولے ہر وقت اذاں
صبح کا تارا علی اکبر نمایاں ہوگیا

زخمیوں نے گل کھلائے گلشن لاہوت کے
کربلا کا گوشہ گوشہ خلد ساماں ہوگیا

اہل دل تڑپا کریں گے زندگی بھر اے عزیز
حرملہ کا تیر پیوست رگ جاں ہوگیا

صفر ۱۳۲۴ھ

سلام

بہر نصرت جو نہ حیدر کی امامت ہوتی
غیر ممکن تھا کہ تکمیل رسالت ہوتی

خون اپنا نہ بہاتے جو حسین ابن علی
تن اسلام میں کس طرح یہ طاقت ہوتی

سر اُٹھانا کوئی آسان تھا اس جور کے بعد ... خنجر ظلم تجھے کیوں نہ خجالت ہوتی

کم نہیں ہے یہ جہاں میں اثر صبر حسینؑ ... لب فریاد جو کھلتا تو قیامت ہوتی

کیوں بہتر کے مقابل میں ہزاروں آتے ... فوج اعدا میں اگر کچھ بھی شجاعت ہوتی

لاشِ ہمشکل نبی پر شہ دیں کا کہنا ... دیکھتا چہرۂ اکبر جو بصارت ہوتی

مستند محضر بخشش کبھی ہوتا نہ عزیزؔ

خون دل سے نہ اگر مہر شہادت ہوتی

۲۱۔ محرم ۱۳۴۳ھ

سلام

عاصیوں کو ابر رحمت کا پتا مل جائیگا ... حشر میں گر دامن آلِ عبا مل جائیگا

حُر سے کہتا تھا مقدر چل سوئے سبطِ رسول ... گلشن جنّت کا سیدھا راستا مل جائیگا

رونیوالے دیکھ تو ان آنسوؤں کے تار کو ... رشتۂ توحید کا تجھ کو سرا مل جائیگا

غور کر ہستی پر اپنی اے حقیقت ناشناس ... ڈھونڈھتا ہے جس کو تو اسکا پتا مل جائیگا

کشتئ اسلام کافی ہے تجھے ذاتِ علیؑ ... ملگیا ہے ناخدا بس اب خدا مل جائیگا

بابِ خیبر دیکھ لے جبریلؑ کے پر دیکھ لے ... تجھ کو پھر اندازۂ دستِ خدا مل جائیگا

بنت زہرا نے کہا پھر جنگ ہوگی دیدنی ... میرے بچوں کو اگر اذن وغا مل جائیگا

دیکھ لوگے گر دل اہل تولّا کی خلش حرملہ کے تیر کا اب بھی پتا ملجائیگا

جستجوے راہ حق میں سعی کرتا جا عزیز
یا خدا ملجائے گا یا نا خدا ملجائے گا

۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء

سلام

لیلےٰ کے دل سے پوچھئے سرور سے پوچھئے کیوں حال زخم دل علی اکبر سے پوچھئے
طاقت شباب کی در خیبر سے پوچھئے بچپن کا زور کلۂ اژدر سے پوچھئے
کسطرح نیند آتی ہے تیغوں کی چھاؤں میں ہجرت کی شب رسول کے بستر سے پوچھئے
حد تشنگی کی حلق بریدہ بتلائے گیا سوکھی رگوں میں دم نہیں خنجر سے پوچھئے
جانکاہ ہے فسانۂ بربادی شباب تصویر مصطفےٰ علی اکبرؑ سے پوچھئے
کس نے کیا تھا لہجۂ مانوس میں کلام؟ پردے میں کون تھا؟ یہ پیمبر سے پوچھئے
ہیں آفتاب حشر میں کیا جلوہ تابیاں نیزہ پہ جو بلند ہے اُس سر سے پوچھئے

عزت ہے کیا غلامی آل رسول میں
قنبر سے یا عزیزؔ سخنور سے پوچھئے

سلام

منقلب ہاتھو نپہ شہ کے بیٹھا کیونکر ہوا
ابن کا اہل سے یہ ظلم ناروا کیونکر ہوا

کوئی ایسا بھی نہ تھا جو شمر سے یہ پوچھتا
قتل تجھ سے مصطفےٰ کا لاڈلا کیونکر ہوا

تجھ پہ کس کس نگینہ کا خون ناحق ہو گیا
ضبط تجھ سے اے زمین کربلا کیونکر ہوا

ننگے سر دربار میں بیٹھیں علی کی بیٹیاں
یہ ستم تجھ سے یزید بے حیا کیونکر ہوا

روز عاشورا حسین ابن علی سے دیکھئے
جادۂ تسلیم کا طے مرحلہ کیونکر ہوا

دیکھئے حرّ دلاور کا مقدر دیکھئے
سرگروہ حلقۂ اہل وفا کیونکر ہوا

شاہِ دیں کیونکر نماز عصر سے فارغ ہوئے
سجدۂ شکر خدا دیکھو ادا کیونکر ہوا

حل کرے یہ مسئلہ کوئی نصیری سے عزیز
جسکو سب بندہ سمجھتے تھے خدا کیونکر ہوا

سلام

اشکِ غم زینت دہ اہل نظر کیونکر نہو
گوش حوران بہشتی میں گہر کیونکر نہو

بابِ شہر علم کی آمد خدا کے گھر میں ہے
کیوں نہو دیوار میں کعبہ کی در کیونکر نہو

اُم لیلیٰ جانتی تھیں صبح عاشورہ کا حال — یہ چہرۂ اکبر پہ حسرت سے نظر کیونکر نہ ہو

بہہ گیا تجھ پر رسول اللہ کے دل کا لہو — اے زمینِ کربلا تو باا ثر کیونکر نہ ہو

خون برساویں فلک سے جو مسافر تشنہ لب — ایسے مظلوموں پہ کوئی نوحہ گر کیونکر نہ ہو

دوپہر میں فاطمہ کا سب بھرا گھر لٹ گیا — میرے آگے یہ جہاں اک رہگذر کیونکر نہ ہو

ابن خیبر گیر نکلا آستیں اُلٹے ہوئے — لشکرِ اعدائے دیں زیر و زبر کیونکر نہ ہو

روئے خونِ تازہ سے جس پر فلک چالیس دن
نوحہ خواں اُس پر عزیز نوحہ گر کیونکر نہ ہو

سلام

اُمیدِ زندگی رکھتا کوئی مظلوم کیا دل میں — جوانانِ بنی ہاشم کی لاشیں تھیں مقابل میں

بتا دے اے نشیب سرزمین کربلا جلدی — نظر کیا چیز آئی ہے یہ مجھ کو دستِ قاتل میں

پلٹ کر اک نظر پھر دیکھ لے اے چاند امامت کے — بھرا ہے خون کچھ سیدانیوں کا چوبِ محمل میں

مسلسل عرش اعظم کی ہلی جاتیں تھیں زنجیریں — امام عصر نے جب پاؤں رکھا تھا سلاسل میں

علی اکبر اذاں دینے لگے جب صبح عاشورہ — صدا جس نے سنی اک جوش پیدا ہو گیا دل میں

تماشائے سخاوت دیکھنے والو چلو دیکھو — کفِ قنبر سے آتی ہے مہار اب دستِ سائل میں

عزیزا ابتو غم شہ کی خلش ہرگز نجائیگی
رہیں گے حشر تک ٹوٹے ہوئے نشتر مرے دلمیں

سلام

صبر کا حق شہ مظلوم ادا کرتے ہیں
تیر حلق علی اصغر سے جدا کرتے ہیں

اے فلک یاد ہے دلبند حسنؑ کی صورت
ایسے بچے بھی کہیں ذبح ہوا کرتے ہیں

نزع میں دیکھ ذرا جنبش لبہائے حسینؑ
کس طرح بخشش امت کی دعا کرتے ہیں

گرمیٔ مہر جہانتاب بڑھی حد سے اگر
شہ مظلوم بھی ذابندِ قبا کرتے ہیں

مشورہ رہتا تھا زنداں کے نگہبانوں میں
دیکھئے کب ان اسیروں کو رہا کرتے ہیں

پائے عابد یہ ورم اور یہ زنجیر گراں
کیا یونہی ایسے مریضوں کی دوا کرتے ہیں

غم شبیر کا تازہ ہے اثر دل پہ عزیز
گو کہ ہر روز یہ افسانہ سنا کرتے ہیں

تمام شد